۱۵ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ میں حضرت احسن العلماء کے وصال کو ۲۵ سال مکمل ہو رہے ہیں۔
اس مناسبت سے عرس قاسمی اور ۱۰۱ سالہ عرس رضوی کے موقع پر
ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کی ایک خصوصی پیش کش

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا

احسن العلماء نمبر

صفر المظفر ربیع الاول ۱۴۴۱ھ

Nov./Dec. 2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
''جیلانی میاں'' علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۹/ شمارہ نمبر ۱۱/۱۲

صفر، ربیع الاول ۱۴۴۱ھ
نومبر، دسمبر ۲۰۱۹ء
Nov, Dec 2019

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ

محمد سبحان رضا قادری ''سبحانی میاں'' مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج

محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

کلام الامام - امام الکلام

خوشا دِلے کہ دِہندش ولائے آلِ رسول
خوشا سَرے کہ کُنندش فدائے آلِ رسول
گناہِ بندہ بخش اے خدائے آلِ رسول
برائے آلِ رسول از برائے آلِ رسول
ہزار دُرجِ سَعادت برآرد از صَدفے
بہائے ہر گہرِ بے بہائے آلِ رسول
سِیَہ سَپید نہ شُد گر رشید مِصرَش داد
سیہ سپید کہ سازَد عطائے آلِ رسول
خبر دِہد زتگِ لا الٰہ الا اللہ
فنائے آلِ رسول و بقائے آلِ رسول
ہزار مہر پَرد در ہوائے او چو ہبا
بَروزَنے کہ دَرخشَد ضیائے آلِ رسول
اگر مثالِ خلافت دِہد فقیرے را
عجب مَدار زِفیض و سخائے آل رسول
مگیر خُردہ کہ آں کس نہ اہلِ ایں کار اَست
کہ دانَد اہلِ نَمودن عطائے آلِ رسول
''ببیں تفاوتِ رہ از کُجاست تا بکجا''
تبارک اللہ ما وثنائے آلِ رسول
مُرا زِ نسبتِ مَلک اَست اُمید آنکہ بہ حشر
ندا کُنند بیا اے رضائے آلِ رسول

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت

۸۴/ سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	30/-
زر سالانہ:	300/-
بیرون ملک:	30$/ امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر **"مولانا سبحان رضا خاں"** نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

فہرست

قند مکرر

مصائب وآلام میں گرفتار عالم اسلام کے نام۔ حضور احسن العلماء کا سرمدی پیغام بنام

صبر وتقویٰ

از۔ احسن العلماء حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی علیہ الرحمہ

آج مسلمانوں کو سارے جہان میں جن سخت سے سخت مصیبتوں، تباہیوں، بربادیوں اور آفتوں کا سامنا ہے وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں اور ہم سے مجبوروں، کمزوروں، بے سروسامانوں کے لیے جوان بلیات وآفات اور مصائب کے دفع کے سروسامان ظاہری سے خالی ہاتھ ہیں ان کے دفع کا واحد یقینی اور مفید اور بعونہ تعالیٰ قطعاً کامیاب ذریعہ صبر وتقویٰ ہے جس کے سروسامان والے اور ہم سے بے سروسامان سب حاجت منداور وہ سب کے لیے بکرمہ تعالیٰ سودمند ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: **یٰٓایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ. ان اللہ مع الصٰبرین** ۔اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک، اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

امام استاذ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: **فاز الصابرون بعز الدارین لانھم نالوا من اللہ تعالیٰ معیۃ قال اللہ تعالیٰ: ان اللہ مع الصبرین** ۔صبر کرنے والوں نے دارین کی عزت پالی۔ اس لیے کہ ان کو اللہ عزوجل کی معیت کرم ورحمت مل گئی۔ خود اللہ عزوجل نے فرمایا بیشک اللہ صابرون کے ساتھ ہے اور فرماتا ہے: واصبرو ما صبرك الا بالله ۔اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ کی ہی توفیق سے ہے اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الصبر عند الصدمة الاولی" بہت پکا اور سچا صبر وہ ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو۔ یعنی جب کہ مصیبت تازہ ہو اور نفس اس کا خوگر وعادی نہ ہو چکا ہو اس وقت صبر کرے۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: الصبر من الایمان۔ بمنزلة الراس من الجسد۔ صبر کا مرتبہ ایمان میں ایسا ہے جیسے سر کا بدن میں۔ سید الطائفۃ الصوفیہ شیخ المشائخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبر کے بارے میں سوال ہوا۔ اس جناب نے فرمایا: تجرع المرارة من غير تبييس۔ وہ مصیبتوں کے کڑوے گھونٹوں کو ناک بھوں چڑھائے بغیر خوشی سے پی لینا ہے۔ امام ابومحمد جریری نے فرمایا: الصبران لايفرق بين حال النعمة والمحنة .... الخاطر فيها، صبر یہ ہے کہ نعمت اور محنت دونوں حالتوں میں ایک سا سکون خاطر رہے، اللہ عزوجل نے داؤد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: تخلق باخلاقي و ان من اخلاقي انني انا صبور ۔اے داؤد میرے اخلاق کے موافق اپنے اخلاق رکھ اور بیشک میرے اخلاق میں سے یہ ہے کہ میں صبور ہوں اور کہا گیا کہ "تجرع الصبر فان قتلك قتلك شهيداً و ان احياك احياك عزيزاً" ۔صبر اختیار کر تو وہ اگر تجھے مار ڈالے گا تو شہید کر کے اور زندہ رکھے گا تو عزیز کر کے اور کہا گیا: الصبر على الطلب عنوان الظفر والصبر فى المحن عنوان الفرج۔ طلب مقصود میں صبر اختیار کرنا مقدمہ ہے کامیابی کا اور محنتوں، بلاؤں آفتوں میں صبر کرنا پیش خیمہ ہے کشائش اور فرحتوں کا۔ اور بعض اخبار میں وارد ہوا۔ الفقراء الصابرين هم جلساء الله يوم القيمة۔ صبر کرنے والے فقرا قیامت کے دن اللہ عزوجل کے ہم

نشیں ہوں گے اور بیشک اللہ عزوجل جلوس ومجلس سے پاک ہے۔

اس ارشاد ربانی کی تفسیر میں کہ " فاصبر صبراً جمیلا " (توتم اچھی طرح صبر وکرو) کہا گیا کہ الصبر الجمیل ان یکون صاحب المصیبة فی القوم لایدری من ھو۔ صبر جمیل یہ ہے کہ دردمند اپنی قوم میں ایسے ضبط سے اپنے حال کومخفی رکھ کر گزارے کہ لوگ یہ جانیں ہی نہیں کہ وہ کون ہے۔ اسے دکھی جاننا تو دور رہا۔ یہ نہیں کہ مصیبت کا وہم گزرے۔

یہ تو صبر کا بیان ہوا اور تقویٰ کا بیان یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک صاحب نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے کچھ وصیت فرمایئے فقال علیك بتقویٰ اللہ فانہ جمع کل خیر و علیك بالجھاد فانہ رھبا نیة المسلم و علیك بذکر اللہ فانہ نور لك۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقویٰ کو لازم پکڑ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے اور راہ خدا میں جہاد کر یہی مسلمان کی رہبانیت ہے۔ اور ذکر الٰہی ہمیشہ کر یہ تیرے لیے نور ہے۔ امام الصوفیہ ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی فرماتے ہیں: من لزم التقوی اشتاق الی مفارقة الدنیا لان اللہ سبحانہ یقول: "وللدار الاخرة خیر للذین یتقون" جو تقویٰ کو لازم پکڑے (جس کی حدیث نے تاکید فرمائی) وہ دنیا چھوڑ دینے کا مشتاق ہو جاتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور بیشک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے"۔ اور بعض صوفیۂ کرام ارشاد فرماتے ہیں: من تحقق فی التقویٰ ھون اللہ علی قلبہ الاعراض عن الدنیا۔ جو تقوی میں سچا ہو گیا اللہ عزوجل اس کے دل پر دنیا سے مونہہ پھیر لینا آسان فرما دیتا ہے۔ حضرت سیدی ابو الحسین زنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: لمن کان راس مالہ التقوی قلت الالسن عن وصف ربحہ۔ جس کی پونجی تقوی ہو تو زبانیں اس کے نفع کی صفت بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ امام سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں: لا معین الا اللہ ولا دلیل الا رسول اللہ ولا زاد الا التقوی ولا عمل الا الصبر علیہ۔ ہمارا کوئی معین خدا کے سوا نہیں اور ہمارے لیے حق وہدایت کی دلیل رسول اللہ کے سوا نہیں۔ جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ تقویٰ کے سوا اور کوئی توشہ نہیں اور اس پر صبر سے سوا کوئی عمل نہیں۔ امام الصوفیۃ والفقہاء ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اصل التقویٰ اتقاء الشرك ثم بعدہ اتقاء المعاصی والسیأت ثم بعدہ اتقاء الشبھات ثم تدع بعدہ الفضلات کذلك۔ تقوی کی جڑ کفر و شرک سے بچنا ہے۔ پھر اس کے بعد گناہوں اور برائیوں سے بچنا تھا اس کے بعد ان چیزوں سے بچنا جن کے حرام اور ناجائز ہونے کا شبہہ بھی ہو پھر اسی طرح فضول باتوں سے بچنا۔ امام ابو القاسم نصر آبادی نے فرمایا: التقوی ان یتقی العبد ماسواہ تعالیٰ۔ تقوی جس کی قرآن وحدیث میں فضیلت وتاکید آئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی غیر اللہ سے بچے۔ نہ یہ کہ ذرا بھی کسی دنیوی مصیبت کا وہم ہی گزرا یا کسی دنیوی منفعت کا خواب ہی دکھائی دیا تو اندھا دھند مرتدین و مبتدعین کے ہاتھوں میں اپنی گردن پھنسا دی جو بحکم قرآن وحدیث مسلمانوں کے بدترین دینی دشمنوں میں اور اللہ ورسول جل وعلا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے سخت ترین مغضوبوں میں ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ و جمیع اھل السنة منھا بجاہ حبیبہ علیہ الصلاۃ والسلام و علی آلہ واصحابہ و علینا بھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔

قندِ مکرر

مہمان اداریہ

وہ صورتیں۔ الٰہی! کس دیس بستیاں ہیں

از۔امین ملت پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی، سجادہ نشین:۔آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ہندوستان میں سادات زیدیہ کے مورث اعلیٰ حضرت سید ابوالفرح واسطی کی اولاد میں ایک بزرگ میر سید محمد المعروف بہ دعوۃ الصغریٰ نے 614ھ میں قصبہ سری نگر کو فتح کیا اوراس کا نام بلگرام رکھا۔سلطان شمس الدین التمش ہندوستان کا حکمران تھا اس نے میر سید محمد صغریٰ کو حاکم بلگرام بنایا۔یہی میر صغریٰ ہیں جو قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔میر سید محمد صغریٰ کے دو صاحب زادے ہوئے۔بڑے سید سالار اور چھوٹے سید عمر، والد کا انتقال ہوا تو سید عمر نے قرآن پاک لیا اور سید سالار نے اس قرآن پاک کی حفاظت کے لیے تلوار سنبھالی۔ان دونوں بزرگوں کی اولاد میں وہ سپوت پیدا ہوئے جنھوں نے بزرگوں کا نام روشن کیا۔

درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ کے سجادہ نشین اور کمیٹی منتظمہ درگاہ سید شاہ برکت اللہ صاحب کے صدر حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری مرحوم و مغفور کا نسبی تعلق اسی مقدس خاندان سے تھا۔ان کے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا قادری ولد سید شاہ حسین حیدر مرحوم (نواسہ حقیقی خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ) اور والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو بنت حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں، حضور صاحب البرکات کے خاندان کے روشن چراغ اور مہکتے پھول تھے۔

10/شعبان المعظم 1345ھ مطابق 13/فروری 1927ء کو محل سرائے زنانہ میں وہ بچہ پیدا ہوا جس نے 54 برس اسلام وسنیت کی خدمت کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کیا۔ اس مبارک بچے کا نام ''مصطفیٰ حیدر'' رکھا گیا اور عرفیت ''حسن میاں'' قرار پائی۔دادا حضرت سید حسین حیدر کو بچے کی ولادت کی اطلاع دی گئی تو وہ سجدہ شکر بجا لائے ۔نانا حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن نے خداوند کریم کا شکرانہ ادا کیا۔اس ولی کامل کی دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسند غوثیہ برکاتیہ کا وارث پیدا ہو چکا ہے۔نانا حضرت نے اپنے چہیتے نواسے کو چودہ ماہ کی عمر میں بیعت کیا اور جملہ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر جملہ اعمال و اوراد و اشغال و اذکار اور مصافحہ جات وغیرہ کی اجازت عطا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''یہ میرا سجادہ نشین ہے''۔لاڈلی بیٹی سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو بیگم نے عرض کیا کہ میاں! آپ کے سجادہ نشین تو بھیا (سید شاہ اولاد رسول محمد میاں) ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ''محمد میاں میرے خاندانی سجادہ ہیں اور حسن میاں میری ذات کا سجادہ ہے'' پھر عم مکرم سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ میاں سے فرمایا کہ بیٹا تم رشک نہ کرنا۔تمہارا حصہ بڑے گھر (خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ) سے ملے گا۔ چنانچہ وہی ہوا کہ سید شاہ مہدی حسن قدس سرہٗ نے سید

العلماء علیہ الرحمہ کو اپنا وارث و جانشین مقرر فرمایا۔

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ کے یہاں ایک صاحبزادہ کی ولادت ہوئی جو نوعمری میں انتقال کر گئے اس واقعہ سے سیدی تاج العلماء اور ان کی حلیلہ (اہلیہ) محترمہ سیدہ منظور فاطمہ صاحبہ جو بریلی کی رہنے والی تھی اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں "بخاری سید" تھیں، بہت مغموم رہتے تھے۔ حضرت سید اسماعیل حسن قدس سرہٗ نے اپنے لاڈلے نواسے کو اپنی چہیتی بہو کی گود میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ بہو! اب حسن تمہارا بیٹا ہے۔ ہم نے تمہیں دے دیا۔ محترم خسر اور ولی کامل کے ارشاد کو فرماں برادر بیٹے اور بہو نے سر ماتھے چڑھایا اور اپنے صلبی بیٹے کی طرح پرورش شروع کر دی۔ قرآن کی تعلیم کا آغاز والدہ ماجدہ نے کرایا۔ اور ۶/ پارے حفظ کرائے۔ ان کے بعد مشہور حافظ سلیم الدین قریشی مرحوم نے پڑھایا اور حفظ کی تکمیل حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم نے کرائی۔ اردو فارسی کا آغاز ممانی صاحبہ سیدہ منظور فاطمہ نے کرایا۔ ابتدائی فارسی کتابیں پڑھانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کا آغاز ہوا۔ خال محترم حضور تاج العلماء قدس سرہ نے درس نظامی کا آغاز کرایا۔ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، سید العلماء سید آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ، شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں قادری برکاتی، مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی نے درس نظامی کی تکمیل کرائی۔ شروع کے اساتذہ میں منشی سعید الدین صاحب برکاتی کا نام نمایاں ہے۔ انگریزی کے اسباق ماسٹر محمد سمیع خان صاحب برکاتی نے پڑھائے۔ والد ماجد اپنے ان اساتذہ کرام کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے تھے۔ 1944ء کے عرس قاسمی میں ماموں حضرت تاج العلماء نے خرقہ پہنایا اور اپنے ساتھ حویلی سجادگی سے درگاہ مقدسہ لے گئے۔ وہاں جانشینی کا اعلان فرمایا اور محضر جانشینی تحریر کر دیا اس کے ساتھ ہی جملہ سلاسل میں مجاز و ماذون فرما کر تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا۔

24/ جمادی الاخر 1375ھ (6/فروری 1956ء) کو حضور تاج العلماء نے وصال کیا اور چہلم شریف کے دن 17/ مارچ 1956ء کو علماء، مشائخ اور احباب اہلسنت کی موجودگی میں حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری، سجادہ نشین مسند غوثیہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قرار دیے گئے اور تقریبا 40 برس مسند سجادگی کو زینت بخشی۔

والد ماجد مرحوم مغفور کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے انہوں نے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی۔ لاکھوں بندگانِ خدا ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا بے مثال فروغ ہوا۔

11/ ستمبر 1995ء شب سہ شنبہ 15/ ربیع الآخر 1416ھ کو وہ ماہتاب طریقت، آفتاب شریعت غروب ہو گیا جو لاکھوں مریدین ومتوسلین کے دلوں کا قرار تھا، ہزاروں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی آنکھوں کا نور تھا۔ اہل خاندان کے لیے باعث تسکین قلبی تھا۔ دہلی کے جی، بی پنت اسپتال میں 35 دن زیر علاج رہنے کے بعد وہ مرشد طریقت اور رہبر شریعت اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔ 12/ ستمبر 1995ء کو شام تقریباً سوا چھ بجے اجداد کرام ومرشدان عظام کے قرب میں ان کے جسد اطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ سدا رہے نام اللہ کا۔ بقول غالب ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تونے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

تقریباً بیس پچیس ہزار کے مجمع نے اپنے روحانی رہنما کے آخری سفر میں شرکت کی۔ درگاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین، مخدوم صاحب البرکات کا روحانی وارث، مسجد برکاتی کا امام و خطیب، لاکھوں مریدین کا رہنما، اپنی اولاد کا مشفق باپ كل نفس ذائقة الموت کا فرمان الٰہی پورا کرنے کے لیے خاموش ہوگیا۔

طویل علالت کے دوران ہسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے، ننگے سر ان کو کھانا پینا گوارا نہ تھا، علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی، غریب پروری، حسن اخلاق، صبر و استقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بیشمار نمونے پیش کیے۔ اس کی گواہی علامہ ارشد القادری، مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مولانا محمد حسین ابوالحقانی، حافظ شہاب الدین برکاتی، حافظ شریف احمد برکاتی، عبدالعزیز سنی، سید دلشاد حسین برکاتی، محمد حسنین برکاتی، حاجی عبدالحکیم برکاتی، پروفیسر سید علی اشرف، پروفیسر گمبھیر سنگھ وغیرہ دے سکتے ہیں۔

آکسیجن ماسک لگا ہوا ہے اور حضرت والا قرآن عظیم پڑھ رہے ہیں۔ خاندانی اوراد و وظائف کا ورد جاری ہے۔ رات 3 / بجے بستر سے اٹھ جاتے اور قرآن عظیم کی تلاوت شروع کر دیتے۔ حضرت والا کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کے بیان کے مطابق انہوں نے ایک دن میں چودہ پارے تلاوت کیے۔ دیگر مریضوں کو علم ہوا کے ایک ولی صفت مریض وارڈ میں داخل ہے تو شکر اور پانی دم کرانے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔

انہوں نے بلا مبالغہ لاکھوں تعویذ لکھے۔ بندگان خدا ان کے در اقدس پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور وہ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی زبان اور قلم میں وہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ ان کا لکھا اور کہا کبھی رد نہیں ہوتا تھا۔ اس کی بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں جن کا تذکرہ باعث طوالت ہے۔ ان کی زندگی کا کارنامہ ''استقامت في الدين'' ہے۔ ماسٹر محمد سمیع خان صاحب برکاتی، امام عیدگاہ اٹاوہ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ ''الاستقامة فوق الكرامة'' حرافہ دنیا مختلف روپ اختیار کر کے ان کے پاس حاضر ہوتی اور وہ اسے دھتکار دیتے لکھنو اور دہلی سے نہ جانے کتنی بار ان کو دانہ ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر اپنے جد کریم کی سنت پر عمل پیرا رہا اور عصر حاضر کے تمام ''یزیدوں'' سے متنفر رہا۔

موجودہ سیاست سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔ اس دور میں ایسی مثال ملنا بہت مشکل ہے کہ انہوں نے کبھی ووٹ نہیں دیا۔ ہر سیاسی پارٹی کا امیدوار ان کے در اقدس پر حاضری دیتا اور وہ دعا فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ وہ کرے جو تمہارے حق میں بہتر ہو''۔

ردّ وہابیہ میں ان کے کئی مضامین اور مختلف مستقل تصانیف ہیں علاوہ ازیں وہ نعت، غزل، منقبت وغیرہ بھی کہتے تھے۔ سخن فہمی میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اعلیٰ حضرت اور ''اعلی حضرتیات'' پر ہندوستان کے علما و مشائخ میں وہ منفرد تھے۔

سید والا تبار (احسن العلماء) نے کچھ عرصہ جامع مسجد اندھیری بمبئی میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیے اور 1951ء کے رمضان مبارک میں تن تنہا ایک رات میں تراویح میں مکمل قرآن عظیم کی تلاوت کی۔

بمبئی کے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بمبئی میں شب شہادت میں لگاتار پانچ گھنٹے 40 منٹ خطاب فرمایا۔ تین تین گھنٹے کی تقریروں کے تو بیشمار گواہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ہیں۔ جامع برکاتی میں قبل نماز جمعہ 54 برس وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رہا۔

کھانے میں بے حد سادگی تھی۔ پچھلے 25 برس میں ان کا کھانا دیکھ کر اہل دل پر رقت طاری ہوجاتی تھی، ان کو روحانی قوت عطا فرمائی گئی تھی کہ وہ اپنے سارے دینی فرائض اور دنیاوی ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا کرتے تھے۔ ''عرس قاسمی'' میں شرکت کرنے والے ہزاروں احباب گواہ ہیں کہ حویلی سجادگی میں سید والا دس گیارہ گھنٹے لگاتار تشریف رکھتے اور اپنے مخلصین کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے۔

عمر کے آخری حصے میں کمزوری کی وجہ سے تعویذ لکھنا تقریباً ترک کردیا تھا۔ صرف شکر اور پانی دم کرتے تھے۔ خانقاہ میں صبح سے سینکڑوں مرد، عورت، بچے شیشیاں اور پڑیاں لیے حاضر رہتے اور وہ کسی کو نہ مراد نہیں لوٹاتے تھے۔ قرب وجوار کی دیہاتی عورتیں انہیں ''چینی (شکر) والے بابا کہتی تھیں'' ایک نگاہ کرم سے زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی صفت عطیہ خداوندی اور فضل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عاشق تھے۔ شب گیارہویں 1416ھ میں (وصال سے ۴ روز پہلے) سیدنا اعلیٰ حضرت کی مشہور منقبت۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

سنانے کا حکم دیا۔ احقر نے جب یہ شعر پڑھا:

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف

کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

تو والد ماجد پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کئی بار یہ شعر پڑھوانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''بیٹا ہم تو ان کے موروثی غلام ہیں۔''

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جنہیں ان کے مرشدان کرام ''چشم وچراغ خاندان برکات'' کہتے تھے، سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ کرنا ان کی عادت تھی۔ ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ ''میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے''۔ فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری ''وصیت'' ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ ''بیٹا۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔ درحقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے''۔

اعلیٰ حضرت کی شان اقدس میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انہیں گوارا نہیں تھا خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو، کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو۔ ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر میرے اعلیٰ حضرت، میرے مفتی اعظم کہہ کر فرماتے تھے اور اعلیٰ

حضرت کو ''رضائے آل رسول'' فرماتے تھے۔

حضرت والا کے خلفاء میں حضرت سید ضیاء میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف، مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی مفتی اعظم سندھ پاکستان، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مفتی عبدالمنان صاحب گھوسی، مفتی جلال الدین امجدی، مفتی مظفر احمد صاحب داتا گنجوی، مفتی مولانا سید محمد عارف رضوی، مولانا غلام ربانی فائق، حضرت صوفی نظام الدین صاحب، مفتی جیش محمد نیپال، حاجی عبدالحمید برکاتی جیپور، حاجی عبدالغفار نوری اندور، حضرت مولانا سبحان رضا خان صاحب خانقاہ رضویہ بریلی شریف، مولانا جمال رضا خاں صاحب، مولوی اسماعیل جانی ممبئ، الحاج محمد عمر قاسم برکاتی کراچی، محمد عارف برکاتی کراچی، مولوی عبدالقدیر پھول خان برکاتی گلولی (جالون) وغیرہ اور اہل خاندان میں برادر مکرم سید آل رسول حسنین میاں سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ، خلف الرشید حضور عم مکرم سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ والرضوان، برادرم سید محمد اشرف، برادرم سید محمد افضل، برادرم سید نجیب حیدر نوری اور یہ احقر شامل ہیں۔

انہوں نے بے شمار دارالعلوم، مدارس کی سرپرستی کی، ان کے نام سے ملک اور بیرون ملک میں بیشمار مدارس اور دارالعلوم جاری ہیں۔ عام طور سے موجودہ مشائخ کرام علمائے کرام کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو ملنی چاہیے (الا ماشاءاللہ) مگر والد ماجد علمائے کرام کی بہت عزت کرتے اور ہر طرح سے خدمت کرتے تھے یہی ہم لوگوں کو بھی نصیحت تھی کہ یہ حضرات نائب رسول ہیں۔ شریعت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ اگر کوئی طریقت شریعت کے مقابل آئے اور شریعت کو رد کرنے کی کوشش کرے تو وہ طریقت مردود ہے بقول میر عبدالواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل ''شریعت کی مثال بالوں کی طرح ہے اور طریقت مانگ ہے۔ جو گنجا ہو (شریعت پر عمل نہ کرے) اس کے مانگ نکلنا ممکن نہیں''۔

بعض جاہل صوفی اور پیر مخلوق خدا کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ ہم تو نماز باطن پڑھتے ہیں اور ہماری نمازیں کعبہ میں ادا ہوتی ہیں۔ یہ ظاہری اٹھک بیٹھک (معاذ اللہ) ہم نہیں کرتے۔ ایسے نام نہاد و گمراہ صوفیوں اور فٹ پاتھی پیروں کے بارے میں حضرت والا کا ارشاد تھا کہ ''یہ گمراہ اور مردود ہیں۔ ہم پر کعبہ میں جا کر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔ جس جگہ ہم موجود ہیں وہیں نماز فرض ہے اور وہی نماز فرض ہے جس میں قیام وقعود وجلوس وسجود ہوں''۔

والد ماجد کی طبیعت میں بے حد قناعت اور شان استغناء تھی۔ مفتی عبدالمنان صاحب نے ''عرس قاسمی'' کی مجلس قل میں ارشاد فرمایا کہ ''اے برکاتیو! دیکھو تمہارا مرشد کتنا قانع اور مستغنی ہے کہ روپے کو پیروں کے تلے دبا کر رکھتا ہے''۔ ہم سب بھائیوں سے بارہا ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی ''بزنس'' نہیں ہے۔ تم سب لوگ ظاہری معاش کے طریقے اختیار کرو اور سلسلہ کی تبلیغ واشاعت کرو۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہم سب بھائی ظاہری طور پر معاش کے مختلف طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں اور والد ماجد مرحوم کی اس نصیحت کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسلین سے حد درجہ محبت فرماتے اور ان کو اپنی روحانی اولاد بتاتے تھے۔ اس کی گواہی برادرم عتیق احمد برکاتی، عنایت اللہ برکاتی، لئیق برکاتی، جلال الدین برکاتی، مشتاق

احمد برکاتی کانپور، منشی پھول محمد خاں گلولی، مولوی بشیر احمد قادری، قاری صغیر احمد کاس گنج، حافظ شہاب الدین، حافظ شریف احمد مارہرہ مطہرہ، مولوی شہاب الدین حیدر آبادی کھیری، برادر عبدالعزیز سنی، مشتاق سورتی، مقصود کوڑیا، عبدالمصطفیٰ کھجور والا، عبدالستار باٹلی والا، محبوب کھجور والا، محمد اکبر برکاتی، عبدالحمید برکاتی بمبئی، حاجی عبدالمجید، محمد امین، محمد رفیق، حاجی عبدالقادر، محمد حنیف، حاجی ناصر، حاجی الطاف، حاجی عبدالرزاق کراچی، محمد حنیف برکاتی، نور محمد ہرارے افریقہ، مولانا عبدالہادی ڈربن افریقہ وغیرہ بہت سے احباب دے سکتے ہیں کہ ان کے ''میاں'' انہیں باپ جیسی محبت اور شفقت دیتے تھے۔

قطرہ سمندر سے مل چکا ہے، روح مقید قفص عنصری سے پرواز کر چکی ہے، حقیقت و معرفت کی شمع بظاہر خاموش ہے مگر ان کا مشن زندہ ہے۔ ان کا مشن ہے ایک نکاتی پروگرام۔ ''اسلام، سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت''۔ اس ایک جملہ میں گویا سمندر کوزے میں بھر دیا ہے۔ جو اس ایک نکاتی پروگرام پر عمل کرے گا وہ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا، اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت کرے گا، خانقاہوں اور درگاہوں پر حاضری بھی دے گا اور علماء و مشائخ کا احترام بھی کرے گا اور سیدی احسن العلماء کی روح مبارک کو بھی خوش کرے گا۔ میں جملہ متوسلین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم سب اس مشن کو آگے بڑھاتے رہیں۔ جو ہمارے رہبر کا مشن تھا اور اس شعر پر عمل پیرا رہیں۔

تم نے جو شمع جلائی وہ نہ بجھنے پائے
اب تو لے دے کے یہی کام ہمارا ٹھہرا

منقبت حضور احسن العلماء (بطرز سلام)

از۔ شرف ملت، شہزادۂ احسن العلما سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی، مارہروی

نازش قادریت پہ لاکھوں سلام
زینت اہل سنت پہ لاکھوں سلام
باپ ماں دونوں زہرا کے گلشن کے پھول
اس معطر نجابت پہ لاکھوں سلام
زیدی القادری، واسطی، قاسمی
ان کی ہر ایک نسبت پہ لاکھوں سلام
ذات سید حسؔن فخر کل خانداں
وارث شاہ برکت پہ لاکھوں سلام
زیب سجادۂ شاہ قاسم میاں
نائب شاہِ برکت پہ لاکھوں سلام
عاشق شاہ احمد رضا خاں تھے وہ
شارح اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
فکر و قول و عمل سب میں محتاط تھے
ان کے پاس شریعت پہ لاکھوں سلام
حلم و جود و عطا، شکر و صبر و رضا
ان کے طرز طریقت پہ لاکھوں سلام
انکساری وطیرہ رہا عمر بھر
ان کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام
علم والوں کی عزت پہ لاکھوں سلام
اپنے چھوٹوں سے شفقت پہ لاکھوں سلام
ماموں، نانا، برادر کے نزدیک ہے
ان کی تربت کی قسمت پہ لاکھوں سلام
نور کا مینہ برستا ہوا قبر پر
اے حسؔن تیری تربت پہ لاکھوں سلام
سید العلماء، احسن العلماء
دائمی اس رفاقت پہ لاکھوں سلام
نعت کے نخل پر منقبت کا ثمر
شعر اشرؔف کی قدرت پہ لاکھوں سلام

میرے آقائے نعمت

اداریہ: -مولانا محمد سبحان رضا خاں سبحانی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ھٰذا

فقیر قادری کے جدی و پدری پیر خانہ" خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ'' کا علمی ترجمان'' اہل سنت کی آواز'' اِدھر کئی سالوں سے عرس قاسمی کے موقع پر کسی خاص اور اہم عنوان پر خصوصی شمارہ نکالنے کا اہتمام کرتا ہے۔عزیزم مفتی محمد سلیم برکاتی بریلوی۔زید مجدہ۔کی زبانی یہ سن کر بڑی مسرت و شادمانی ہوئی کہ امسال اس معتبر و مستند ترجمان کی جانب سے میرے آقائے نعمت،مرشد اجازت،مرشد اعظم حضرت سیدنا سرکار احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات کے حوالے سے ایک خصوصی شمارہ منظر عام پر آ رہا ہے۔کیونکہ حضرت احسن العلماء کا وصال ۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ/ ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۵ء کو ہوا اس لحاظ سے قمری تاریخوں کے مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ میں ان کے وصال کو پورے ۲۵؍سال ہو جائیں گے شاید اسی مناسبت کی بنیاد پر اہل سنت کی آواز نے حضرت احسن العلماء کی حیات وخدمات کے حوالے سے ایک خصوصی شمارہ نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔چونکہ حضرت احسن العلماء فقیر قادری کے محسن، مشفق،کرم فرما اور مجھ فقیر پر بیشمار احسانات و نوازشات فرمانے والے ایک بے مثال کریم ابن کریم ہیں۔اس کے علاوہ مرکز اہل سنت بریلی شریف،میرے اجداد کرام خاص کر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ،خانوادۂ رضویہ اور مسلک اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت، عقیدت اور انسیت رکھتے،مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج وتوسیع کے کے لیے ہمہ وقت کمربستہ رہتے،اپنے مریدین،اپنے خلفاء، اپنے ارادتمندوں اور اپنے احباب و اقارب کو مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ گامزن رہنے کی تلقین،تاکید اور ہدایت و نصیحت کرتے، بریلی شریف اور خاندان اعلیٰ حضرت کی عظمت، بلندی، وقار اور اس کی شان و شوکت کے استحکام کا بھرپور خیال فرماتے، ہمارے یہاں ہونے والی خوشی اور غم کی ہر محفل میں اپنایت کے ساتھ اپنوں کی طرح شرکت فرماتے ہیں ہمارے ہر پروگرام اور ہر تقریب کی بھرپور انداز میں سرپرستی فرماتے، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی تاحیات آپ سرپرستی فرماتے رہے۔اس لیے فقیر قادری نے بھی ایک محسن کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی جانب سے امسال کے عرس قاسمی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۰۱؍سالہ عرس رضوی کے موقع پر اپنے آقائے نعمت کی حیات وخدمات کے حوالہ سے ایک خصوصی شمارہ نکالنے کا عزم کر لیا۔جب عزم فعل کی صورت اختیار کرنے لگا تو اپنے آقائے نعمت کے حوالہ سے بہت سارے واقعات اور چراغ ذہن وفکر میں جھلملانے لگے۔جنہیں ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا جامہ پہنوا کر قارئین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

آقائے نعمت کی نوازشات: حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ فقیر قادری پر ہمیشہ اپنے الطاف وکرم کی موسلا دھار

بارش فرمایا کرتے تھے۔مجھ پر ان کے بیشمار احسانات ہیں۔وہ میرے لیے لطف وکرم کا ایک تناوراور سایہ دار درخت تھے۔والد بزرگوار ،ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد میرے آقائے نعمت حضور سیدی احسن العلماء علیہ الرحمہ نے مجھے کبھی اپنے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ہر مشکل گھڑی میں وہ میرے لیے ایک عظیم محسن کی صورت میں نمودار ہوئے۔بے پناہ شفقت فرماتے،الفت فرماتے،محبت فرماتے اور اپنے شہزادگان کی طرح میرے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ فرماتے۔

یوں تو میں نے انہیں کمسنی کے ایام میں کئی بار دیکھا ہوگا لیکن شعور کی منزل پر پہنچنے کے بعد پہلی بار جب میں نے ان کے رخ زیبا کی زیارت کی تو اس وقت میں تقریباً ۱۰،۱۱ رسال کی عمر کا بچہ تھا،ہمارے یہاں ایک بزرگ سیدانی بی تشریف لائی تھیں،پیرانی اماں چھوٹی بی صاحبہ (سرکار مفتی اعظم ہند کی اہلیہ محترمہ) کے حکم پر ان سیدانی صاحبہ کو لے کر بذریعہ ٹرین کاس گنج ہوتا ہوا میں مارہرہ مقدسہ حاضر ہوا تھا جہاں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی مقدس و باعظمت امانتوں کے امین کی حیثیت سے حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اپنی دینی،مذہبی،مسلکی،علمی اور روحانی کرنوں سے اہل سنت و جماعت کے قلوب واذہان کومنور ومجلی فرما رہے تھے۔میری چھوٹی سی عمر،اس کے باوجود شفقت کا ایسا مظاہرہ لگتا تھا کہ ان کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔اپنے دامن کرم میں بٹھا کر کبھی گھر کے حالات معلوم کرتے تو کبھی خانقاہ کے،کبھی والد صاحب کی خیرو خیریت دریافت کرتے تو کبھی فقیر کی مشغولیات کے سلسلہ میں استفسار فرماتے۔یہ وہ پہلا نقش لطف وکرم تھا جو میرے قلب وذہن اور میری روح پر ایسا ثبت ہوا کہ آج تک اس کی تب وتاب میں کوئی کمی واقع نہ ہو پائی۔اس کے بعد تو اکثر اپنے آقائے نعمت کی نگاہِ لطف وکرم سے سرفراز کیا جانے لگا۔

ریحان ملت کے وصال پر شفقت کا اظہار: میرے والد گرامی حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کا ۱۹۸۵ء میں جب وصال ہوا تو ظاہر سی بات ہے کہ ایک بیٹے کی حیثیت سے جس غم واندوہ کا سامنا ہوا ہوگا وہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔والد کے انتقال کا جو صدمہ ہوتا ہے اس سے فقیر قادری بھی دو چار تھا۔اس وقت واقعی ایک مشفق کی ضرورت تھی،ایک کرم فرما کی حاجت تھی ۔اللہ رب العزت کا یہ احسان،آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صدقہ اور بزرگان دین کا یہ فضل وکرم کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی شکل میں مجھ فقیر قادری کو اپنے والد گرامی کی جگہ ایک مشفق بھی مل گیا اور کرم فرما بھی،محسن بھی مل گیا اور لطف وکرم کا ایک گھنا سایہ دار درخت بھی۔

والد گرامی کے وصال کے موقع پر میرے آقائے نعمت خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ بریلی شریف تشریف لائے،میرے والد بزرگوار کی آخری رسوم میں بنفس نفیس شرکت فرمائی،نماز جنازہ پڑھائی، تدفین میں شرکت فرمائی۔ تدفین کے وقت درگاہ اعلیٰ حضرت میں موجود رہے۔تدفین کے بعد نہایت ہی اپنائیت کے ساتھ فقیر کے سر پر دست شفقت رکھا،اظہار تعزیت فرمایا،دلاسے دیئے،صبر کی تلقین فرمائی،ہمت وحوصلہ کو جلا دینے والے کریمانہ الفاظ وکلمات کے ذریعہ کچھ نصیحتیں فرمائیں،اپنے والد بزرگوار کے بغیر مستقبل کا دشوار ترین سفر طے کرنے کے لیے کچھ راہنما خطوط عطا فرمائے۔ایسے خطوط کہ جنہوں نے اس دشوار ترین سفر میں آنے والی

ہر مشکل گھڑی میں ہمیشہ میری کامیاب راہنمائی فرمائی۔حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تربت مبارک کے سرہانے کی مغربی جانب ایک کنارے پر ایک چھوٹا سا حجرہ بنا ہوا تھا۔ وہاں تشریف فرما ہوکر کافی دیر تک کچھ پڑھتے رہے، مراقبہ فرماتے رہے۔اس روحانی شغل سے جب فارغ ہوئے تو ہم لوگوں سے مشفقانہ گفتگو فرماتے رہے۔اسی موقع پر مولانا نعیم اللہ خاں صاحب نے فقیر کے سر پر دستار سجادگی سجانے کے سلسلہ میں حضرت کی بارگاہ میں مؤدبانہ گزارش کی۔ حضرت نے بے ساختہ ارشاد فرمایا: ''ایسے نہیں۔میں پہلے اپنے بزرگوں سے رجوع کروں گا''۔یہ کہہ کر اچانک اٹھے اور پہلے سرکار اعلیٰ حضرت کی تربت مبارکہ کے پاس تشریف لائے۔مزار کی چادر اپنے سر پر رکھ کر کچھ دیر محویت کے عالم میں مستغرق رہے۔اس کے بعد حجۃ الاسلام اور پھر مفتی اعظم ہند کی تربتوں کے پاس کھڑے ہوکر یہی عمل دہرایا۔اب پتہ نہیں میرے ان اجداد کرام نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کو کیا اشارے تفویض فرمائے اور حضرت احسن العلماء نے ان بزرگوں سے کیا گفتگو کی۔یہ بزرگوں کے معاملات ہیں وہ لوگ بخوبی جانتے ہیں البتہ ہم نے تو اس وقت صرف اتنا دیکھا کہ حضرت احسن العلماء نے مارہرہ مقدسہ سے اپنے ساتھ لائی ہوئی دستار مبارک نکالی، پہلے یہ عمامہ میرے جد امجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت مبارکہ پر رکھا، پھر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تربت مبارکہ پر، پھر سرکار مفتی اعظم ہند کی تربت مبارکہ پر، پھر ہمارے دادا جان حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تربت مبارکہ پر رکھا۔اس کے بعد سارے لوگوں کی موجودگی میں اس حقیر فقیر کے سر پر اپنے دست شفقت و کرامت سے یہ دستار مبارک سجادی۔آپ کے لطف و کرم کی موسلا دھار یہ بارش یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جب میرے والد محترم کا عرس چہلم ہوا تو اس موقع پر مارہرہ مقدسہ سے آپ نے میرے لیے اپنے شہزادۂ اصغر، رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ کے مبارک ہاتھوں دستار سجادگی کے ساتھ ایک جبہ بھی ارسال فرمایا جسے عرس چہلم میں تشریف لائے جماعت اہل سنت کے جلیل القدر علما و مشائخ کی موجودگی میں وہ جبہ مجھے زیب تن کرایا گیا اور وہ عمامہ شریف میرے چچا جان حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے میرے سر پر سجادیا۔

مشکل کشا تعویذ: ایک مرتبہ کچھ ناخوشگوار واقعات و حادثات سے متاثر ہوکر جب میں بے چین و مضطرب حالت میں آپ کے دامن کرم میں اپنا چین و سکون تلاش کرنے کے لیے مارہرہ مقدسہ پہونچا تو میرے زخموں پر آپ نے ایسا مرہم رکھا کہ چند لمحوں ہی میں میرا سارا اضطراب رخصت ہوگیا۔خادم کو حکم دیا کہ جاؤ میرا تعویذ لے کر کے آؤ۔خادم صاحب غسل خانہ میں اور کھونٹیوں پر ہر جگہ وہ تعویذ ڈھونڈھتے رہے مگر انہیں کہیں نہ ملا کہ اچانک خادم صاحب کی نگاہ آپ کے گلے پر گئی تو عرض کیا کہ سرکار یہ تعویذ تو آپ کے گلے ہی میں پڑا ہوا ہے۔آپ نے اپنا یہ ذاتی اور خاص تعویذ اپنے گلے سے اتار کر اس فقیر کے گلے میں ڈال دیا۔یہ ایک ایسا تحفہ تھا کہ جو مجھے آج بھی جان سے زیادہ عزیز ہے۔یہ ایسا بابرکت ہے کہ ہر مشکل گھڑی میں میری مشکلات کو آسان کر دیتا ہے۔آج بھی یہ تعویذ میرے گلے میں پڑا ہوا ہے۔اللہ والوں کی باتیں بھی نرالی ہوتی ہیں۔وہ اپنی فراست مومنانہ کے ذریعہ بہت کچھ دیکھتے ہیں اور بہت سی چیزوں کا ادراک رکھتے ہیں۔میرے کٹھن اور مشکل ترین مراحل

سفر کا شاید انہیں بخوبی اندازہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے آقائے نعمت نے مجھے زندگی کے آخری لمحوں تک کام آنے والا یہ عظیم تحفہ اور بے مثال راہنما عطا فرما دیا۔ چونکہ یہ واقعہ آپ کے وصال سے تقریباً ایک ماہ ۲۷ر دن پہلے کا ہے۔ فقیر کی آپ سے ظاہری طور پر یہ آخری ملاقات تھی۔ میرا ماننا ہے کہ انہیں یہ اندازہ تھا کہ میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ ظاہری حیات میں وہ اپنی باتوں، اپنی زبانی گفتگو، اپنی تحریروں اور اپنے حسی وجود کے ذریعہ ہر مشکل گھڑی میں ایک مضبوط پشت پناہ کی حیثیت سے میری دستگیری فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے جاتے جاتے اپنی دستگیری کی نمائندگی کے طور پر وہ اپنا یہ خاص تعویذ اس فقیر کو عنایت فرما گئے کہ جب بھی مجھ فقیر کے سامنے مشکلات آئیں تو اس تعویذ کی صورت میں اپنے آقائے نعمت کے فیضان کرم سے ان سے نبرد آزما ہو سکوں۔

عرس چہلم کے موقع پر آپ نے فقیر قادری کو اپنے دستخط سے مزین کر کے ایک تحریر بھی ارسال فرمائی۔ جس کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

''حضرات علمائے کرام و مشائخ ذوی الاحترام، افراد خانوادۂ رضویہ و برادران اہل سنت، وابستگان آستانۂ رضویہ زید مجدکم .... السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

کیونکہ حضرت علامہ ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان متولی آستانۂ رضویہ و سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام و چیف ایڈیٹر'' ماہنامہ اعلیٰحضرت'' نے اس عالم فانی سے رحلت فرما کر ان شاء اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں مقام پایا، لہٰذا حسب تعامل قدیم و رواج خاندانی حضرت رحمانی میاں علیہ الرحمہ سے جتنے دینی و دنیوی مناصب اور ذمہ داریاں متعلق تھیں جن میں سے کچھ کا ذکر اسی تحریر کے شروع میں موجود ہے وہ ساری ذمہ داریاں اور مناصب حضرت رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمہ کے خلف اکبر فاضل گرامی مولوی فیضان رضا خاں عرف سبحانی میاں کو تفویض کیے گئے اور سونپے گئے، اب عزیز موصوف سلمہم اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی جگہ متولی درگاہ رضویہ و مسجد رضا نیز سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی و چیف ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت اپنی زندگی بھر رہیں گے اور اپنے آباء و اجداد کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعراس مبارکہ بھی یہی سبحانی میاں صاحب کرتے رہیں گے جس طرح ان سے پہلے ان کے والد مرحوم علامہ رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمہ کرتے رہے ہیں۔ ان کو چاروں حقیقی بھائیوں سلمہم کی ہر طرح کی معاونت اور اپنے خانوادے کے موجودہ بزرگوں کی سرپرستی بھی انہیں ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل رہے گی۔

میں سید مصطفیٰ حیدر عرف حسن، سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ مندرجہ بالا تحریر سے بحمدہ تعالیٰ مطمئن اور اس کا موید ہوں اور برابر دعائے خیر کرتا ہوں۔ والسلام خیر ختام''۔

(دستخط)

فقیر برکاتی سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ

بروز دوشنبہ مبارکہ ۲۵ر شوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۸۵ء

اعزاز خلافت: عرس گاہ اعلیٰ حضرت اسلامیہ انٹر کالج کے میدان پر جب میں نے باب رضا کی تعمیر کرانے کے لیے اس کی بنیاد رکھی تو اسی سال ۱۹۸۸ء منعقدہ ۶، ۷، ۸ر اکتوبر کے عرس رضوی میں میرے آقائے نعمت حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے فقیر قادری

کے لیے اپنے شہزادۂ گرامی حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ کے ہاتھوں مارہرہ مقدسہ سے اپنا خلافت نامہ ارسال فرمایا۔اپنے خاندان کے جملہ سلاسل اور جملہ اوراد و وظائف کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔اس خلافت نامہ کے ساتھ آپ نے عقیق کی ایک انگوٹھی، تسبیح اور کچھ دیگر تبرکات بھی عنایت فرمائے۔جو آج بھی میرے لیے حرز جان ہیں۔آپ کی بھیجی ہوئی انگوٹھی میں نے اپنی انگلی میں سنبھال کر پہن لی اور اپنی شجری عقیق کی وہ انگوٹھی جو میں بہت زمانہ سے پہنتا تھا اسے رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ مدظلہ کی نذر کر دیا۔ میرے اوپر آپ کے جو احسانات ہیں ان میں سے کس کس کا ذکر کروں؟ غرض یہ کہ میں انہیں اپنے والد کی جگہ سمجھتا تو وہ مجھ سے اپنے شہزادگان عالی وقار کی طرح محبت فرماتے۔ان سے میرا ظاہری اور باطنی ،جدی اور پدری جو اٹوٹ رشتہ تھا وہ ان شاءاللہ تا قیامت نسلاً بعد نسل قائم و دائم رہے گا۔

وصال کے دن محسوس انداز میں زیارت: ان کی ذات سے مجھے اور مجھ فقیر سے انہیں جو لگاؤ اور جو محبت تھی اس کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن فجر سے کچھ پہلے میں نے اپنے آقائے نعمت کو نیم بیداری کی حالت میں دیکھا۔ایسا محسوس ہوا کہ حضرت فقیر کے پاس تشریف لائے ہیں۔کافی دیر تک محبت و شفقت کا اظہار فرماتے رہے۔دلاسے دیتے رہے۔بہت سی نصیحتیں اور تلقینیں کرتے رہے۔جب اس نیم بیداری کی حالت سے میں مکمل طور پر بیدار ہوا تو میرے وجود میں عجب سی بے چینی تھی، ان دیکھے اندیشے تھے،اضطراب تھا اور گھبراہٹ تھی۔یہ تو پتہ چل ہی چکا تھا کہ حضرت کافی علیل ہیں۔دہلی میں زیر علاج ہیں۔اس خواب کی وجہ سے طبیعت میں کافی بے چینی محسوس کرنے لگا۔ان کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگا۔ان کے سایۂ لطف وکرم کی درازی کے لیے فریادیں کرتا رہا۔ان کی ایک ایک نوازش کو یاد کرتا رہا، ان کے واقعات کا ذہن وخیال میں تصور کرتا رہا،ساتھ ہی یہ بھی محسوس کرتا رہا کہ حضرت کے وجود کی خوشبو نے میرے کمزور و ناتواں اور نا اہل وجود کو اپنے مضبوط روحانی حصار میں لے رکھا ہے۔

وصال کی جانکاہ خبر: آخر کار وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔بریلی شریف آپ کے وصال کی خبر پہنچ ہی گئی۔اس خبر نے میرے دل کی دنیا میں جو طلاطم برپا کیا اس کے اظہار کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔میرے والد گرامی کا جب وصال ہوا تھا اس وقت جو میرے دل کی کیفیت تھی اسی سے آج پھر میں دوچار تھا۔ایک گھنا سایہ اُس وقت اٹھا تھا تو ایک گھنا سایہ اب اٹھ گیا۔میرے ذہن ودماغ میں ان کی یادوں کے بیشمار نقوش اب تک جاں گزیں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہی نصیحتیں،ان کی یہی راہنما ہدایتیں اور ان کے یہی روشن ومنور نقوش ہی ہیں کہ جن کے سہارے میں اپنے دشوار گذار سفر کو کسی نہ کسی طرح طے کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے آقائے نعمت کا روحانی فیضان آج بھی میری دستگیری کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ میرے آقائے نعمت کا روحانی فیضان مجھ فقیر قادری پر تاحیات جاری وساری فرمائے۔اس کے ساتھ ہی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزیز القدر مفتی محمد سلیم بریلوی اور مرزا توحید بیگ سلمہما کو اجر جزیل عطا فرمائے کہ جنہوں نے رات و دن محنت و مشقت برداشت کر کے محض ۴۸روز کے اندر میرے آقائے نعمت کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر مضامین ومقالات کا یہ حسین اور وقیع گلدستہ تیار کر کے مطبوعہ انداز میں منظر عام پر لے آئے۔

مجدد برکاتیت کی ذات کے سجادہ ہیں احسن العلماء

از۔ مولانا محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مجدد برکاتیت۔ ایک تعارف: مرشد اعظم، حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ مجدد برکاتیت، صاحب عرس قاسمی، تاجدار مسند برکاتیہ، قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ وقاری سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی نواسے، آپ کی ذات کے سجادہ اور آپ کے گلشن آغوش تربیت کے ایک معطر، خوشنما، دیدہ زیب، جاذب نظر اور تروتازہ ایسے پھول تھے کہ جس کی بھینی بھینی خوشبو نے خواجہ تاشان قادریت، برکاتیت اور رضویت کے مشام جاں کو معطر کر دیا۔ مجدد برکاتیت حضرت صاحب عرس قاسمی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ کے اس عظیم پیر خانہ کے چشم و چراغ ہیں جسے زمانہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے نام سے جانتا ہے۔ آپ کی ولادت حضرت سیدنا شاہ محمد صادق بن حضرت سیدنا شاہ اولاد رسول (برادر اصغر حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی، پیر ومرشد سرکار اعلیحضرت) بن سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن شمس مارہرہ سیدنا شاہ آل حسین اچھے میاں بن حضرت سیدنا شاہ حمزہ بن حضرت سیدنا شاہ آل محمد بن حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ بن حضرت سیدنا شاہ اویس بن سیدنا حضرت میر عبد الجلیل بلگرامی بن سیدنا حضرت میر عبد الواحد بلگرامی (صاحب سبع سنابل شریف) قدست اسرارہم کے دولت خانے میں ۳ رمحرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو ہوئی۔ یعنی حضرت احسن العلماء کے نانا جان حضرت صاحب عرس قاسمی، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر ومرشد حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھتیجے اور حضرت سیدنا شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا نام ''سید ابو القاسم'' اور لقب ''شاہ جی'' سرکار اعلیٰ حضرت کے پیر ومرشد حضرت سیدنا شاہ آل رسول علیہ الرحمہ نے تجویز فرمایا مگر آپ کے نانا جان حضرت سیدنا غلام محی الدین امیر عالم علیہ الرحمہ (برادر حضرت سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ) نے آپ کا نام ''اسمٰعیل حسن'' تجویز فرمایا اور انہیں دونوں ناموں پر آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ مولوی عبد الشکور مہامی، تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی، مولانا فضل اللہ صاحب فرنگی محلی، حافظ ولی داد خاں مارہروی، حافظ قادر علی صاحب لکھنوی اور حافظ عبد الکریم ملکپوری وغیرہم سے علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی اور معمولات خاندانی کی تعلیم اپنے اور اعلیٰ حضرت کے پیر ومرشد حضرت سیدنا شاہ آل رسول، سرکار نور حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری اور اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی۔ آپ کو بیعت وخلافت واجازت حضرت سیدنا شاہ غلام محی الدین امیر عالم سے تھی نیز خلافت واجازت آپ کو حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری، حضرت سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں وغیرہم سے بھی حاصل تھیں۔ مارہرہ مطہرہ میں آج عرس قاسمی کے نام سے جو عرس انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ ہوتا ہے وہ آپ ہی کے نام نامی اور اسم گرامی کی طرف منسوب ہے۔ آپ خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین اور میرے پیر ومرشد امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ کے والد محترم سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ کے

حقیقی نانا اور سلسلہ برکاتیہ ورضویہ کے ایک عظیم بزرگ ہیں ۔آپ نے مسند برکاتیہ پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بے شمار دینی، مذہبی، قومی ،ملی ،علمی،روحانی اور اصلاحی کارنامے انجام دیے۔ مجدد اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ بے پناہ حامی اور آپ ان سے بے انتہا قلبی محبت رکھتے تھے۔آپ کا وصال سرزمین مارہرہ شریف پر ۱۳۴۷ھ میں ہوا۔

حضرت احسن العلماء :میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں کے مرشد اجازت اور ہمارے محسن اعظم احسن العلماء حضرت سیدنا مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت مؤرخہ ۱۰ رشعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/۱۳ رفروری ۱۹۲۷ء کو مارہرہ مطہرہ میں حضرت سید شاہ بشیر حیدر آل عبا قادری علیہ الرحمہ کے خلف اوسط کے طور پر ہوئی ۔آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ بشیر حیدر آل عبا قادری کا نکاح مجدد برکاتیت، صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ کی صاحبزادی اور ممدوح اعلیٰ حضرت،مؤرخ تاریخ خاندان برکات،تاج العلماء حضرت سیدنا شاہ مفتی محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ محترمہ حضرت شہر بانو قدس سرہا سے ہوا۔داماد مجدد برکاتیت حضرت آل عبا قادری کے والد گرامی حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں،اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ کے حقیقی نواسے ہیں ۔حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بڑے بھائی سید العلماء حضرت سیدنا شاہ آل مصطفیٰ عرف سید میاں قادری متوفی ۱۹۷۴ء ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ مرتضیٰ حیدر حسین میاں علیہ الرحمہ ہیں۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی تعلیم و تربیت کا تاج العلماء یعنی آپ کے ماموں جان نے بھرپور انداز میں خاص خیال رکھا تھا۔بذات خود اور حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی ،شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں صاحب اور خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب برکاتی کے ذریعہ آپ کے ماموں جان نے آپ کو درس نظامیہ کی تعلیم دلوائی ۔اپنے بیٹے کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔اپنی حیات ظاہری ہی میں اپنے شہزادے اور حضرت احسن العلماء کے حقیقی ماموں جان حضرت تاج العلماء مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔گھر والوں نے،عزیز و اقارب نے اور دیگر حضرات نے حضرت مجدد برکاتیت سے جب اعتراض کے انداز میں یہ سوال کیا کہ حضرت تاج العلماء ابھی باحیات ہیں تو ان کی زندگی ہی میں ان کے ہوتے ہوئے آپ نے اپنے نواسے حضرت احسن العلماء کو اپنا جانشین کیوں مقرر فرما دیا؟ اس پر حضرت مجدد برکاتیت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ’’محمد میاں میری نسل کے سجادہ ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ ہیں‘‘

(اہلسنت کی آواز جلد ۲۱ / ۲۰۱۴ء سے مفہوماً ماخوذ)

اپنے نانا جان کی خاص نگاہ لطف و کرم کی وجہ سے اور اللہ رب العزت کے فضل و احسان سے آپ علوم ظاہری اور علوم باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شریعت و طریقت کے عظیم سنگم بن گئے ۔آپ بہترین حافظ قرآن،قاری قرآن ،عالم باعمل ،عمدہ خطیب و واعظ،مثالی شاعر،مخلص مرشد،بہترین نثر نگار ہونے کے ساتھ ایک اثر انگیز مبلغ و داعی بھی تھے۔’’ذکر رضا‘‘ آپ کا محبوب ترین عنوان ہوتا تھا۔’’حدائق بخشش‘‘ میں درج اعلیٰ حضرت کے منظوم کلام میں مخفی جلیل القدر معانی و مفاہیم اور اسرار و رموز پر آپ کو دسترس کے ساتھ گہری واقفیت حاصل تھی۔اسی وجہ سے آپ کو ’’شارح حدائق بخشش‘‘ کے

خطاب زرّیں سے یاد کیا جاتا۔فروغ اہل سنت کے لیے آپ پر ہمہ وقت سیماوی کیفیت طاری رہتی۔بیعت و ارشاد کے لیے آپ ہمہ وقت پابرکاب رہتے۔آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا بے حساب فروغ ہوا۔مسلک اعلیٰ حضرت اور افکار اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور ترسیل وتوسیع میں آپ نے نمایاں اور مثالی کردار ادا کیا۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا نکاح سیدہ محبوب فاطمہ نقوی علیہا الرحمہ سے ہوا۔جن کو آپ نے بعد میں سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرایا۔آپ کے بطن مبارک سے میرے پیرومرشد امین ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری،صاحب سجادہ آستانۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ،شرف ملت حضرت سید محمد اشرف میاں قادری،آئی آر ایس آفیسر،مخدوم گرامی حضرت سید محمد افضل میاں قادری،آئی پی ایس،اے ڈی جی بھوپال،رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری،صاحب سجادہ آستانۂ قادریہ برکاتیہ نوریہ اور ایک صاحبزادی سیدہ ثمینہ نقوی صاحبہ چار شہزادوں اور ایک شہزادی کی ولادت ہوئی۔الحمدللہ! یہ سبھی حضرات بخیروعافیت بقید حیات ہیں۔

امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین ہونے کے ساتھ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ایک معروف پروفیسر رہ چکے ہیں۔سال گزشتہ ہی اس منصب سے آپ ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔دو بڑے بھائیوں کے وصال کے بعد حضرت امین ملت کی پیدائش ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ/ ۱۵راگست ۱۹۵۲ء کو قصبہ کاسگنج کے مشن اسپتال میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ شریف اور دینی و روحانی تعلیم حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء سے حاصل کی۔۱۰ر پارے حفظ کیے پھر مارہرہ شریف سے ہائی اسکول کر کے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخل ہو گئے فرسٹ ڈویزن سے ایم اے اردو کر کے پی ایچ ڈی کی اور یہیں شعبہ اردو میں لیکچرار ہو گئے۔پھر لیکچرار سے ریڈر،ریڈر سے پروفیسر ہو گئے۔آپ کا نکاح الہ آباد کے مشہور سادات گھرانے میں جناب سید عابد علی صاحب کی شہزادی سیدہ آمنہ خاتون صاحبہ سے ہوا جو فارسی میں ایم اے اور بی ایڈ کی ڈگری یافتہ ہیں۔آپ کے دو شہزادے حضرت سید امان میاں قادری،ولی عہد خانقاہ برکاتیہ اور حضرت سید عثمان میاں قادری ہیں جو ابھی زیر تعلیم ہیں۔حضرت امان میاں نے مسلم یونیورسٹی سے بی اے انگلش اور البرکات سے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی پھر جامعہ اشرفیہ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کر کے فی الحال البرکات شعبہ اسلامیہ کے ڈائرکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔ایک شہزادی عالیہ محترمہ سیدہ ایمن فاطمہ ہیں جن کی شادی بریلی شریف میں ہی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ میرے مرشد گرامی کو سلامت رکھے۔

دوسرے شہزادے حضرت سید اشرف میاں قادری برکاتی مدظلہ النورانی ہیں۔آپ ایک آئی آر ایس آفیسر ہونے کے ساتھ ایوارڈ یافتہ بہترین اردو ادیب اور شاعر بھی ہیں۔آپ کی پیدائش منابل سیتاپور میں مؤرخہ ۱۴رشعبان ۱۳۷۶ھ/ ۸رجولائی ۱۹۵۷ء کو ہوئی۔دینی تعلیم اپنے گھر میں اور مدرسہ قاسم البرکات سے حاصل کی۔مقامی اسکول سے ہائی اسکول کر کے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا یہاں بی اے آنرس اور پھر ایم اے گولڈ میڈل کے ساتھ پاس کیے۔یو•پی•ایس•سی•مقابلہ جاتی امتحان میں حصہ لیا۔پہلے آئی پی ایس بنے پھر سول سروسیز کے مقابلہ جاتی امتحان میں شرکت کر کے آئی آر ایس بن کر بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔سال گزشتہ ممبر انکم ٹیکس سیٹل مینٹ کمیشن کے عہدے سے آپ ریٹائرڈ ہو گئے۔آپ برصغیر کے ممتاز افسانہ نگاروں میں ایک منفرد حیثیت

رکھتے ہیں۔اب تک اُردو ادب کے حوالہ سے آپ کو کئی انعام اور کئی ایوارڈ مل چکے ہیں۔آپ صاحب دیوان شاعر ہیں۔آپ کا نکاح پروفیسر سید علی اشرف صاحب مرحوم جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے وائس چانسلر رہ چکے ہیں ان کی صاحبزادی سیدہ نشاط اشرف صاحبہ سے ہوا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سید نبیل اشرف، سید ناظم اشرف اور ایک بیٹی سیدہ شفا اشرف سے نوازا ہے۔آپ کے بڑے بیٹے تعلیم مکمل کرنے کے بعد پی۔او۔ کے امتحان میں کامیاب ہو کر اس وقت انڈین اوورسیز بینک کے منیجر ہیں۔چھوٹے شہزادے اور شہزادی ابھی زیر تعلیم ہیں۔

آپ کے تیسرے شہزادے حضرت افضل میاں صاحب قادری برکاتی نوری ہیں جن کی پیدائش مارہرہ مطہرہ میں ۱۱/مارچ ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔دینی تعلیم گھر کے بزرگوں ہی سے گھر ہی پر حاصل کی۔مسلم یونیورسٹی سے ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کیا۔قانون اور وکالت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۹۰ء میں آئی پی ایس منتخب ہوئے۔منتخب ہونے کے بعد پولیس محکمہ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے اس وقت بھوپال میں اے ڈی جی کے منصب پر فائز ہیں۔علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے رجسٹرار بھی رہ چکے ہیں۔کئی بار آپ کو بھاری بھرکم ایوارڈ دیئے گئے۔ ۲۰۱۱ء میں اور پھر ۲۰۱۹ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ کے لیے بھی آپ کا انتخاب ہوا۔حضرت احسن العلماء نے آپ کو سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔آپ کا نکاح حضرت امین ملت کی اہلیہ محترمہ کی چھوٹی بہن سیدہ راشدہ خاتون صاحبہ سے ہوا۔آپ کے ایک شہزادے سید برکات حیدر اور ایک بیٹی سیدہ کائنات ہیں جو ابھی زیر تعلیم ہیں۔

آپ کے چوتھے شہزادے رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی علیہ الرحمہ ہیں جو اس وقت خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ نشین ہیں۔مارہرہ مقدسہ میں آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔قرآن عظیم اپنی پھوپی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون صاحبہ سے پڑھا۔کچھ حصہ حضرت احسن العلماء سے بھی پڑھا۔اردو وغیرہ کی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی۔آگرہ یونیورسٹی سے آپ نے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔حضرت احسن العلماء نے آپ کو حضرت مفتی اعظم ہند سے بیعت کرایا۔آپ نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی بہت زیادہ توسیع فرمائی۔آپ نہایت خلیق، سخی اور بلند اخلاق کے حامل ہیں۔بزرگوں کے خصائل حمیدہ اور اخلاق عالیہ کا آپ حسین پیکر ہیں۔آپ کا نکاح اپنی خالہ زاد محترمہ سیدہ شبستاں صاحبہ سے ۱۹۹۴ء میں ہوا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہزادی سیدہ عارفہ اور دو شہزادے سید حسن حیدر اور سید محمد محسن کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔یہ تمام حضرات ابھی زیر تعلیم ہیں۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے شہزادگان عالی وقار کے زمانہ میں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کو بے پناہ عروج حاصل ہوا، بیشمار توسیعی، تعمیری، تعلیمی کارنامے انجام دیئے گئے۔علیگڑھ سے لے کر مارہرہ مطہرہ تک علم وفن اور تعلیم و تعلم کا ایک جہان آباد کر دیا گیا۔بلاشبہ یہ سب کارنامے حضرت احسن العلماء اور ان کے شہزادگان کی فروغ علم کے حوالے سے بے مثال دلچسپی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ان تمام مثالی کارناموں کو دیکھ کر حضرت مجدد برکاتیت کے تاریخی جملے ''یہ میری ذات کے سجادہ ہیں'' کی معنویت کا محسوس انداز میں بخوبی سراغ مل جاتا ہے۔

خانقاہ رضویہ کے صاحب سجادہ پر احسن العلماء کی باران لطف وکرم

از۔مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت واستاذ منظر اسلام بریلی شریف

خانقاہ برکاتیہ کی عظمت و رفعت: ۱۰ رویں صدی ہجری میں صاحب ''سبع سنابل شریف'' حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت سیدنا شاہ میر عبدالجلیل بلگرامی علیہ الرحمہ نے اترپردیش نامی ہندوستانی صوبہ کے ایٹہ نامی ضلع کی ایک چھوٹی سی پسماندہ بستی جسے ''مارہرہ'' کہا جاتا تھا اس میں شریعت وطریقت کا ''بے مثال سنگم'' بنانے کے لیے جب منتخب فرمایا تھا تو اس وقت کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ یہ چھوٹی سی بستی ایک دن ''مارہرہ'' سے ''مارہرہ مقدسہ'' بن کر دینی، مذہبی، مسلکی، علمی اور روحانی افق پر روشن ومنور ہو کر اپنی علمی وروحانی کرنوں سے عالم اسلام کے بیشمار خطوں کو فیضیاب کرے گی۔ اللہ رب العزت نے مارہرہ مقدسہ کی اس عظیم خانقاہ کو ہر دور میں تسلسل کے ساتھ شریعت وطریقت کے بے مثال تاجدار اور تصوف ومعرفت کے بے نظیر درخشندہ ستارے عطا فرمائے۔ اسی وجہ سے ایک مجدد کی نگاہ میں اس کی حیثیت یہ ہوگئی کہ ؂

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)

یوں تو سلسلہ قادریہ کا آغاز بغداد معلی کی سرزمین سے ہوا لیکن بعد میں اس سلسلہ قادریہ کا جتنا فروغ مارہرہ مقدسہ کی خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے ذریعہ ہوا اتنا کسی اور خطے سے نہیں ہوا۔ اس میں ذرّہ برابر مبالغہ نہیں کہ آج برصغیر کے علاوہ افریقی، امریکی، یورپی ممالک اور دنیا کے دیگر خطوں میں جہاں بھی قادری فیضان جاری و ساری ہے ان سب کا سررشتہ بالواسطہ یا بلاواسطہ مارہرہ مقدسہ کی اسی ''خانقاہ قادریہ برکاتیہ'' سے ملتا ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ آج دنیا کے بیشتر خطوں میں جتنی خانقاہیں ہیں ان میں سے اکثر خانقاہیں ''خانقاہ قادریہ برکاتیہ'' کے فیضان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیضیاب ہوئی ہیں۔ مارہرہ مقدسہ کی اسی خانقاہ نے ہر دور میں شاہراہ تصوف و سلوک کے بیشمار مسافروں کو جہاں منزل مقصود تک پہنچایا وہیں نہ جانے کتنے علمی خانوادوں کو معرفت وطریقت اور تصوف وسلوک کی لازوال روحانی نسبت عطا فرما کر معتبر ومستند، معروف ومشہور اور زندہ وجاوید بنا دیا۔ عوام وخواص کے ساتھ ہر دور کے ممتاز ترین علما، فقہا، محدثین، مفسرین اور اصحاب علم وفن خانقاہ قادریہ برکاتیہ سے اپنا رشتہ قائم کر کے اپنے روحانی اضطراب اور اپنے باطنی درد کا مداوا حاصل کرتے رہے ہیں۔

خانوادۂ برکاتیہ اور خانوادۂ رضویہ کا اٹوٹ رشتہ: مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم علمی شخصیت سے کون واقف نہیں؟ کمسنی ہی کے زمانہ سے آپ کے علم وفضل کی خوبیوں نے اہل علم و دانش کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ شعور کی منزلیں طے کر کے سن بلوغیت تک پہنچتے

پہنچتے آپ باقاعدہ فتویٰ لکھنے لگے تھے۔۲۰ر سال کی عمر میں داخل ہوتے ہوتے آپ کا علمی شہرہ بریلی شریف کی سرحدوں کو پار کر چکا تھا۔فتویٰ نویسی کے ساتھ اس مدت میں آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی بن چکے تھے۔اس کے باوجود آپ کے اندر ایک اضطراب تھا، ایک بے چینی تھی، ایک درد تھا اور ایک کسک تھی۔علم وفضل اور شہرت کی اتنی اعلیٰ منزل پر فائز ہو جانے کے باوجود آپ ہمہ وقت اپنے اندر ایک خلا محسوس فرماتے رہتے۔کبھی کبھی تو اس ان دیکھی کسک کی وجہ سے گھنٹوں روتے رہتے۔اسی حالت میں آپ نے اپنی عمر شریف کی ۲۲ر بہاریں طے فرمالیں۔آخر کار ایک دن آپ کو اپنی اس حالت اضطراب کے ختم ہونے کی نوید جانفزا سنا ہی دی گئی۔کھانا کھانے کے بعد ایک دن حسب عادت قیلولہ کرنے کی غرض سے آرام فرما تھے کہ اچانک خواب میں اپنے دادا جان کا دیدار فرماتے ہیں۔دادا جان آپ کے اس باطنی اضطراب اور آپ کی اس روحانی کسک کے خاتمے کی خوشخبری سناتے ہیں۔آپ کے برادر زادے اور فرزند نسبتی حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے اس خواب کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ایک روز اعلیٰ حضرت قبلہ کسی خیال میں روتے روتے دوپہر کو سو گئے اس لیے کہ قیلولہ (دوپہر کو لیٹنا جو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے) اس خاندان میں اب تک رائج ہے۔اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس سنت پر مدت العمر عامل رہے۔خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا تشریف لائے اور فرمایا: ”وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا“۔چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہو جانا چاہیے۔چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف کو چل پڑے (اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد اور مولانا عبدالقادر صاحب) جب یہ حضرات مارہرہ شریف پہنچے اور آستانۂ عالیہ برکاتیہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ حضرت سیدنا ومولانا آل رسول سے اعلیٰ حضرت قبلہ اور ان کے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلیحضرت قبلہ کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے وہ یہ تھے: ”آیئے! ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے“۔اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد بیعت ہوئے اور مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کر تاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔یوں یہ خلش جس کے لیے اعلیٰ حضرت روتے تھے رب العزت نے نکال دی۔شریعت کی تعلیم و تربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیر و مرشد نے کرادی۔اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت وطریقت دونوں کے امام ہو گئے۔“

(سیرت اعلیٰ حضرت بحوالہ اہل سنت کی آواز جلد ۲۱ر نومبر ۲۰۱۴ء ص ۹۹،۱۰۰)

حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی کی روایت (مندرجہ اہل سنت کی آواز جلد ۲۱ر نومبر ۲۰۱۴ء صفحہ ۱۰۴) کے مطابق مؤرخہ ۵ر جمادی الاخریٰ ۱۲۹۵ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا جو روحانی رشتہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے قائم فرمایا تھا وہ ہر دور میں مزید مستحکم سے مستحکم تر ہوتا رہا۔حضرت ”خاتم الاکابر“ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت کے مرشد اجازت، سراج السالکین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے بایمائے غیبی ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کا بیش بہا تمغہ اور بے مثال

خطاب زرّیں عطا فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خانقاہ برکاتیہ اور خانوادۂ رضویہ کے رشتوں کو قوی و مستحکم اور اس روحانی بندھن کو مضبوط واٹوٹ بنا دیا۔اعلیٰ حضرت نے بھی خانقاہ برکاتیہ کی غلامی کا حق ادا کرنے میں ذرّہ برابر کمی نہ کی ۔ یہاں کے مشائخ طریقت کی بارگاہوں سے صادر ہونے والے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا آپ اپنے لیے سعادت مندی سمجھتے تھے ۔آپ نے اپنی ان سرکاروں کی بارگاہوں میں جومنظوم ومنثورخراج عقیدت کے گلدستے پیش فرمائے ہیں ان کی بھینی بھینی خوشبو سے آج بھی دنیائے سنیت اپنی عقیدت و محبت کوجلا بخش رہی ہے۔اعلیٰ حضرت نے یہاں سے اپنا رشتہ قائم کرنے کے بعد اپنے برادران اور اپنے شہزادگان کو بھی اس عظیم خانقاہ کی اسیری کے سپرد کر دیا۔امتداد زمانہ کے باوجود آج بھی خانوادۂ رضویہ کا ہرفرد خانقاہ قادریہ برکاتیہ کواپنااوراپنے بزرگوں کا پیر خانہ اوراپنے آپ کواس پیر خانے کا غلام وخادم تصور کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی خانوادۂ رضویہ کے کئی شہزادے خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے موجودہ بزرگوں سے نسبت بیعت و ارادت اورنسبت اجازت وخلافت رکھتے ہیں۔

ان دونوں خانقاہوں کا جو رشتہ اعلیٰ حضرت کے دور میں قائم ہوا تھا وہ الحمدللہ! ہر دور میں اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ قائم رہا۔ دونوں ہی طرف کے بزرگ اپنے اسلاف کی روایتوں کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے اس روحانی وقدیمی رشتہ کوبحسن وخوبی یوں نبھارہے ہیں کہ ایک طرف تو خانوادۂ رضویہ کا ہرفرد خانقاہ برکاتیہ کواپنااوراپنے اجداد کرام کا پیرخانہ اوروہاں کے بزرگوں کواپنا سرپرست اور رہنما مانتا ہے تو وہیں دوسری طرف خانقاہ برکاتیہ کا ہر بزرگ آل رضا کو اپنے افرادخانہ کا درجہ دیتا ہے۔یوں ہی خوشی اورغم کے ہر موقع پر یہ مشائخ کرام ایک دوسرے کے ساتھی وساجھی اورشریک وسہیم رہتے ہیں۔

خانقاہ رضویہ سے حضرت احسن العلماء کی محبت:

ماضی قریب میں مرشد اعظم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس رشتہ کومزید استحکام عطا فرمایا۔آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ اوراپنے دو شہزادوں کوسیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست کرم پر بیعت کرا کر اس رشتہ کومزید جلا عطا فرمائی۔حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہر اہم موقع پر بریلی شریف تشریف لاتے۔ یہاں کے معاملات سلجھانے میں کلیدی کردار ادا فرماتے ۔ یہاں کی ہر دینی، مذہبی، مسلکی، علمی اور روحانی تحریکوں کی سرپرستی فرماتے۔ انہیں اعلیٰ حضرت اور مشائخ خانقاہ رضویہ سے بے پناہ محبت والفت تھی۔ان کی محفلوں میں جن حضرات نے شرکت کی ہے۔جنہوں نے ان کی مصاحبت حاصل کی ہے۔جنہوں نے ان کی تقریریں اوران کے وعظ و نصائح سماعت فرمائے ہیں وہ انہیں ''ذاکر رضا''اور ''شارح حدائق بخشش'' کے نام سے جانتے ہیں۔حقیقت بھی یہی ہے کہ ان کی کوئی محفل اعلیٰ حضرت کے ذکر سے اور''حدائق بخشش'' کے منظوم کلام کے اشعار سے خالی نہ ہوتی تھی۔جلسہ ہو کہ جلوس، نجی محفل ہو یا عوام وخواص کے ساتھ عام نشست وہ ہر جگہ اور ہر محفل میں اعلیٰ حضرت کے ذکر کی گنجائش نکال ہی لیا کرتے تھے۔ جب وہ ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہہ کر اعلیٰ حضرت کا کوئی شعر یا اعلیٰ حضرت کی کوئی بات پیش کرتے تو سامعین عش عش کر اٹھتے ۔اس وقت حضرت احسن العلماء کا انداز محبت قابل دید ہوتا تھا۔فقیر راقم الحروف نے''اہل سنت کی آواز'' کے کئی قدیمی شمارے پڑھے ہیں۔

یہ وہ شمارے ہیں کہ جو حضور سیدی احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں نکلتے تھے۔ان شماروں میں کئی جگہ عرس اعلیٰ حضرت کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔جس میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں باقاعدگی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے عرس کی محفل نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتی تھی۔حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ بنفس نفیس اس محفل میں تشریف فرما ہوتے۔''حدائق بخشش'' کی نعتیں پڑھتے، وعظ و نصیحت فرماتے اور خود ہی قل شریف پڑھتے اور پھر ایصال ثواب فرماتے۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کے گہرے مراسم رہے۔باقاعدگی کے ساتھ ملاقات فرماتے۔دیکھنے والے دونوں ہی طرف سے عقیدت و محبت کے جلوے ملاحظہ کرتے۔حضرت احسن العلماء کا اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے دونوں فرزندوں (مخدوم گرامی حضرت سید افضل میاں صاحب قبلہ اور رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ) کو حضرت مفتی اعظم ہند سے بیعت کرانا اور مرشد گرامی، مخدوم ابن مخدوم امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو باصرار بلکہ بحکم اجازت وخلافت دلوانا اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے کہ حضرت احسن العلماء کے دل میں مفتی اعظم ہند کی محبت کے جلوے کس قدر خوشنما انداز میں جاں گزیں تھے۔

ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں اور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں علیہما الرحمہ سے بھی وہ بہت محبت فرماتے۔یہ دونوں بزرگ بھی ان کی بے حد تعظیم و توقیر فرماتے اور انہیں اپنا سرپرست قرار دیتے۔حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے تو آپ کی شان میں منظوم کلام بھی رقم فرمایا ہے۔

احسن العلماء کی صاحب سجادہ سے محبت و الفت: احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، صاحب سجادۂ آستانۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی سے بے حد محبت و الفت فرماتے اور بے پناہ شفقت کا اظہار کرتے۔ہر مشکل گھڑی میں حضرت احسن العلماء نے حضرت صاحب سجادہ کا مکمل طور پر تعاون بھی فرمایا اور ساتھ بھی دیا۔جب بھی ملول خاطر ہوئے تو ہمت و حوصلہ عطا فرمایا، اپنی ہر ممکن مدد اور مکمل پشت پناہی کی یقین دہانی کرائی، صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی بھرپور انداز میں مختلف اور متعدد موقعوں پر اس کا ثبوت فراہم کیا۔کبھی خود بنفس نفیس تشریف لا کر حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی فرمائی تو کبھی اپنے شہزادگان میں سے کسی کو بھیج کر حضرت صاحب سجادہ کی سرپرستی کا اعلان کرایا۔کبھی زبانی تو کبھی تحریری غرض کہ حضرت صاحب سجادہ پر وہ اپنے لطف و کرم اور شفقت و محبت کی ایسی بارش فرماتے کہ جس طرح ایک مشفق باپ اپنے بچوں پر باران لطف و کرم برساتا ہے۔ہر کٹھن وقت میں وہ صاحب سجادہ کو اپنے دامن کرم میں اس طرح سمیٹ لیتے جیسے پرندے اپنے کمسن بچوں کو اپنے پروں میں سمیٹ لیتے ہیں۔محبت و الفت اور لطف و کرم کا یہ معاملہ یک طرفہ نہیں تھا بلکہ یہ معاملات دونوں ہی طرف سے یکساں نیت بھرے تھے۔حضرت احسن العلماء اگر ایک طرف حضرت صاحب سجادہ سے اپنے بچوں کی طرح محبت وانسیت رکھتے تو دوسری طرف حضرت صاحب سجادہ بھی انہیں اپنے والد ہی کا درجہ دیتے۔

ان کے علاوہ کسی کو بھی وہ اپنا نہ سرپرست جانتے اور نہ ہی خیرخواہ۔حد تو یہ ہے کہ جب بھی حضرت صاحب سجادہ کی محفل میں حضرت احسن العلماء کا ذکر چھڑ جاتا تو آپ والہانہ انداز میں نہ صرف یہ کہ ان کی یادوں اور ان کی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں بلکہ انہیں اپنا ''آقائے نعمت'' بھی قرار دیتے ہیں چنانچہ حضرت احسن العلماء کے تعلق سے ایک جگہ اپنے قلبی تاثرات کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ:

''حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ فقیر قادری پر ہمیشہ اپنے الطاف وکرم کی موسلا دھار بارش فرمایا کرتے تھے۔مجھ پر ان کے بیشمار احسانات ہیں۔وہ میرے لیے لطف وکرم کا ایک تناور اور سایہ دار درخت تھے۔والد بزرگوار، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد میرے آقائے نعمت حضور سیدی احسن العلماء علیہ الرحمہ نے مجھے کبھی اپنے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ہر مشکل گھڑی میں وہ میرے لیے ایک عظیم محسن کی صورت میں نمودار ہوئے۔بے پناہ شفقت فرماتے، الفت فرماتے، محبت فرماتے اور اپنے شہزادگان کی طرح میرے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ فرماتے۔'' (اہل سنت کی آواز)

صاحب سجادہ کی رسم سجادگی کی ادائے گی میں احسن العلماء کا اہم کردار:

صاحب سجادہ کی رسم سجادگی کی ادائے گی میں احسن العلماء کا اہم کردار: مؤرخہ ۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ ۸؍جون ۱۹۸۵ء کو ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا جب وصال ہوگیا تب حضرت احسن العلماء بریلی شریف تشریف لائے اور اس کے بعد درگاہ اعلیٰ حضرت میں آپ کے سر پر سجادگی کی جو دستار حضرت احسن العلماء نے سجائی اس کے تفصیلی واقعہ کا ذکر حضرت صاحب سجادہ کے اداریہ میں آچکا ہے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سابق صدر المدرسین حضرت علامہ نعیم اللہ خان صاحب چونکہ ان تمام معاملات میں بنفس نفیس شریک وگواہ تھے انہوں نے بھی مذکورہ واقعہ کا ذکر اپنی زبانی روایت میں کئی بار کیا ہے۔

حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مؤرخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷؍شوال ۱۴۰۵ھ/ ۱۵، ۱۶، ۱۷؍جولائی ۱۹۸۵ء کو حضرت ریحان ملت کے عرس چہلم کی تقریبات کا نہایت عالیشان انداز میں انعقاد کیا گیا۔ملک وبیرون ملک سے اس موقع پر بیشمار علما، مشائخ اور سجادگان تشریف لائے۔حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کسی مجبوری کی وجہ سے اس عرس چہلم میں خود تو تشریف نہ لا سکے مگر اپنی اور خانقاہ برکاتیہ کی نمائندگی کے لیے آپ نے اپنے شہزادۂ اصغر، رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی مدظلہ کو اپنی چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ مارہرہ شریف سے مؤرخہ ۲۶؍شوال ۱۴۰۵ھ/ ۱۶؍جولائی ۱۹۸۵ء کو بریلی شریف بھیجا۔ان کے ساتھ آپ نے اپنا ایک خط، حضرت صاحب سجادہ کی تولیت وسجادگی کی تائید میں ایک مفصل تحریر اور اپنا ایک جبہ وعمامہ بھی ارسال فرمایا۔حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے نہایت ہی خوبصورت، پھولوں سے مزین گلابی رنگ کے ایک کاغذ پر اپنا یہ خط تحریر فرمایا ہے جس کے اوپری سرے پر ایک مہر لگی ہوئی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

''سید حسن قادری عفی عنہ، سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایٹہ) متولی وقف علی الاولاد مارہرہ ضلع ایٹہ، ۲۶؍شوال ۱۴۰۵ھ''

اسی مہر کی بائیں جانب ایک خوبصورت سا گلاب کا پھول بنا ہوا ہے۔اور یہ پورا کاغذ ایک خوبصورت چوکور پھول پتیوں کے

بارڈر سے گھرا ہوا ہے۔خط کے اخیر میں حضرت احسن العلماء کے دستخط ہیں اور دستخط کے نیچے ۱۶/جولائی ۱۹۸۵ء کی تاریخ رقم ہے۔اس خط کا مضمون اس طرح ہے:

''۷۸۶/۹۲

خانقاہ برکاتیہ

مارہرہ(ایٹہ)

عزیز مکرم،زیدہ مجدکم،السلام علیکم ثم وعلیکم السلام والرحمۃ۔

بفضلہٖ طالب خیریت بخیر ہوں۔

اسرائیل صاحب آج صبح واپس آئے۔دستی خط ملا۔میں ابھی بھی سفر کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔برخوردار سید نجیب حیدر برکاتی اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو بھیج رہا ہوں۔یہ میری ذاتی نمائندگی بھی کریں گے اور خانقاہ کی بھی۔ان کی سرپرستی کے لیے ان کے ہمراہ میری ہمشیرہ صاحبہ محترمہ (خورد) بھی شریک عرس ہو رہی ہیں۔میرے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔یہ دونوں کل بعد فاتحۂ قل (مؤرخہ ۲۷/شوال/ ۱۷/جولائی) بریلی سے مارہرہ کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔جملہ احباب اہل سنت سلمہم کو سلام مسنون۔والسلام

دستخط

(سید حسن)

16/07/1985''

مذکورہ بالا خط کی اصل کاپی حضرت صاحب سجادہ مدظلہ اور فوٹو کاپی راقم کے پاس ابھی تک محفوظ ہے۔

اس خط کے ساتھ ہی حضرت صاحب سجادہ مدظلہ العالی کی سجادگی،تولیت،نظامت وغیرہ کے حق میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو تائیدی تحریر حضرت رفیق ملت کے ہاتھوں عرس چہلم کے موقع پر ارسال فرمائی تھی وہ ۲/صفحات پر مشتمل ہے۔یہ دونوں صفحات بھی رنگین ہیں،سطروں والے ہیں،نیچے کی جانب ایک کنارے پر نہایت ہی خوبصورت گلاب کا پھول مع پتیاں بنا ہوا ہے۔ان صفحات کا زمینی رنگ سفید ہے۔اپنے قلم سے حضرت نے یہ تحریر خوبصورت انداز میں رقم فرمائی ہے۔اس تحریر کی ابتداء ''۷۸۶/۹۲'' سے کی گئی ہے۔اخیر میں وہی مہر لگی ہوئی ہے جو مذکورہ بالا پہلے خط میں لگی ہوئی تھی جس کا مضمون یہ ہے:

''سید حسن برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایٹہ) متولی وقف علی الاولاد مارہرہ۔ضلع ایٹہ ۲۵/شوال ۱۴۰۵ھ۔''

اس تحریر کے اختتام پر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کے دو طرح کے دستخط ہیں ایک اردو میں اور دوسرے انگریزی میں۔اردو والے دستخط میں اردو ہندسوں میں قمری اور شمسی دونوں تاریخیں مع سن مرقوم ہیں اور انگریزی والے دستخط کے نیچے انگریزی ہندسوں میں شمسی تاریخ مع سن پڑی ہوئی ہے۔اس کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

''حضرات علمائے کرام ومشائخ ذوی الاحترام،افراد خانوادۂ رضویہ وبرادران اہل سنت،وابستگان آستانۂ رضویہ زید مجدکم۔السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

کیونکہ حضرت علامہ ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان،متولی آستانۂ رضویہ وسربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام وچیف ایڈیٹر''ماہنامہ اعلیٰحضرت''نے اس عالم فانی سے رحلت فرما کر ان شاء اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں مقام پایا،لہٰذا حسب ''تعامل قدیم ورواج خاندانی'' حضرت رحمانی میاں علیہ الرحمہ سے جتنے دینی ودنیوی مناصب اور ذمہ داریاں متعلق تھیں جن میں سے

کچھ کا ذکر اسی تحریر کے شروع میں موجود ہے وہ ساری ذمہ داریاں اور مناصب حضرت رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمہ کے خلف اکبر، فاضل گرامی مولوی فیضان رضا خاں عرف سبحانی میاں کو تفویض کیے گئے اور سونپے گئے، اب عزیز موصوف سلمہم اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی جگہ متولی درگاہ رضویہ و مسجد رضا نیز سربراہ اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی و چیف ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت اپنی زندگی بھر رہیں گے اور اپنے آباء واجداد کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعراس مبارکہ بھی یہی سبحانی میاں صاحب کرتے رہیں گے جس طرح ان سے پہلے ان کے والد مرحوم علامہ رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمہ کرتے رہے ہیں۔ ان کو چاروں حقیقی بھائیوں سلمہم کی ہر طرح کی معاونت اور اپنے خانوادے کے موجودہ بزرگوں کی سرپرستی بھی انہیں ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل رہے گی۔

میں سید مصطفیٰ حیدر عرف حسن، سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ مندرجہ بالا تحریر سے بحمدہ تعالیٰ مطمئن اور اس کا مؤید ہوں اور برابر دعائے خیر کرتا ہوں۔ والسلام خیر ختام"۔

(دستخط اردو میں)

فقیر برکاتی سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ

بروز دوشنبہ مبارکہ ۲۵ر شوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۸۵ء

(دستخط انگریزی میں)

15/07/1985

(مہر)"

یہ تائیدی تحریر دو صفحات پر مشتمل ہے جن کی صرف ایک ہی جانب مضمون تحریر ہے مگر دونوں ہی صفحات کی پشت پر وہی مہر لگائی گئی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ پشت پر مہر لگانے کے ساتھ ہی حضرت نے انگریزی میں دستخط مع تاریخ وسن ثبت فرمائے ہیں۔ یہ کمال درجہ کی احتیاط ہے کہ کہیں کوئی ان صفحات کی پشت پر اپنی طرف سے خیانت کرتے ہوئے کوئی مضمون تحریر نہ کر لے۔

صاحب سجادہ کو احسن العلماء کی خلافت: خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے کسی شخصیت کو خلافت کا تفویض کیا جانا یہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑا اعزاز اور انعام ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ عظام نے ہر دور میں اپنی خلافتیں تفویض کرنے کے لیے بہت محتاط انداز اپنایا ہے۔ تفویض خلافت کے لیے ان حضرات نے ذاتی خوبیوں سے مزین ایسی شخصیتوں کا انتخاب کیا ہے کہ جو علم و عمل کے ساتھ سلسلہ کی بھی خوب سے خوب تر ترویج واشاعت اور ترسیل و توسیع کرنے کے ذرائع و وسائل اور طاقت وقوت رکھتے ہوں۔ عوام وخواص میں ان کی مقبولیت بھی ہو۔ اس سلسلہ میں محترم ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی صاحب، جوائنٹ سکریٹری البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علیگڑھ اپنے مضمون بنام "تفویض خلافت کے امتیازات و مشائخ مارہرہ کے خلفائے کرام"، میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"زمانہ قدیم سے لے کر آج تک مشائخ مارہرہ نے سلسلہ برکاتیہ کے اجراء کے لیے اور بندگان خدا کو تصوف وطریقت کے رموز و اسرار سے آگہی اور وابستگی کے لیے جن اشخاص کو خلافت کے لیے چنا وہ اپنی علمی اور مذہبی خدمات کے حوالے سے منفرد اور ممتاز شخصیات تو تھے ہی بلکہ زمانہ میں اتنے معروف اور مقبول بھی تھے جن کی وجہ سے سلسلہ برکات ہند و بیرون ہند بہت معروف ہوا۔ مشائخ مارہرہ نے

اپنی خلافت کوتفویض کرنے میں بیحد محتاط رویہ کل بھی اپنایا تھا اور آج بھی ہمارے بزرگ اپنے بزرگوں کی روش پر قائم ہیں۔‘‘

(اہلسنت کی آواز جلد ۲۱ ر نومبر ۲۰۱۴ء صفحہ ۳۵)

مذکورہ بالا اقتباس کے تناظر میں اگر صاحب سجادہ کی شہرت و مقبولیت کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ آپ کا تعلق خانوادۂ رضویہ سے ہے، آپ نبیرۂ اعلیٰ حضرت ہیں۔اعلیٰ حضرت کی ذات سے یہ نسبی تعلق اور خانوادۂ رضویہ سے آپ کا یہ رشتہ عقیدتمندان اعلیٰ حضرت میں آپ کی شہرت اور مقبولیت کے لیے کافی ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ جماعت اہل سنت کی جلیل القدر ہستیوں نے آپ کے سر پر خانقاہ رضویہ کی سجادگی کا تاج رکھا۔ظاہر سی بات ہے کہ مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ کی سجادگی کوئی چھوٹا تو منصب نہیں بلا شبہ یہ منصب ہی اپنے آپ میں ایک بھاری بھر کم حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت صاحب سجادہ کے انہی اختصاصات وامتیازات کو مدنظر رکھتے ہوئے شاید حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی موروثی اور خاندانی اجازت وخلافت کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا۔

عموماً مشائخ عظام اپنے خلفاء کو جو خلافت نامہ عطا فرماتے ہیں وہ مطبوعہ ہوتے ہیں لیکن حضرت صاحب سجادۂ آستانہ اعلیٰ حضرت کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے موروثی وقدیمی سلاسل طریقت، اوراد و وظائف، ادعیہ واعمال اور اشغال واذکار غیرہا کی زبانی طور پر جو اجازت وخلافت تفویض فرمائی اس کی سند کے طور پر ایک اجازت نامہ اور خلافت نامہ بھی خانقاہ رضویہ بریلی شریف ارسال فرمایا۔ یہ خلافت نامہ رسمی انداز کا مطبوعہ یا چھپا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ یہ خلافت نامہ آپ کے ذاتی لیٹر پیڈ پر آپ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی خلافت نامہ ہے۔جسے آپ نے اپنے ذاتی لیٹر پیڈ کے چار صفحات میں قلم برداشتہ تحریر فرمایا ہے۔اس لیٹر پیڈ کے ماتھے پر اردو اور انگریزی میں سبز رنگ سے آپ کا نام، عہدہ اور مقام یوں مطبوع ہے:

786/92

‘‘سید حسن میاں قادری	S. H. Qadri
سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ	Sajjadanasheen Dargah Barkatiya
مارہرہ (ایٹہ) یوپی	P.O. Mahrahra (Eath) U.P.
مؤرخہ	Date..............................‘‘

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے یہ خلافت نامہ ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء میں منعقد ہونے والے عرس رضوی کے موقع پر عرس رضوی کی آخری تقریب جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا قل شریف ہوتا ہے، اس میں حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ کے ہاتھوں ارسال فرمایا تھا جسے آپ نے مؤرخہ ۲۴ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ/ ۷ر اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ مبارکہ صبح ۷ر بجکر ۱۰ر منٹ پر تحریر فرمایا تھا۔اس خلافت نامہ کے اخیر میں دو طرح کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ایک مہر کا مضمون تو وہی ہے جو ماقبل کی تحریروں میں مذکور ہوا یعنی:

‘‘سید حسن میاں قادری، سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارھرہ (ایٹہ) متولی وقف علی الاولاد مارہرہ۔ضلع ایٹہ‘‘

دوسری مہر چاند کی شکل کی بنی ہوئی ہے جس کے دو گھیرے ہیں پہلے والے بڑے گھیرے میں جلی حروف میں یوں تحریر ہے:

۷۸۶/۹۲‘‘

من ودست وداماں حاجی میاں ‘‘

دوسرے چھوٹے اور باریک ہلالی گھیرے میں یہ تحریر ہے:

''سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی مارہروی''

اس خلافت نامہ کا مضمون جو مطبوعہ لیٹر پیڈ کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

''خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی

رسولہ الکریم والہ واصحابہ

ذوی الفضل العمیم و علی من تبعھم

امابعد! آج مؤرخہ ۲۴ رصفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۷ راکتوبر ۱۹۸۸ء جمعہ مبارکہ، میں نے اپنی محل سرائے زنانہ واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ ضلع ایٹہ میں بیٹھ کر اپنی پوری رضا و رغبت، خوشی اور مسرت کے ساتھ بہ حالت صحت نفس و ثبات عقل و درستی ہوش وحواس خمسہ اپنے قلم سے اس تحریر کے ذریعہ عزیز گرامی قدر مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں عرف سبحانی میاں قادری برکاتی نوری رضوی سلمہم، متولی اوقاف خانقاہِ رضویہ و مسجد رضا و مہتمم اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام و مدیر اعلیٰ رسالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت واقع محلّہ سوداگران شہر بریلی کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کالپویہ (سلسلۃ الذہب) نیز دلائل الخیرات وحزب البحر وحرز یمانی ودیگر ادعیہ مثل دعائے حیدری و دعائے بشمع وتکسیر عاشقاں کی اجازت وخلافت دے کر اس سلسلہ عالیۂ قادریہ برکاتیہ کالپویہ (سلسلۃ الذہب) مذکورہ بالا میں ''بیعت'' لینے کا مجاز اور ماذون کیا **بشرائطہ المعلومۃ عند الائمۃ الغرر**۔ جس طرح میں اپنے حضرت مرشدِ برحق نانا حضور اور اپنے حقیقی خالِ محترم تاج العلماء، سراج العرفاء، شاہ اولادرسول فخر العالم سید محمد میاں صاحب برکاتی قدس سرہما سے مجاز و ماذون ہوں۔ اللہ تعالیٰ مبارک ومسعود فرمائے اور عزیز مکرم سبحانی میاں سلمہم کو ان کے اکابر کرام قدست اسرارہم نیز سلسلۂ برکاتیہ کے جملہ مرشدان کرام قدست اسرارہم کے فیوض و برکات کا عامل و وارث ظاہری و باطنی بنائے۔ **بجاہ الحبیب الامین المکین علیہ الصلاۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ**۔ عزیز موصوف کو لازم ہے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر نہایت شدت اور مضبوطی سے قائم رہیں۔ جملہ دشمنان دین بالخصوص وہابیہ، دیوبندیہ ونجدیہ وغیرہم جملہ فرق باطلہ پر حتی الوسع ردّ وطرد کو اپنا شعار بنائیں اور اسی پر حتی الامکان اپنے اتباع ومسترشدین اور اولاد در اولاد کو قائم رکھنے میں ساعی وداعی رہیں۔ اپنے ظاہر و باطن کو ایمان و تقویٰ اور علم وعمل ظاہری و باطنی سے امکان بھر آراستہ و پیراستہ رکھنے کی بھی سعیٔ بلیغ کرتے رہیں اور اس فقیر برکاتی سید حسن عفی عنہ کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہیں۔

اے پسر شرط صحت بیعت
درطریقت اجازت سلف است
از دغل سکۂ بندہ مزن
کآں رہ کاسدانِ نا خلف است

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ و اصحابہ اجمعین و علینا معھم وبھم و لھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کتبہ بقلمہ وقالہ بفمہ واقرہ بلسانہ

الفقیر الحقیر الحافظ السید الشاہ مصطفی حیدر المعروف

حسن میاں،القادری البرکاتی خادم السجادۃ العلیۃ العالیۃ البرکاتیۃ،الواقعۃ فی مارھرۃ المطھرۃ من مضافات ایتہ۔

۲۴رصفرالمظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۷راکتوبر ۱۹۸۸ء جمعہ مبارکہ

العبدسیدحسن میاں قادری بقلم خود

۱۴۰۹/۲/۲۴ھ جمعہ مبارکہ

7-10-1988

۷ربجکردس منٹ (صبح)

(مہر۱)،(مہر۲)''

مذکورہ بالا خلافت نامہ حضرت احسن العلماء علیہم الرحمۃ والرضوان نے گلابی رنگ کی جس فائل میں رکھ کر بھیجا تھا اس کے سرورق پر بھی آپ نے مذکورہ بالا دونوں مہریں نیلی روشنائی سے ثبت فرمائی تھیں اور ان مہروں کے نیچے آپ نے جو تحریر فرمایا تھا وہ مندرجہ ذیل ہے:

''خلافت نامہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ بنام مولوی محمد سبحان رضا خاں صاحب عرف سبحانی میاں،متولی اوقاف مسجد رضا،خانقاہ رضویہ،مدیر اعلیٰ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ومہتمم اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام۔جملہ، واقع محلّہ سوداگران۔بریلی۔(یوپی)

نوشتہ فقیر برکاتی سید حسن میاں برکاتی،سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایٹہ)یوپی 7/10/88''

اس خلافت نامہ میں حضرت احسن العلماء نے جن چیزوں کی ہدایت کی ہے ان میں خاص طور پر یہ ہدایت بھی ہے کہ''اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر نہایت شدت و مضبوطی سے قائم رہیں،جملہ دشمنان دین بالخصوص وہابیہ،دیوبندیہ و نجدیہ وغیرہم فرق باطلہ پر حتی الوسع ردّ وطرد کو اپنا شعار بنائیں۔''

آپ کی اس ہدایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذہب ومسلک کے سلسلہ میں حضرت احسن العلماء کتنے متصلب تھے اور وہابیہ و دیابنہ وغیرہ گمراہ فرقوں کا ردّ کرنا لازمی سمجھتے تھے۔

احسن العلماء کے ذریعہ مشکل گھڑی میں صاحب سجادہ کی بھرپور تائیدواعانت:

بھرپور تائیدواعانت: حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صاحب سجادہ مدظلہ سے کتنی محبت اور آپ پر کتنی شفقت فرماتے تھے اس کا عملی ثبوت اس واقعہ سے ہمیں بخوبی مل جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ بریلی شریف میں اسلامیہ انٹر کالج کے اندر حضرت صاحب سجادہ کے زیراہتمام وسیع پیمانے پر منعقد ہونے والے عرس رضوی میں رخنہ اندازی کے لیے وہابیہ ودیابنہ اور حاسدین نے ایک طوفان برپا کر دیا تھا جس کا ذکر جامعہ رضویہ منظر اسلام کے استاذ ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب نے اپنے مضمون میں یوں کیا ہے:

''یہاں پر قبل وصال کے واقعات کی بات آ گئی تو قارئین کی معلومات کے لیے ایک اچھوتا واقعہ جو عموماً مشائخ عظام اپنی رحلت سے قبل اپنے مریدین وخلفاء کو اپنی مخصوص امانت سے سرفراز کر دیا کرتے ہیں بعینہ وہی واقعہ وصال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ پیشتر صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ کے ساتھ درپیش آیا۔میں اسے سپرد قلم کر رہا ہوں۔میرے خیال سے یہ احسن العلماء کی نگاہ بصیرت ہی نہیں بلکہ ایک کھلی کرامت تھی جو منصۂ شہود پر آئی۔ واقعہ یوں ہے کہ امسال عرس رضوی سے قبل محلّہ سوداگران ایک بحرانی دور سے گزر رہا تھا۔خانوادۂ رضویہ کے تمام افراد پر بہتان تراشی کی یلغار ہورہی تھی بالخصوص صاحب سجادہ پر بے بنیاد الزامات

اور رکیک حملے پوسٹر واشتہار کے ذریعہ ہور ہے تھے۔ایسے نازک موڑ اورابتر حالات سے کبیدہ خاطر ہوکرایک تحریری استغاثہ خانقاہ برکات کے سجادہ نشین حضرت احسن العلماء کی خدمت میں صاحب سجادہ نے پیش کر دیا۔احسن العلماء نے صاحب سجادہ کوخصوصی طور پر اپنے در دولت پر بلایا اور تنہائی میں ملاقات کا شرف بخشا اور اپنے دستخط کے ساتھ اپنی خانقاہ کے ہونے والے سجادہ نشین (مولانا ڈاکٹر سید امین میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ) کے دستخط کے ساتھ ایک دستاویز عنایت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا اور اپنے گلے کا تعویذ بھی عطا فرمایا۔راقم الحروف اس وقت وہاں موجود تھا۔صاحب سجادہ کی احسن العلماء سے یہ آخری ملاقات تھی۔ جب صاحب سجادہ مارہرہ شریف سے بریلی واپس ہوئے تو چند دن کے اندر وہ طوفان بدتمیزی کی کالی گھٹا کافوری شمع کی چکاچوند روشنی سے مٹتی چلی گئی اور عرس رضوی نہایت ہی آن بان اور شان وشوکت سے اختتام پذیر ہوا۔ حاسدین منھ تکتے رہ گئے۔بقول احسن العلماء:''سبحانی میاں تم گھبراؤ نہیں،تم ہمت سے کام لو! خانقاہ رضویہ نوریہ حامدیہ کے تم سجادہ نشین ہو اور آئندہ بھی تم ہی رہو گے''۔احسن العلماء کی یہ بات درست ثابت ہوئی لہٰذا اسے کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔''

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ماہ نومبر،دسمبر ص۱۵۳)

چونکہ بریلی شریف میں حضرت صاحب سجادہ کے خلاف کئی اشتہار اور پوسٹر شائع کیے گئے تھے جس کا ذکر مذکورہ بالا اقتباس میں اس وقت کے عینی شاہد مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب نے کیا ہے۔ ان ناخوشگوار واقعات سے ملول خاطر ہوکر حضرت صاحب سجادہ نے غالباً مؤرخہ ۷رجولائی ۱۹۹۵ء میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی بارگاہ لطف وکرم میں اپنی منصبی ذمہ داریوں سے سبکدوشی اور مستعفی ہونے سے متعلق اپنے کچھ معتمد ومعزز حضرات کے ذریعہ ایک مفصل تحریر پیش فرمائی جس کا مضمون یوں ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بقیۃ السلف،عمدۃ الخلف رفیع الدرجت ،عظیم البرکت احسن العلماء حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب مدظلہ العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

معروض ایں کہ آج سے ۱۰رسال قبل ۱۹۸۵ء میں میرے والد ماجد حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد علمائے کرام و مشائخ عظام کی موجودگی میں حضور عالیجاہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ مجھ ناتواں کو خانقاہ عالیہ رضویہ و جامعہ رضویہ منظر اسلام غرض کہ والد صاحب علیہ الرحمہ کی جملہ ذمہ داریاں سونپی تھیں۔اس ۱۰رسال کے عرصہ میں حتی الامکان میں نے ان سارے امور کی خدمت میں رات دن ایک کر دیا اور جو کچھ میں نے کیا وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن میں اپنی نااہلیوں کی بنیاد پر خانقاہ رضویہ کی عظمت ووقار کو بحال رکھنے میں خود کو ناکام پا رہا ہوں جیسا کہ چند دن پہلے کچھ مخالفین ومعاندین وحاسدین نے میرے خلاف عدم اعتماد ظاہر کر کے اخبار میں خبر شائع کرائی اور ایک پمفلٹ بھی رکیک جملوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔(اخباری خبر اور پمفلٹ کے تعلق سے صرف اتنا کہہ کر گزر جانا چاہتا ہوں کہ کرتا کوئی ہے اور بھرنا کسی اور کو پڑتا ہے) لہٰذا ایسا شخص جسے لوگ خانقاہ رضویہ کی عظمتوں کا محافظ سمجھیں لیکن اس کی عزت سر بازار نیلام ہو رہی ہو تو اسے قطعی یہ حق

نہیں پہنچتا ہے کہ وہ ان عظمتوں کی جگہ پر فائز المرام رہے۔
☆سٹی والے مظہر اسلام اور اس سے متعلق اوقاف سے میرا تعلق تقریباً ۲؍سال قبل ہی منقطع ہو چکا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ اوقاف میرے تصرف میں کبھی نہیں آئے۔ میں اپنے ان چاہنے والوں کا بیحد مشکور ہوں کہ جنہوں نے میری حمایت میں پمفلٹ چھاپے اور اخباری بیان دیئے اور میں اپنے مخالفین و معاندین و حاسدین سے گزارش کروں گا کہ میں نے ان کا گاؤں مارا ہو یا میری ذات سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو للہ! مجھے معاف کر دیں۔ باہر نکلنے میں قدم قدم پر فتنے ہیں اس لیے میں گھر سے باہر بہت کم نکلتا ہوں جب کہ یہ جگہ ہر وقت عوام وخواص سے محبت ومودت سے پیش آنے کی ہے۔ آخر میں حضور عالی مرتبت سے گزارش ہے کہ غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے کسی ایسے شخص کو ان ساری ذمہ داریوں پر متمکن کریں جو سچائی کا علمبردار ہو۔ میں ان سارے دنیاوی عہدوں سے خود کو سبکدوش کرتا ہوں۔ عرس رضوی قریب ہے لہٰذا حضور عالیجاہ! اپنے بینر تلے عرس رضوی کا اہتمام وانصرام کرائیں یا اس سے پہلے ہی کسی حقیقتاً شریعت وطریقت کے علمبردار کو فائز کر دیں۔ میں واقعتاً صلاحیتوں سے عاری انسان ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب **صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم** کے صدقہ وطفیل میں اور بزرگان دین خصوصاً حضور غوث پاک، حضور خواجہ غریب نواز اور بزرگان مارہرہ شریف اور خانقاہ رضویہ میں آرام فرمانے والے اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وسیلے سے میری مدد فرمائے اور خانقاہ رضویہ کے وقار کو مجروح ہونے سے بچائے۔ جانے انجانے میں مجھ سے جو گناہ کبیرہ وصغیرہ سرزد ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ حضور کی شان میں تحریری بے ادبی ہوئی ہو تو للہ! معاف فرمائیں۔

کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ دعا ہے کہ حبیب
نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین ﷺ۔

فقط والسلام
آپ کے در کا سگ
فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہٗ

صاحب سجادہ کے اس استعفا کی خبر بریلی شریف سے نکلنے والے ایک ہندی روزنامہ اخبار میں بھی مؤرخہ ۱۴؍جولائی ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں شائع ہوئی تھی جس کی ہیڈنگ تھی "سجادہ نشین سبحانی میاں کا استعفا"۔

حضرت احسن العلماء کی بارگاہ میں آپ کا تحریر کردہ یہ استعفیٰ پہنچا تو اس کے تقریباً ۴؍یا ۵؍روز بعد امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کا فون حضرت صاحب سجادہ کے پاس آیا اور انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ نے کوئی تحریر مارہرہ شریف بھیجی ہے؟ صاحب سجادہ نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت امین ملت نے فرمایا کہ حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ آپ مارہرہ شریف حاضر ہو جائیں۔ تب مؤرخہ ۱۴؍جولائی ۱۹۹۵ء کو حضرت صاحب سجادہ، علمائے منظر اسلام کے وفد کے ساتھ مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت عرس رضوی قریب تھا اس لیے حضرت احسن العلماء نے زبانی دلاسے اور حوصلہ افزا کلمات تلقین فرمانے کے بعد

اپنا مخصوص تعویذ آپ کے گلے میں ڈال کر سرِ دست آپ کو واپس بریلی شریف بھیج دیا۔اس کے ساتھ ہی اسی دن مؤرخہ ۱۵رصفر ۱۴۱۶ھ/۱۴رجولائی ۱۹۹۵ء کو اپنے جانشین اور شہزادۂ اکبر امین ملت حضرت سید امین صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کے دست مبارک سے اپنے لیٹر پیڈ پر ایک تائیدی تحریر لکھوا کر اپنے دستخط و مہر سے مزین کر کے آپ کے سپرد کر دی۔جس کے ذریعہ آپ نے حضرت صاحب سجادہ کے استعفیٰ کو نا منظور کرتے ہوئے اپنے منصب پر برقرار رہ کر اپنی تمام منصبی ذمہ داریاں بشمول انعقاد اعراس نبھانے کا حکم صادر فرمایا۔

واضح رہے کہ اس لیٹر پیڈ کے ماتھے پر سبز اور سرخ رنگ سے اردو اور انگریزی رسم الخط میں آپ کا نام خوبصورت انداز میں چھپا ہوا ہے۔اس پر جو مہر لگی ہے وہ پہلے والی مذکور بالا دونوں مہروں سے مختلف ہے۔یہ مہر ہلالی انداز میں چاند ستارے کی شکل میں بنی ہوئی ہے۔اوپر ستارہ ہے جس میں:

''۸۶/۹۲ے'' لکھا ہوا ہے۔

ہلالی دائرے میں:

''فقیر سید حسن میاں قادری مارہر(ایٹہ)''

لکھا ہوا ہے جبکہ اس ہلالی دائرے کے اوپر گول دائرے میں:

''من و دست و دامان غوث الوریٰ''

تحریر ہے۔لیٹر پیڈ کے اوپری حصہ میں داہنی جانب ایک گنبد اور ایک مینار بنا ہوا ہے اور گنبد کے پیٹ میں نہایت ہی عمدہ اور خطاطی کے بے مثال نمونے کے طور پر''سید حسن میاں قادری'' سبز رنگ سے تحریر ہے۔عہدے کی جگہ اردو اور انگریزی میں ''سجادہ نشین درگاہ شاہ برکت اللہ صاحب، پوسٹ مارہرہ ضلع ایٹہ یوپی'' اور فون نمبر کی جگہ ''0754482254'' اردو اور انگریزی ہندسوں میں مرقوم ہے۔اس خط کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم .

عزیزم مولوی سبحان رضا خاں صاحب قادری برکاتی،سجادہ نشین و متولی خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف۔پس از سلام مسنون و دعاہائے خیر بفضلہٖ تعالیٰ طالب عافیت مع الخیر ہوں۔

آپ نے تولیت اور سجادگی سے مستعفی ہونے کی پیشکش کی ہے میں اسے نا منظور کرتا ہوں۔میری ہدایت ہے کہ آپ اپنے جملہ فرائض منصبی انجام دیتے رہیں اور عرس شریف رضوی ۱۴۱۶ھ کا انتظام و انصرام حسب سابق کریں۔

(بقلم ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی)

دستخط

(سید حسن برکاتی بقلم خود)

شب ۱۵رصفر ۱۴۱۶ھ/۱۴رجولائی ۱۹۹۵ء''

چونکہ یہ مضمون لیٹر پیڈ پر تحریر تھا۔جس طرح عموماً لیٹر پیڈ کے ماتھے پر،جس کا لیٹر پیڈ ہوتا ہے اس کا نام چھپا ہوا ہوتا ہے۔اس لیے آپ نے ادباً اپنے چھپے ہوئے نام سے اوپر تسمیہ اور تحمید تحریر کروانے کے بعد اصل مضمون نیچے تحریر کرایا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شرعی معاملات میں کتنے محتاط تھے۔

واضح رہے کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا وصال ۱۱رستمبر ۱۹۹۵ء کو ہوا اور مذکورہ بالا خط آپ نے ۱۴رجولائی ۱۹۹۵ء کو تحریر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی یہ تحریر جو حضرت سبحانی میاں صاحب کی تائید میں لکھی گئی ہے یہ آپ نے اپنے وصال سے تقریباً ایک ماہ ۲۷ردن پہلے لکھی تھی۔

اس خط کے ساتھ ہی آپ نے ایک اور دوسری تحریر بھی ارسال فرمائی تھی جس کے ذریعہ آپ نے جماعت اہل سنت کے عوام وخواص کے نام اپنی ہدایات جاری فرماتے ہوئے عرس رضوی کی شان وشوکت برقرار رکھنے، حضرت سبحانی میاں صاحب کا ساتھ دینے اور روایتی انداز میں اسلامیہ میدان کے اندر عرس رضوی میں شرکت کرنے کی اپیل کی تھی۔ اس دوسری تحریر کا مضمون اس طرح ہے:

''۸۶/۹۲۔۷۔ میں سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی، خادم مسند برکاتیہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ جمیع مسلمانان اہل سنت علی الخصوص خواجہ تاشان قادریت وبرکاتیت ورضویت سے گزارش کروں گا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کاندھے سے کاندھا ملا کر آنے والے عرس شریف رضوی کو اسی دیرینہ شان وشوکت کے ساتھ **باذنہ تعالیٰ** منعقد کرانے کے سلسلہ میں عزیز مکرم مولانا محمد سبحان رضا خاں عرف سبحانی میاں، متولی خانقاہ رضویہ ومہتمم اعلیٰ جامعہ رضویہ منظر اسلام ومسجد رضا وغیرہ۔ زید مجدہ السامی۔ کی زیرسرپرستی وہدایت ان کا ہاتھ بٹائیں تاکہ معاندین وحاسدین اپنی ناپاک کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ ساتھ ہی ساتھ میں دعا بھی کرتا ہوں اور کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے وطفیل عزیز موصوف کی تائید غیبی روح القدس کے ذریعہ فرمائے اور اس عظیم الشان تقریب سعید کو ہمیشہ کے دستور کے مطابق باحسن وجوہ از اول تا آخر انجام کو پہنچائے۔ میں آخر میں رخصت ہوتے ہوتے یہ شعر بھی ضرور پڑھوں گا۔

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

والسلام خیر ختام''

ان تمام زبانی اور تحریری تائیدات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کو مرکز اہل سنت بریلی شریف، خانقاہ رضویہ، خانوادۂ رضویہ اور خاص کر سجادہ نشین خانقاہ رضویہ کی عزت، وقار اور عظمت ورفعت کی حفاظت کا کس قدر خیال اور جذبہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلماء صاحب سجادہ سے کس قدر قلبی انسیت اور لگاؤ رکھتے تھے۔

حضرت احسن العلماء کی مہریں اور لیٹر پیڈ: یہاں اس بات کی وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ حضرت صاحب سجادہ کے پاس حضرت احسن العلماء کی جتنی تحریریں ہیں انہیں دیکھ کر یہ اندازہ لگتا ہے کہ حضرت احسن العلماء ۱۹۸۵ء تک اپنے مکتوبات لیٹر پیڈ پر نہیں لکھتے تھے بلکہ اس کے لیے آپ کاپی سائز کے سطردار، رنگین، اور پھول پتیاں بنے خوبصورت کاغذ پر ہی مکتوب تحریر فرماتے تھے۔ اس کے بعد غالباً ۱۹۸۷ء کے آس پاس آپ نے انتہائی سادگی بھرا اپنا لیٹر پیڈ چھپوایا تھا جس کا رنگ سبز تھا۔ پھر ۹۰ر کی دہائی میں آپ نے ایک دوسرا لیٹر پیڈ چھپوایا جو سبز وسرخ دو رنگوں کا تھا۔

اسی طرح آپ کے جو مکتوبات راقم نے دیکھے ان میں تین طریقے کی مہریں ہمیں دکھائی دیں:

(۱) پہلی مہر چوکور اور چار سطروں پر مشتمل تھی۔

(۲) دوسری مہر ہلالی انداز کی تھی جس میں ''من ودست ودامان حاجی میاں'' تحریر تھا۔

(۳) تیسری مہر بھی ہلالی تھی بس فرق یہ تھا کہ دوسری میں ستارہ بنا ہوا نہیں تھا مگر اس تیسری میں ہلال کے ساتھ ستارہ بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس تیسری والی مہر میں ''من ودست ودامان غوث الوریٰ'' لکھا ہوا تھا۔

تحریری خلافت نامہ کے ساتھ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے حضرت رفیق ملت کے ہاتھ حضرت صاحب سجادہ کے لیے ایک یمنی عقیق کی انگوٹھی اور سیاہ رنگ کی بڑے دانوں والی ایک نہایت نفیس تسبیح بھی بھیجی تھی۔ حضرت احسن العلماء نے کسی موقع پر حضرت صاحب سجادہ کو اپنی ایک ٹوپی بھی عنایت فرمائی تھی۔ یہ ساری چیزیں ابھی بھی حضرت کے پاس محفوظ ہیں۔

حضوراحسن العلماء کی دینی ملی اورسماجی خدمات: ایک جائزہ

از۔مولانا عبدالمبین نعمانی قادری، المجمع الاسلامی ملت نگر مبارکپوراعظم گڑھ

سلسلہ برکاتیہ مارہرہ شریف وہ عظیم وجلیل قادری سلسلہ ہے جس کی مثال پورے ہندوستان میں نہیں۔قادری سلسلے اور خانقاہوں میں بھی ہیں لیکن فیضان قادریت کا جیسا کچھ باڑا اس مبارک خانوادے سے بٹاہے، وہ منفردو بے مثال ہے۔ یہ بھی عجب حسن اتفاق اورحسن انتخاب ہے کہ امام اہلسنت مجدددین وملت سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ نے بھی اپنی قادری نسبت کے لیے اسی برکاتی سلسلے کو ترجیح دی اور پھر اس مرجع خلائق، جامع شریعت وطریقت، ترجمان قادریت و برکاتیت کے خلفاء درخلفاء سے اس سلسلہ مبارک کو وہ فروغ ملا کہ بس دیکھا کیجئے۔

ہندو پاک اور پوری دنیا میں قادری برکاتی نسبت کو وسعت دینے والے چندممتاز ناموں کو دیکھئے اورسر دھنیے۔

1۔صدرالشریعہ علامہ مفتی محمدامجد علی اعظمی رضوی (گھوسی)

2۔ برہان ملت علامہ برہان الحق عبدالباقی (جبل پور)

3۔قطب مدینہ حضرت علامہ شاہ ضیاءالدین مدنی

4۔مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی

5۔ حجۃ الاسلام علامہ حامدرضاخاں بریلوی

6۔تاجداراہل سنت حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری (ملقب بہ مفتی اعظم ہند)

7۔صدرالافاضل، مفسرقرآن علامہ نعیم الدین مرادآبادی

یہ چند مشاہیر خلفاء کے نام ہیں، اب ان کے خلفاء میں بھی چند نام ملاحظہ ہوں جن کے مریدین کی تعداد لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ہے۔

8۔مفسراعظم حضرت علامہ ابراہیم رضاخاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ

9۔نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ریحان رضاخاں علیہ الرحمہ

10۔تاج الشریعہ نبیرہ اعلی حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری، خلیفہ وجانشین مفتی اعظم ہندعلیہ الرحمۃ والرضوان

11۔خانوادۂ رضویہ کے دیگر بزرگ حضرات

دیگرخلفاء اورخلفاء کے خلفاء کی تعداد بھی بہت ہے اوران کے مریدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے، ان میں ناموں کا انتخاب بھی ایک مشکل کام ہے۔گویا قادری نسبت والوں میں خانوادہ برکاتیہ کو جو خصوصیت حاصل ہے وہی خصوصیت سلسلہ رضویہ کو بھی ہے کہ اس سے بھی قادری نسبت کو خوب خوب فروغ ملا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے پیرخانے کا ایسالحاظ واحترام فرمایا کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے اور خود سادات برکاتیہ نے بھی اعلیٰ حضرت کو اعزاز واکرام سے نوازا۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی فرماتے ہیں:

’’وہ (اعلیٰ حضرت) ایک عظیم رہنما تھے۔ زندگی بھر بھولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے رہے، انہوں نے مارہرہ شریف سے جو روشنی حاصل کی

تھی سارے عالم میں اس کو پھیلاتے رہے اور دنیا کو روشن کرتے رہے۔ وہ مارہرہ شریف کے پیارے دلارے تھے۔ اپنے مرشد کامل کے محبوب ومطلوب تھے۔ آج بھی مرشد کا خاندان آپ کے خاندان کا قدرداں ہے۔ مولیٰ تعالیٰ محبت والفت کے ان روحانی رشتوں کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔ آمین''

(چشم و چراغ خاندان برکات صفحہ 10)

اسی خانوادے قادریہ برکاتیہ کے اورنگ نشینوں میں احسن العلماء والمشائخ حضرت علامہ حافظ قاری سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 1416ھ/ 1995ء) ہیں جن کی دینی، ملی اور سماجی خدمات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جبکہ حضرت کی زیارت اور ملاقات کا بہت کم موقع نصیب ہوا ہے، لیکن جو کچھ دیکھا، سنا اور پڑھا بس اسی کی روشنی میں ایک سرسری جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرنے جا رہا ہوں، اس میں زیادہ تر حصہ شرف ملت سید محمد اشرف مارہروی (بن حضور احسن العلماء) کا ہے جو ان کے مضمون مشمولہ سیدین نمبر، اہل سنت کی آواز خصوصی شمارہ اکابر مارہرہ حصہ دوم ۲۰۱۰ء سے ماخوذ ہے۔

دینی خدمات: حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے بلکہ یوں کہا جائے تو درست ہے کہ آپ کی پوری زندگی دینی خدمت سے عبارت تھی۔ تقریباً چالیس سال تک برکاتی مسجد مارہرہ شریف میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دیے خاص طور سے ہر جمعہ مبارکہ میں قوم سے خطاب کرتے دینی اصلاحی عنوانات ہی آپ کا موضوع ہوتا۔ شہزادۂ سید العلماء حضرت آل رسول حسنین میاں نظمی علیہ الرحمہ آپ کی دینی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''چچا میاں (حضور احسن العلماء) ایک بہترین مبلغ تھے دراصل ان کی ذات ہی مجسم تبلیغ تھی۔ جانے انجانے لوگ ان کی طرف کھنچتے آتے تھے۔ مارہرہ شریف تو خیر ان کا اپنا ہی گھر تھا، ممبئی، کانپور، اورائی، سوراشٹر، کلکتہ پاکستان کے ہزاروں افراد چچا میاں کی ایک نظر کرم کے تمنائی رہتے تھے۔۔۔۔

چچا میاں جس محفل میں بیٹھ جاتے اچھے اچھوں کے چراغ گل ہو جاتے تھے۔ خانوادۂ مارہرہ کا یہ شیر ہر جگہ شیر ہی رہتا تھا۔ اپنی نشستوں میں چچا میاں حاضرین کے روحانی انبساط کا ہر طرح اہتمام رکھتے تھے۔ کبھی قرآن سناتے، کبھی حدیث دوہراتے، کبھی نعتیں پڑھتے اور پڑھواتے، کبھی دینی لطائف سناتے، بزرگوں کے حالات سے آگاہ کرتے، علما کی محفل ہوتی تو لگتا کہ ایک دارالعلوم سمٹ کر وہاں آ گیا ہے، علم وادب پر گفتگو ہوتی، شعر وسخن کی باتیں ہوتیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچا میاں سے ملاقات اور مصافحہ کر کے جاتا۔ (اہل سنت کی آواز ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء صفحہ ۳۴)

کوئی دینی ادارہ یا دارالعلوم قائم ہوتا اور حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کو اس کی خبر ہوتی تو باغ باغ ہو جاتے اور صرف زبانی تحسین وآفریں پر اکتفانہ کرتے بلکہ مال نقد سے تعاون فرماتے۔

۱۹۹۱ء کا واقعہ ہے مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب نے حضرت کو خبر دی کہ دارالقلم دہلی کے لیے زمین حاصل ہوگئی ہے۔ تو حضرت نے فوراً ایک ہزار روپئے پیش کئے اور فرمایا میری طرف سے

دارالقلم کے لئے نذرانہ ہے۔

۱۴۱۵ھ کا واقعہ ہے کہ ممبئی میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''جدالممتار'' نامی ''حاشیہ شامی'' عربی کی کمپوزنگ کا کام ہو رہا تھا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی حضرت سے ملنے کھڑک مسجد ممبئی میں گئے۔ ملاقات کے بعد اس کا ذکر کیا تو فوراً ایک ہزار روپے عنایت کیے، مصباحی صاحب نے عرض کیا، میں اس کے لئے نہیں حاضر ہوا، اس کی طباعت کا انتظام رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے ہوگیا ہے۔ پھر فرمایا: رکھ لیجئے اور بھی کام ہوگا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ تقریر کے ساتھ تحریری مواد بھی اس سلسلے میں بہت ہیں۔ اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ میں حضور احسن العلماء کے مضامین کا احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، حضور قبلہ کے قلم حقیقت رقم سے کئی ایک فتاوی بھی صادر ہوئے ہیں جن سے افتاء میں بھی حضرت کی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

اہل سنت کی آواز مارہرہ بابت ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں حضرت کے دو فتوے شائع ہوئے ہیں۔ ایک ''**ما اهل به لغير الله**'' کی تفسیر سے متعلق ہے، جو ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے جس پر آپ کے برادر اکبر حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہٗ اور حضور تاج العلماء علامہ سید محمد اولاد رسول محمد میاں مارہروی قدس سرہٗ کی تصدیقات بھی ثبت ہیں۔

دوسرا فتوی بعنوان ''اندھیریوں کی بہترین حق نما دہن دوزی''، جس میں اندھیری ممبی کے چند بدعقیدوں کے پانچ سوالات کے مدلل و محقق جوابات ہیں جو تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

یہ دونوں فتاویٰ آج بھی اتنے ہی مفید ہیں جتنے آج سے تقریباً ۷۰ رسال پہلے تھے۔ اس لیے ان کی جدید اشاعت، تحقیق و تخریج کے ساتھ ہو تو ان کی افادیت اور بڑھ جائے گی۔

دینی خدمات کا ایک اہم پہلو دینی مدارس کا تعاون بھی ہے۔ اس ضمن میں حضور احسن العلماء نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ آج اکثر بااثر لوگ صرف اپنے ادارے ہی کے تعاون پر دوسروں کو توجہ دلاتے ہیں، لیکن حضور احسن العلماء نے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے تعاون کی طرف اپنے متعلقین و معتقدین کو متوجہ کیا یونہی زندگی بھر دیگر سنی دینی اداروں کے تعاون کی فکر میں رہا کرتے۔ خود تعاون کرتے اور اپنے معتقدین سے تعاون کراتے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج حضرت کے انتقال کے بعد آپ کے فرزندان والا تبار بھی چھوٹے بڑے بہت سے دینی اداروں کو اپنی داد و دہش سے نوازتے رہتے ہیں جبکہ خود یہ اخلاف کرام کئی ادارے اور مدارس قائم کر چکے ہیں۔ اس تعلق سے خانقاہ برکاتیہ کو جو خصوصیت حاصل ہے اس کی مثال بہت کم ملے گی۔

دینی سماجی خدمات میں ایک اہم باب ہے علماء کی قدر دانی، نذر و نذرانہ سے ان کی حوصلہ افزائی۔ اس خصوص میں بھی حضور احسن العلماء اور ان کی خانقاہ برکاتیہ ممتاز و منفرد کردار کی حامل ہے۔ عام دبے کچلے، ضرورت مند افراد کی امداد پر تو عام طور سے اہل ثروت حضرات توجہ دیتے ہیں۔ خانقاہوں میں محتاجوں کو نوازا جاتا ہے، لیکن طبقہ علماء پر توجہ دینا، ان کی قدر دانی و عزت افزائی کا جو فریضہ خانقاہ برکاتیہ سے انجام پاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ سب حضور احسن العلماء اور دیگر اکابر خانوادۂ برکاتیہ کی خصوصیات سے ہے۔

جب تک حضرت احسن العلماء باصحت تھے مختلف علاقوں

میں پیدل، بیل گاڑیوں سے چل کر دین کی تبلیغ واشاعت اور اصلاح معاشرہ کے لیے کوششیں کرتے اور کبھی صلہ وستائش کی بھی کچھ پروا نہیں کی، اور جب چلنے پھرنے سے کچھ معذوری آ گئی تو زیادہ تر وقت خانقاہ ہی میں گزارتے اور اوراد و وظائف سے جو وقت بچتا وہ خلق خدا کی حاجت برآری اور ان کی دینی رہنمائی میں گزارتے۔

سماجی خدمات: سماجی خدمات میں یہ چیز بطور خاص قابل توجہ ہے کہ ہر آنے والے کی اس کی شایان شان ضیافت فرماتے۔ چاہے وہ مریدین میں ہو معتقدین میں ہو یا عامۃ الناس میں، علماء کی اس سلسلے میں بھی بڑی قدر ہوتی۔ ایک بار میں اور محبّ گرامی مولانا بدر القادری صاحب مصباحی مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ شاید ہم لوگوں کی وہ پہلی حاضری تھی۔ حسن اتفاق سے حضور احسن العلماء خانقاہ میں موجود تھے۔ اطلاع ملتے ہی کچھ دیر کے بعد تشریف لائے۔ مختصر گفتگو کے بعد گھر میں تشریف لے گئے اور خود کھانے کا خوان لے کر باہر کے روم میں آئے اور ہم لوگوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت نے اس طرح ہم نو وارد کم عمر مولویوں کی ضیافت کی جس سے ہم لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ جب ہم لوگوں کے ساتھ حضرت کا یہ سلوک تھا تو اس وقت کے بڑے علما کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے رہے ہونگے؟

خدام میں جو غیر مسلم ہوتے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور رواداری کا برتاؤ کرتے۔ کچھ نہ کچھ ان کی بھی ضیافت کرتے جس کی وجہ سے پورے مارہرہ میں حضرت احسن العلماء کی بڑی قدر اور بڑا اثر تھا۔ مسلم ملازمین میں جو مریض ہوتا عیادت کو تشریف لے جاتے، حتیٰ کہ غیر ملازم ہوتا تو اس کی بھی عیادت کرتے۔

ثوران، فتنہ اور اشتعال انگیزی سے بچتے اور خود لوگوں کو بچنے کی تلقین کرتے۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ فلاں مسجد میں کسی شر پسند نے خنزیر کا گوشت ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں میں بڑا ہیجان پیدا ہوا اور ایسے موقع پر کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب حضرت کو اطلاع ملی تو ایک صاحب کو ساتھ لیا۔ ایک بالٹی پانی کی لے لی اور ایک جھاڑو اور اس مسجد کی طرف چل پڑے۔ راستے میں لوگوں نے دیکھا حیران ہو گئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ حضرت اس حالت میں کیسے نکلے ہیں؟ جب اس مسجد میں پہنچے اور گندی جگہ صاف کی یا لوگوں نے خود حضرت کا اشارہ پا کر صاف کی۔ لوگ اس واقعہ کی رپورٹ تھانے میں لکھوانے والے تھے۔ حضرت نے سب کو خاموش کیا اور فرمایا ایسا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ خصوصاً جب کہ معلوم نہیں کہ یہ حرکت کس نے کی؟ بلا وجہ ہوسکتا ہے کہ بے قصور پکڑ لئے جائیں اور اصل مجرم فرار ہو جائے۔ اس واقعہ کا پورے مارہرہ قصبے میں ہندوؤں اور مسلمانوں پر بڑا اچھا اثر پڑا جو شر پسند تھے وہ خود شرمندہ ہو گئے اور مسلمانوں کو جو مصیبت ایسے موقع پر پہنچنے والی تھی اس سے محفوظ رہے۔ کیوں کہ ایسے وقت بالعموم مسلمانوں ہی پر مظالم توڑے جاتے ہیں۔ جبکہ یہ طے تھا ایسی حرکت کوئی مسلمان ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا چاہے جیسا بھی گیا گزرا مسلمان ہو۔ کسی شر پسند متعصب غیر مسلم کی ہی یہ حرکت تھی۔ لیکن احسن العلماء نے اپنی حکمت عملی سے مسلمانوں اور دیگر لوگوں کو بڑے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھا۔

کوئی غیر مسلم ملازم اگر گھریلو اعتبار سے تنگ دست ہو یا مکان کی ضرورت ہو تو اس کے لئے مکان کی ترکیب فرماتے۔ جمعہ کی تقریروں میں بھی سماجی اصلاحات اور حسن سلوک پر زور دیتے، پڑوسیوں کے حقوق پر روشنی ڈالتے اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی

اچھے سلوک کی تاکید فرماتے۔

واجبہ عطیات کے علاوہ دیگر عطیات میں غیر مسلموں کا بھی حصہ رکھتے تاکہ اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں اور تعصب و تنگ نظری میں کمی ہو، سماجی اصلاح اور **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** کے حضرت احسن العلماء خوگر تھے۔ کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت ٹرین سے سفر کررہے تھے۔ ہاتھ جس میں گھڑی لگی ہوئی تھی کسی چور نے ٹرین چلتے ہی جھپٹ کر لینا چاہا۔ حضرت نے اس کا ہاتھ گرفت میں لے لیا جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ادھر حضرت اگر اس کا ہاتھ چھوڑ دیتے تو وہ چلتی ٹرین سے گرکر زخمی ہوتا یا مرجاتا۔ ایک ہاتھ سے حضرت نے اسے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے چین پولنگ کرکے ٹرین کو روک لیا۔ اب حضرت نے اس کو یوں ہی نہیں چھوڑا۔ اس سے توبہ کرائی اور عہد لیا کہ آئندہ چوری نہیں کرے گا۔ یا اس طرح کی حرکت پھر انجام نہ دے گا۔ اس نے آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا تب حضرت نے اسے چھوڑا۔

کسی کی دل شکنی ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ حضرت نجیب میاں چھوٹے تھے۔ ایک مہترانی آئی۔ نہا دھو کر صاف ستھری تھی۔ اسے کیا سمجھ میں آیا کہ نجیب میاں کو گود لے کر باہر نکل پڑی۔ محلے کے لوگ دونوں کو پہچانتے تھے بڑا ہنگامہ ہوا کہ دیکھو نجیب میاں کو لے کر یہ مہترانی کہاں سے آگئی؟ اس کی مجال کیسے ہوئی کہ ایسی حرکت کی؟ حضرت احسن العلماء کے پاس شکایت پہنچی کہ حضرت یہ تو غضب ہو گیا۔ پوچھا کیا ہوا؟ قصہ بیان کیا گیا تو حضرت احسن العلماء نے نہایت سنجیدگی سے فرمایا: کیا ہوا وہ صاف ستھری تھی۔ نہا دھو کر آئی تھی اگر اسے منع کیا جاتا، گود سے چھینا جاتا تو اس کی دل شکنی ہوتی اس لیے اسے کچھ نہیں کہا گیا۔ یہ وہ کردار ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اعزہ سے ملنے اور ان کی عیادت کرنے جاتے۔ عید کے تہواروں پر عیدی دیتے۔ بچوں سے پیار کرتے۔

کسی سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے البتہ ہنگامی حالات میں اگر امن کمیٹی بنتی تو ضرور اس میں شریک ہوتے اور ماحول کو پرامن بنانے کی بھرپور کوشش کرتے۔ پٹواری یا کوئی چپراسی بھی آتا تو اس کی خاطر مدارات کرتے یوں ہی واپس نہیں جانے دیتے۔

غیر قانونی کاموں سے منع کرتے۔ جس جانور کا شکار حکومت کی طرف سے منع ہے اس سے منع فرماتے۔ خاص طور سے مور و ہرن پر فائر کرنے کی ممانعت کرتے۔

سیتاپور کی ایک آبائی کوٹھی تھی۔ اس کا کرایہ دار نکل نہیں رہا تھا۔ حضرت نے اس پر مقدمہ کردیا۔ حضرت کی ڈگری ہوگئی (یعنی حضرت کے حق میں فیصلہ ہوگیا) اس کے اوپر اچھا خاصا ہرجانہ عائد کردیا گیا۔ وہ حضرت کے پاس آیا۔ معافی مانگی اور ہرجانے سے سبکدوشی کی درخواست کی۔ حضرت نے ساری رقم جو اس کے ذمہ آتی تھی معاف فرمادی جبکہ وہ غیر مسلم تھا۔

اعراس کی تاریخوں میں موسم کا خیال فرماتے اور پوری کوشش ہوتی کہ بڑا عرس ایسے موسم میں ہو کہ آنے والوں کو تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ عرس ابوالقاسمی برکاتی ہمیشہ اکتوبر یا نومبر

کی تاریخوں میں ہوتا۔ اس میں بھی دن ہمیشہ جمعہ ہفتہ اتوار کا ہوتا تا کہ مدرس حضرات کو جمعہ کی تعطیل مل جائے اور حکومت کے ملازمین اور دکانداروں کو اتوار (سنڈے) کی چھٹی مل جائے۔

عام عرس کی تاریخوں میں صرف فاتحہ پر اکتفاء کرتے جس میں اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو جاتے۔ نہ عام اعلان ہوتا نہ اشتہار چھپتا۔ صرف عرس نوری اور عرس قاسمی ہی بڑے پیمانے پر منعقد ہوتا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مراد آباد میں فرقہ وارانہ فساد ہو گیا۔ غالباً عید کے موقع پر۔ دوسری عید آئی تو احسن العلماء نے یہ انتظام کیا کہ ایک جگہ عید گاہ میں جو وقت دوسری جگہ سے فرق کے ساتھ ہے جہاں عید کی نماز ختم ہو جائے وہاں کے لوگ دوسری عید گاہ یا مسجد میں پہرے کے لیے چلے جائیں تا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو سکے اور مسلمان پریشانی سے نجات پا جائیں۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد پورے ملک میں ہنگامی حالات پیدا ہو گئے تھے۔ مارہرہ شریف کے مسلمان بھی گھبرا گئے تھے جو لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ چکے تھے خاص طور سے آبادی کے کنارے کے لوگ حضرت نے سب کو خانقاہ میں پناہ دی اور اعلان کر دیا جب اطمینان ہو جائے گا تب آپ لوگ اپنے اپنے مکانوں کو جائیں۔ اس دوران سب کے کھانے ناشتے کا باضابطہ انتظام کرایا اور تمام برادران اسلام کو امن کا ماحول فراہم کیا۔

غرض حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی پوری زندگی دینی خدمات اور سماجی اصلاحی کارناموں سے بھرپور ہے۔ آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں بھی حضور احسن العلماء کے یہ کارنامے ہمارے لیے نمونہ عمل ہیں۔

''جو مجسم دین تھا وہ کیا ہوا ملتا نہیں''

از۔ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ

حق پسند و حق نما و حق نوا ملتا نہیں
مصطفیٰ حیدر حسن کا آئنا ملتا نہیں

خوش بیان و خوشنوا و خوش ادا ملتا نہیں
دل نوازی کرنے والا دل ربا ملتا نہیں

مردِ میدانِ رضا، وہ حیدرِ دین خدا
شیر سیرت، شیر دل، حیدر نما ملتا نہیں

پیکرِ صدق و صفا وہ شمعِ راہِ مصطفیٰ
''جو مجسم دین تھا وہ کیا ہوا؟ ملتا نہیں''

حاجتیں کس کو پکاریں، کس کی جانب رخ کریں
حاجتیں مشکل میں ہیں، مشکل کشا ملتا نہیں

وہ امینِ اہل سنت، رازدارِ مرتضیٰ
اشرفؔ و افضلؔ، نجیبؔ باصفا ملتا نہیں

شبلِ شیرِ کربلا، وہ دافع کرب و بلا
وہ ہمارا غمزدا، غم آشنا ملتا نہیں

ایک شاخِ گل ہی کیا، غمگین ہے ساری فضا
مصطفیٰ کا عندلیب خوشنوا ملتا نہیں

سنیوں کی جان تھا وہ سیدوں کی شان تھا
دشمنوں کے واسطے پیکِ رضا ملتا نہیں

یاد رکھنا ہم سے سن کر مدحتِ حیدرؔ حسن
پھر کہو گے اخترؔ حیدر نما ملتا نہیں

رونق مجدد برکاتیت مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن

تحریر: ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد۔ سندھ

حامی السنن، ماحی الفتن، احسن العلماء، عمدۃ الخطبا، گل گلزار قادریت، رونق مجدد برکاتیت قاطع نجدیت، مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن عرف حضرت سید حسن میاں قادری برکاتی، رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰ رشعبان ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء وفات ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ رستمبر ۱۹۹۵ء) کا سانحۂ ارتحال ہمارے لیے ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر ان کا فیضان کرم جاری رکھے۔

یاالٰہی بہر حضرت مصطفیٰ حیدر حسن
حسن وصفوت کر عطا ان کے گدا کے واسطے

اور میں لکھتا چلا گیا: حضور احسن العلماء پر لکھنے کے لیے قلم اٹھ نہیں رہا تھا۔۔۔۔ دل اور دماغ، انگلیوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔۔۔۔۔خواہش تھی کہ۔۔۔۔عرس چہلم کے موقع پر حاضر ہوکر۔۔۔ لفظوں کا نذرانہ پیش کروں، مگر ذہن خالی تھا۔۔۔۔ دل غیر حاضر تھا۔۔۔قلم میں روح نہ تھی۔۔۔۔عرض کی حضور ہمت دیجیے۔۔۔۔وقت مرحمت فرمائیے۔۔۔۔ایک طرف تدریس، افتاء، دارالعلوم کا انتظام وانصرام۔۔۔۔پھر اورینٹل کالج کی مصروفیات۔۔۔ گھر کی ضروریات۔۔۔اقارب واحباب کے ساتھ صلہ رحمی کی مشغولیات۔۔۔بس دن گزرتے چلے جارہے تھے۔۔۔ شدید اضطراب میں تھا۔۔۔کہ اچانک۔۔۔ایک اخبار والے کی آواز کان میں پڑی ''کل ہڑتال ہے''۔۔۔بس میں نے فیصلہ کرلیا کہ اس دن کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔۔۔۔۔ارادہ کیا کہ صبح آٹھ بجے شروع اور شام آٹھ بجے ختم۔۔۔۔مگر گھڑی دیکھتے دیکھتے دن کے بارہ بج گئے۔۔۔۔۔۔وقت ظہر شروع ہوا۔۔۔۔۔۔اور میں نے قلم کاغذ سنبھال ہی لیا۔۔۔۔اور حضور احسن العلماء سے فریاد کی کہ ''حضرت مضمون آج ہی ختم ہونا چاہیے''۔۔۔اپنے کمرہ تحریر میں گھس گیا، جو آج کل نورچشم مولوی حماد رضا سلمہ کا کمرہ مطالعہ ہے۔۔۔۔بیگم سے کہہ دیا کہ چار بجے سے قبل مجھے نہ چھیڑا جائے۔۔۔ وہ سمجھدار خاتون، مزاج سے واقف، اشارہ سمجھ گئیں۔۔۔۔۔اور بس مضمون شروع ہوگیا، بیگم ہر گھنٹے بعد کبھی پھل اور کبھی چائے دیتی رہیں۔ قلم نہ رکا میں جتنا لکھ سکتا تھا۔۔۔حضرت نے اس سے دوہرا لکھوا دیا، مضمون پر مضمون بندھتا گیا اور میں لکھتا چلا گیا۔ مغرب تک مضمون ھٰذا پورا ہوگیا۔۔۔ میں خود متعجب تھا کہ یہ کیسے ہوگیا۔۔۔ تو حضرت نے ندا دی ہمیں پکارا تھا۔۔۔تو کیا تعجب!۔۔۔سچ ہے۔

میں نے جہاں بھی جب بھی پکارا ہے آپ کو
کی دستگیری ہے وہیں آ کر حسن میاں

دعا کیجیے کہ حضرت حسن کے صدقے، مولا مجھے بھی حسن بنادے۔۔۔آمین۔

ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے ایک طرف ایک نورانی صورت بزرگ عبادت میں مصروف ہیں، تلاوت جاری ہے۔۔۔۔اور دوسری جانب دو

نوجوان دینی وعلمی گفتگو میں ایسے محو ہیں کہ ڈبہ کے باہر کے مناظر سے یکسر بیگانہ نظر آتے ہیں۔ان میں سے ایک نوجوان دوسرے سے عمر میں کچھ بڑے نظر آرہے ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بطور معلم کچھ بتا رہے ہیں اور دوسرے کچھ سیکھ رہے ہیں۔وقت گزرتا گیا منزل آگئی اور یہ مقدس حضرات منزل پر اُتر گئے۔۔۔۔۔اس نئے انداز سے سیکھنے اور سکھانے والے ہر دو حضرات کا تعلق مشہور روحانی مرکز خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے ہے۔ان کے ہمراہ دوسرے نورانی بزرگ دونوں کے مرشد گرامی ہیں اور یہی بزرگ، طالب علم نظر آنے والے نوجوان کے ''خال محترم'' بھی ہیں۔

سلسلہ نسب: یہ حضور احسن العلماء حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی شاہ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں شاہ صاحب ہیں جو سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور وصی وجانشین حضور تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول مفتی سید محمد میاں قادری رحمۃ اللہ علیہ اور خلف اصغر حضرت سید شاہ آل عبا رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید حسین حیدر صاحب کے ہیں۔۔۔۔ان کے ساتھ ان کے خال محترم حضور تاج العلماء سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ نظر آنے والے نوجوان خلیل ملت خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان، صاحب تصانیف کثیرہ (مرید خاص حضور تاج العلماء اور تلمیذ ارشد حضرت صدر الشریعہ) ہیں۔

اُس وقت کے وہ طالب علم نوجوان اپنے دور کے ولی کامل بنے جن کے دست حق پرست پر ہزاروں دلوں کے میل صاف ہوئے، زنگ دور ہوئے۔۔۔۔۔لاکھوں کی نگاہیں فیض لینے کے لیے ان ہی کی طرف اُٹھتی رہیں۔

مارہرہ مطہرہ کی سرزمین مقدس سے ہمیشہ علم وفضل کے خزانے نمودار ہوتے رہے۔اس خطہ زمین پر جو یگانہ روزگار استراحت فرما ہیں ان میں ایسے ایسے گوہر آبدار ہیں جن کی چمک دمک زمانہ اور اہل زمانہ کی آنکھوں کو آج بھی خیرہ کر رہی ہے۔

صاحب البرکات حضرت سیدی شاہ برکت اللہ مارہری قدس سرہ سے خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ اور میاں صاحب نوری دادا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ تک کا دور جن خوش نصیبوں نے دیکھا، یا پایا'' وہ ان کا حصہ تھا'' ہمارے حصہ میں تاج العلماء، سید العلماء اور احسن العلماء رحمہ اللہ علیہم کی دولت زیارت آئی۔

تعلیم وتربیت: سید حسن میاں شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ سیدہ شہر بانو بیگم بنت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب تھیں۔۔۔۔ آپ ۱۰رشعبان ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء شب یک شنبہ کو پیدا ہوئے۔ مارہرہ شریف کے خانقاہی مدرسہ'' قاسم البرکات'' میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی۔چھوٹی عمر میں ہی قرآن حفظ کرلیا۔فارسی تعلیم کا آغاز گھر سے ہی کیا۔

اپنے محترم ماموں اولاد رسول تاج العلماء حضرت شاہ علامہ مولانا مفتی سید شاہ محمد میاں صاحب، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارھرہ شریف سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا۔۔۔۔خلیل ملت مفتی محمد خلیل خاں سے مارہرہ شریف میں ہی منطق وصرف ونحو اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا۔اس تعلیم میں ایک خصوصیت جو کسی طالب علم کو نصیب نہ ہوئی یہ تھی کہ جب تاج العلماء کے ساتھ سید

حسن میاں شاہ صاحب تبلیغی دوروں پر گونڈل، پور بندر، تر سائی اور کاٹھیاواڑ تشریف لے جاتے تھے تو مفتی محمد خلیل بھی درس و تدریس جاری رکھنے کے لیے ہمراہ جاتے تھے اور اس طرح سفر میں بھی درس کا ناغہ نہ ہوتا تھا۔

بیعت وخلافت: حضرت سید حسن میاں شاہ صاحب کو تمام سلاسل خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قدیم وجدید نیز جملہ اذکار واوراد واشغال ومراقبات، وسلسلات، ومصافحات، اور اسانید قراءت قرآن مجید و روایات حدیث حمیدو ادعیہ معمولہ خاندان کی اجازت اور بیعت و خلافت اپنے ماموں محترم حضور تاج العلماء حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب سے حاصل ہے۔آپ حضرت تاج العلماء کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

تبلیغی خدمات: حضرت احسن العلماء نے اپنی زندگی بھی اپنے خال محترم حضور تاج العلماء قدس سرہ اور برادر مکرم سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تبلیغ دین کے لیے وقف فرما رکھی تھی۔ اکثر تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ خطیب و واعظ کی حیثیت سے فصاحت و بلاغت میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔امام اہل سنت کے اشعار اپنی گفتگو میں برمحل اور برملا پڑھتے چلے جاتے۔حق و صداقت کی خاطر کبھی بھی ثروت وحکومت کا رعب قبول نہیں فرمایا۔ میدان شعر وسخن کے بھی شہ سوار تھے۔نعت ومنقبت میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔۔۔ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

رضا کے غلامو! چلو تم بھی آؤ ☆ کہ تم کو رضا سے ملاتی ہے گا کر

آپ کی محفلیں: آپ کی محفل میں ہونے والی ہر گفتگو علمی گفتگو ہوتی ایک ایک جملہ سے عشق ومحبت ٹپکتا تھا۔آپ کے پاس بیٹھنے والا کبھی خالی دامن نہیں اٹھتا۔طویل علالت کی وجہ سے آخر عمر میں تبلیغی دوروں میں بہت کمی فرمادی تھی۔ پورے ہندوستان سے مشائخ، علماء اور محققین وفضلاء آپ کی دست بوسی کو آنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی درگاہ مبارکہ کے تمام امور کے متولی وسرپرست اعلیٰ آپ ہی تھے۔ ہر سال عرس قاسمی (حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب عرس) آپ کی نگرانی میں اور عرس نوری بھی آپ ہی کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ ہر دو اعراس میں ملک بھر سے علماء ومشائخ تشریف لاتے ہیں۔اس موقع پر تمام نادر وقیمتی تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔آپ کبھی کبھی پاکستان بھی تشریف لاتے تو اس موقع پر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور امام اہل سنت کے پیر خانہ کے اس فرزند ارجمند کو دیکھنے کے لیے عشاق بے تابانہ ٹوٹے پڑتے اور اپنی آنکھوں اور دلوں کو سرور پہنچاتے۔

کلام رضا کے ماہر وشارح: حضور احسن العلماء کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنی تقریر وتدریس، خلوت وجلوت میں، جب اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہتے۔۔۔۔اور فرماتے کہ ''اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا کوئی کھیل نہیں ہے۔اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے علم چاہیے۔''

غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے جب آپ پاکستان تشریف لائے۔ان دنوں راقم الحروف دارالعلوم امجدیہ کراچی میں زیر تعلیم تھا تو تقریباً ہر روز ہی حضرت کی زیارت کا موقع ملتا رہا۔۔۔۔۔آپ نے جمعہ کی نماز حضرت استاذی علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر ''اخوند مسجد کھارادر'' میں

پڑھائی، حضرت قاری صاحب قدس سرہ ان دنوں اخوند مسجد میں خطیب وامام تھے۔ جمعہ کے بعد حضرت قاری صاحب قبلہ قدس سرہ نے دعافرمائی اور مناجات میں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھی پڑھا۔

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلّم کہنے والے غم زُدہ کا ساتھ ہو

حضرت قاری صاحب نے لفظ''غم زدہ'' میں زاء پر زبر پڑھا۔۔۔حضرت احسن العلماء سید حسن میاں صاحب قدس سرہ کے ساتھ نجی محفل میں جب فقیر بیٹھا، تو آپ نے فرمایا''احمد میاں' اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں جو قبلہ قاری صاحب نے آج پڑھا زاء پر پیش ہے زبر نہیں۔۔۔۔اس لیے کہ زبر کے ساتھ معنی ہیں''غموں کا مارا ہوا'' جب نبی خود غم کے مارے ہوں گے تو فریادرسی کیسے فرمائیں گے۔۔؟ زبر کے ساتھ''زدن'' سے بنے گا جبکہ پیش کے ساتھ غم زُدہ ''زدودن'' سے ہوگا' جس کے معنی ہیں''صاف کیا ہوا، قلعی کیا ہوا'' جو شان مصطفیٰ کے عین مطابق ہے۔۔۔پھر فرمایا میاں! یہ وہ اسرار ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں.... آپ قبلہ قاری صاحب سے عرض کر دیجیے گا''۔۔۔۔۔فقیر نے دوسرے دن سبق پڑھتے ہوئے ،حضرت قاری صاحب سے گفتگو عرض کی ،تو آپ نہایت خوش ہوئے۔۔۔۔اور اس بات کو کئی جگہ بیان فرمایا، چنانچہ اس کا اثر ہے کہ آج حضرت استاذی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور تمام مریدین اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔۔۔اس طرح حضور احسن العلماء کا فیض کلام رضا کی شرح میں عوام تک پہنچا۔

حضرت کے استاذ مکرم: حضرت کے استاد مکرم حضرت خلیل العلماء جب بھی ہجرت کے بعد پاکستان سے مارہرہ شریف تشریف لے جاتے تو حضرت احسن العلماء آپ کو قرب خاص میں ٹھہراتے اور ہر طرح خیال رکھتے۔عرس مبارک میں خاص طور پر فرمائش کر کے آپ سے تقریر کرواتے اور بہت خوش ہوتے۔ بعد میں خصوصی خلوتوں اور اکرامات سے نوازتے۔

خانقاہ برکاتیہ میں معمول ہے کہ جب سجادہ نشین کا وصال ہوتا ہے تو عرس چہلم کے موقعہ پر جب خانقاہی جانشین کی دستار بندی ہوتی ہے تو اس موقعہ پر خانقاہ کے باہر سے بھی ایک فرد کی دستار بندی کی جاتی ہے چنانچہ جب حضور تاج العلماء کے وصال شریف کے بعد حضور احسن العلماء کی دستار بندی ہوئی تو آپ نے دوسری دستار کے لیے اپنے استاذ محترم خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں کو ہی منتخب فرمایا۔۔۔۔

جب خلیل العلماء کے وصال کے بعد آپ ۱۹۸۶ء میں پاکستان تشریف لائے تو دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد میں جلوہ فرمایا اور وہاں استقبالیہ میں شرکت فرمائی۔ دوران تقریر آپ بار بار ''میرے استاذ'' میرے استاذ'' کہہ کر آبدیدہ ہوجاتے۔۔۔۔۔۔ بہت دیر تک آپ حضرت خلیل العلماء کا تذکرہ فرماتے رہے۔۔۔۔

فقیر راقم الحروف جب ۱۹۸۹ء میں مارہرہ شریف حاضر ہوا تو آپ نے دوران گفتگو اپنے زمانہ طالب علمی کی بہت سی باتیں اور بار بار حضرت والدی خلیل العلماء کا تذکرہ فرمایا۔آج کل کے واعظین پر گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایا...... ''میاں'' ہمارے استاذ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے....

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

یعنی''علماء کا علم تو خود زبان سے بولتا ہے''فرمایا آج کل عبارت پڑھنے میں لوگ اعراب ظاہر نہیں کرتے جبکہ اعراب ظاہر

کرنے سے ہی علم کا ظہور ہوتا ہے۔ سننے والا جب سنتا ہے کہ قاری نے مثلاً ''زید'' کی دال پر پیش پڑھا ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ فاعل بن رہا ہے اور جب زبر پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ مفعول ہو رہا ہے اور جب زیر پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ مجرور ہے۔۔۔اور جب دال پر سکون پڑھا تو سننے والا سمجھ گیا کہ قاری کا علم کتنا ہے؟

خلیل العلماء کی احسن العلماء سے محبت: حضرت خلیل العلماء بھی حضور احسن العلماء سید حسن میاں صاحب سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو آپ حضرت کے ہاتھ چوم لیتے تھے فرماتے تھے کہ میں حضرت حسن میاں صاحب کو اپنے استاذ محترم اور مرشد گرامی حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ دیکھتا ہوں اور ان کے چہرے میں مرشد نظر آتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ عرس قاسمی میں آپ نے مدح مرشد میں ایک منقبت پڑھی اس میں ایک مصرعہ یہ تھا۔ ع

میرے حسن کو میری نگاہوں سے دیکھئے

حضرت احسن العلماء کی شادی میں خلیل العلماء نے سہرا پڑھا جو نہایت مقبول ہوا۔ آپ نے سہرے کا تاریخی عنوان نکالا جو ''جشن شادی راحت'' سے ۱۳۶۸ھ نکلتا ہے۔ حضرت احسن العلماء کو اس سہرے کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے جو آپ نے فقیر راقم الحروف کو سنائے۔ ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ ؎

اللہ غنی، کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
تحمید الٰہ تمجید نبی دیرینہ ہے عادت سہرے کی
کس ناز و ادا سے اترا کر چمٹا ہے کلیجہ سے جا کر
بندھتے ہی جبینِ نوشہ پر کیا کھل گئی قسمت سہرے کی
یہ بزم فلک کے سیارے، یہ اختر وانجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے، کرنے کو زیارت سہرے کی
اے شاہ مدینہ شاہ زمن، از بہر حسین از بہر حسن
شاداں رہے یہ دولہا دولہن، دن دونی ہو عزت سہرے کی
اے طبع خلیؔل فیض رقم، یہ جوش بیاں یہ زور قلم
کھائے گی تری شوخی کی قسم، تا عمر لطافت سہرے کی

یہ پورا سہرا ''جمال خلیل'' میں چھپ چکا ہے۔ حضرت خلیل العلماء نے اس موقعہ پر ایک قطعہ بھی فرمایا اس کے دو شعر ہیں۔ ؎

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کہہ دوں
عرش تک نعت محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کہہ دوں

آپ کا علم اور عادات مبارکہ: حضرت احسن العلماء نہایت خلیق، ملنسار اور محبت فرمانے والے ہر دلعزیز محبوب تھے۔۔۔۔۔ کسی سے گفتگو فرماتے تو نہایت نرمی سے اور آہستہ آہستہ۔ پھر اس سے پوچھتے کہ میری بات سمجھ گئے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ملتا تو دوبارہ سمجھاتے۔۔۔۔۔۔کبھی کسی پر سختی نہ فرماتے اور نہ کسی کو ڈانٹتے۔ اگر کبھی کوئی شخص آپ سے کسی کی ذات میں کسی شرعی کمی کے بارے میں بات کرتا تو بھی آپ اس شخص سے ملنے پر کچھ نہ کہتے بلکہ اس کی بہتری کی دعا فرماتے۔ بسا اوقات لوگ آ کر بتاتے تھے کہ ''میاں'' فلاں شخص نے آپ کے بارے میں یہ بُرے کلمات کہے ہیں۔ ہم ان کو جواب دیں.....؟ آپ فرماتے ''نہیں صبر کرو۔ واللہ عزیز ذوانتقام. اللہ غالب انتقام لینے والا ہے۔'' وہ حاسد چند دن

بعد خود ہی ٹھنڈا پڑ جاتا اور حضرت کے سامنے آنے کی تاب نہ لاتا۔

آپ اتنے ذی علم تھے کہ ہر جملے سے علم کے موتی برستے اور فہم کے جواہر بکھیرتے تھے۔۔۔۔ایک مرتبہ فقیر سے فرمایا ”میاں ”دہرئے جو اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور لا الہ یعنی کوئی خدا نہیں کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ان کا قول ”لا“ (نہیں) میں بھی خدا کے وجود کا اقرار ہے کہ وہ ہے جب ہی تو یہ انکار کررہے ہیں اگر نہیں ہے تو انکار کس کا کررہے ہیں؟ تو خدا کا وجود ان کے قول ”لا“ سے ثابت ہے ان کا نہ ماننا اور بات ہے“۔

سجادگان مارہرہ شریف کی خصوصیت: مخدوم العلماء عارف باللہ حضرت علامہ سید محمد علی رضوی قادری حسنی (رحمۃ اللہ علیہ) نبیرۂ حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مارہرہ مطہرہ خانقاہ برکاتیہ کے سلسلہ عالیہ کے سجادگان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس خانقاہ کے تمام سجادہ نشین عالم اور صاحب شریعت ضرور رہے ہیں اور بعض حضرات تو علم ظاہری علم شریعت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب جسمانی بھی ہوتے تھے۔۔۔۔اور یہ حضرات اپنی ولایت کو اپنے علم ظاہری اور علم طب میں چھپاتے تھے۔یعنی لوگ یہی کہیں کہ حکیم ہیں، عالم ہیں، مفتی ہیں اور ہر شخص ان کے مقام ولایت کو نہ دیکھ سکے۔یہ کسر نفسی کی اعلیٰ دلیل ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو سلسلہ اتصال کے ساتھ کسی خانقاہ میں نظر نہیں آتی، بلکہ دیگر خانقاہوں میں اکثریت کے ساتھ بعض سجادگان ایسے نظر آتے ہیں جو علم ظاہری سے آراستہ نہ تھے حالانکہ یہ علم طریقت کی پہلی سیڑھی ہے۔لیکن مارہرہ مطہرہ اس ضمن میں نمایاں ہے۔۔۔۔اور یہاں کے سجادہ نشین علم طب کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

(تقریر بر تعزیتی جلسہ برائے حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ، دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد ۱۶ ستمبر ۱۹۹۵ء)

عرس قاسمی کے موقع پر حضور احسن العلماء بذات خود چل کر تمام مہمانوں سے انکے احوال دریافت فرماتے اور ان کے قیام و طعام کا انتظام ملاحظہ فرماتے اور اپنے فرزندگان کو بھی ہدایت فرماتے کہ کوئی مہمان کسی اضطراب و بے چینی کو محسوس نہ کرے بسا اوقات آپ بیرون ملک سے آنے والے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو دہلی سے لانے کے لیے اپنی ذاتی سواری بھجواتے اور اس طرح ان کی دلجوئی فرماتے تھے حالانکہ مارہرہ شریف اور دہلی کا فاصلہ سڑک کے راستے پانچ گھنٹے کا ہے۔

خطابت وشاعری: آپ عام طور پر نماز فجر اور نماز مغرب کی امامت خانقاہ کی مسجد برکاتی میں فرماتے تھے لیکن جمعہ کی خطابت آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا نہ کرتا۔۔۔۔۔آپ کے خطیبانہ وعظ اور تقاریر کی سینکڑوں کیسٹس آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کے پاس موجود ہیں۔۔۔۔۔آپ ایک نہایت خوش آواز نعت خواں بھی تھے۔۔۔۔۔تلاوت قرآن کا طریقہ بھی مسحور کن تھا۔۔۔ آواز نہایت بلند اور گرج دار تھی۔۔۔۔۔۔جمال وحسن ظاہری کے ساتھ حسن باطن کے بھی حامل تھے۔۔۔۔آپ کی شاعری اور نعت خوانی کے جلوے کیسٹوں میں محفوظ ہیں اپنی ایک نعت میں فرماتے ہیں۔

از آدم تا بہ ایں دم سب تمہاری ملک میں آقا
ہو تم پیارے ملیک الملک کے اور ہم سب کے افسر ہو
زبانیں پیاس سے جب عرصہ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقہ میں عطا اک جام کوثر ہو

حسؔن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروز حشر جب وہ رو بروئے رب اکبر ہو

ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں۔۔۔

محمد آبروئے موموناں ہیں
محمد شرح آیات الہٰی

حضرت سرکار بغداد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب میں یوں فریادرسی کرتے ہیں۔

واسطہ حسنین کا سن لیجیے
مشکلیں آسان میری کیجیے
آپ کو مولا علی کی ہے قسم
دور کردیجئے مرے رنج و الم
المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطب اکرم المدد
نرغہ اعداء میں ہیں اہل سنن
دور کیجیے ان سے سب اہل فتن

راقم الحروف پر حضرت کا کرم: حاجی محمد عمر قادری برکاتی (جو اس وقت ماشاء اللہ عمر کے بیاسی برس مکمل کر چکے ہیں) خلیفہ حضرت احسن العلماء نے فقیر سے بیان کیا کہ "میں جب ۱۹۸۵ء میں مارہرہ شریف عرس قاسمی میں حاضر ہوا تو میں نے ایک دن موقعہ پا کر حضرت سے عرض کی کہ پاکستان میں احمد میاں صاحب کو بھی خلافت دے دیجیے تو حضرت نے فرمایا کہ حاجی صاحب میں استخارہ کرونگا گویا اکابر کسی کو نائب بنانے سے پہلے مشورہ خیر طلب کرتے تھے پھر اہل پا کر نیابت کا حق مرحمت فرماتے تھے۔ فقیر راقم الحروف بھی والد گرامی خلیل العلماء کے وصال کے بعد پہلی مرتبہ عرس قاسمی میں ان دنوں وہیں حاضر تھا۔ حاجی صاحب نے مجھ سے وہیں اس کا ذکر کر دیا میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں اب آپ کچھ نہ فرمائیں۔۔۔۔ پھر ہم دونوں ہی پاکستان واپس آگئے اور حضرت نے خلافت کے بارے میں کوئی بات نہ فرمائی۔۔۔

چھ ماہ بعد مارچ ۱۹۸۶ء میں جب حضرت پاکستان تشریف لائے اور حیدرآباد کا دورہ ہوا تو مغرب کے بعد درگاہ جیلانیہ میں ایک محفل کا اہتمام کیا گیا اسی دن صبح کے وقت میں بعض علماء مشائخ اور بزرگ کارکنان اہلسنت نے مشورہ کیا کہ آج شام کو بعد عشاء جب حضرت درگاہ جیلانیہ سے فارغ ہوکر دارالعلوم میں عشائیہ میں شرکت فرمائیں گے تو حضرت سے عرض کریں گے کہ احمد میاں برکاتی صاحب کو بھی اپنی خلافت مرحمت فرمائیں۔۔۔۔ لیکن یہ کہنے کا موقعہ نہ آیا اور حضرت احسن العلماء نے درگاہ جیلانیہ میں بھری محفل میں خطاب کے آغاز پر ہی یہ اعلان فرمایا کہ "میں آج سے مفتی احمد میاں برکاتی کو خلافت دیتا ہوں اور تمام سلسلوں میں اجازت دیتا ہوں اور تمام اوراد واشغال کی اجازت دیتا ہوں" اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ایسا میں نے کسی کی سفارش یا کہنے پر نہیں کیا بلکہ ان کو اس کا اہل جان کر فیصلہ کیا ہے۔۔۔ الحمدللہ!

فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت کا اس وقت یہ اعلان کرنا اس وجہ سے تھا کہ کل کوئی مرے نائب سے یہ نہ کہہ سکے ہم نے آپ کو خلافت دلائی ہے۔۔۔۔ فقیر تو اس لائق ہرگز نہیں ہے تاہم وہ لائق بنا دیں تو کچھ مشکل نہیں ہے۔

فقیر پر خصوصی انعام: ۱۹۸۶ء میں حضرت کا پاکستان کا یہ آخری

دورہ تھا۔۔۔۔اسی دورہ میں ایک مرتبہ راقم الحروف کراچی حاضر ہوا رہائش گاہ پر احباب ومریدین کا بڑا اجتماع تھا رات کے دس بجے تھے حضرت نے بھرے مجمع سے فقیر کو بلایا اور اپنے کمرہ خاص میں طلب فرمایا فقیر کو دل میں خیال آیا کہ فقیر سے کچھ غلطی یقیناً ہوئی ہے اس کی اصلاح کی غرض سے تنہائی میں بلایا ہے اس خیال سے بدن پر لرزہ آگیا اور دل بے قابو ہونے لگا جب کمرے میں داخل ہوا تو حضرت مسہری پر تشریف فرما تھے فرمایا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دیجیے اور میرے پاس بیٹھیں فقیر نے دھڑ کتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے چٹخنی لگائی اور حضرت کے قدموں میں بیٹھ گیا آپ نے اپنے تکیے کے نیچے سے اپنا بیگ نکالا اور اس میں سے ایک خطیر رقم فقیر کو عطا فرمائی۔۔۔اور فرمایا ''یہ آپ کا وظیفہ ہے آپ سے پہلے آپ کے والد کو ملتا تھا اب آپ کو ملا کرے گا۔ یہ پیر خانہ کا تحفہ ہے جو مقرر رہے اس کو رکھ لیں اور بس۔'' پھر آپ باہر تشریف لائے اور سب لوگوں کو مشرف فرمایا۔

۱۹۸۹ء میں جب راقم الحروف عرس قاسمی میں حاضر ہوا عرس کے پہلے دن ہی شہزادہ سید نجیب میاں سلّمہٗ اللہ تعالیٰ نے یہ مژدہ سنایا کہ ''پاپا حضرت'' نے فرمایا ہے آج آپ کی تقریر ہوگی۔۔۔۔۔میں نے اس مژدہ جانفزہ کو سعادت سمجھا اور خواہش دل میں کی کہ حضرت سنیں تو مزہ آئے اور اصلاح بھی فرمائیں فقیر کی باری آئی تقریر شروع کی بیس منٹ بولتا چلا گیا۔۔۔۔۔جب جلسہ گاہ سے باہر آیا تو شہزادہ سید نجیب میاں نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کی پوری تقریر گھر میں بیٹھ کر سنی آنکھوں میں آنسو تھے فرماتے جا رہے تھے ''بالکل میرے استاذ کا رنگ ہے بالکل وہی طرز ہے۔سبحان اللّٰہ اللھم زد فزد۔''

عرس شریف کے اختتام پر آپ نے چاروں شہزادوں کے ذریعہ الگ الگ انعام بھجوایا۔۔۔۔۔بلکہ اپنے ہمشیرزادہ ڈاکٹر سید محمد جمال الدین اسلم میاں کے ذریعہ بھی انعام عطا فرمایا۔۔۔۔۔اور وہ سب اتنی رقم تھی کہ میرے وہاں کے جملہ اخراجات کو کافی رہی۔۔۔قربان جائیے ایسے پیر خانے پر کہ جہاں پیر دیتے ہیں لیتے نہیں۔

حضرت کا وصال: علاج کی غرض سے آپ کو دہلی لایا گیا ہسپتال میں رہے۔۔۔۔۔۔۱۱ر ربیع الآخر بڑی گیارہویں شریف کے دن آپ نے اشاروں میں اپنے وصال کا ظاہر اعلان فرما دیا اور نعت خوانی وتلاوت شروع کرا دی۔۔۔۔۔احباب نعتیں سناتے رہے اور آپ خود بھی نعتیں پڑھتے رہے اور بار بار فرماتے ''ہم تو پیا کے گھر جا رہے ہیں'' آخری تین دن آپ گہرے مراقبہ میں رہے اور عالم کشف میں ہی یہ سلسلہ جاری رہا جب کبھی اس وجدان سے شعور میں آتے تو صاحبزادگان سے دریافت فرماتے ارے میاں آپ حضور تاج العلماء سے ملے۔۔۔؟ سید العلماء سے ملے۔۔؟ غرضیکہ بارات جمع ہوتی رہی اور جنتی دولہا کو تیار کیا جاتا رہا۔اسی نعت وتلاوت کے سماں میں آپ نے ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء مطابق ۱۵ر ربیع الاخریٰ ۱۴۱۶ھ بروز پیر ہندوستان کے وقت کے مطابق شب ۸ر بج کر ۵۰ر منٹ پر وصل الٰہی کا جام نوش فرمایا۔۔۔۔۔۔یاد رہے کہ ٹھیک اسی وقت پر تاج العلماء قدس سرہ کا وصال ۲۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ کو ہوا تھا۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھا وہ طیب و طاہر گیا

(حضرت رضا بریلوی)

ایک ماہ قبل وصال کی خبر: مارہرہ شریف سے دہلی آتے ہوئے سواری میں بہت جھٹکے لگ رہے تھے جس سے آپ کو بظاہر بہت تکلیف ہورہی تھی۔۔۔۔۔۔۔مریدین وخدام نے عرض کی کہ حضور کو بہت تکلیف ہورہی ہے فرمایا ''واپسی میں بالکل تکلیف نہ ہوگی'' احباب سمجھے کہ یہ متوقع صحت کی طرف اشارہ ہے عرض کی ان شاء اللہ۔۔۔ جب کہ درحقیقت آپ وصال مبارک کی طرف اشارہ فرمارہے تھے جسکا علم وصال کے بعد ہوا۔

وصال کے بعد حضرت کا جسد اقدس مارہرہ شریف لایا گیا اور دوسرے دن مغرب کے وقت درگاہ شریف برکاتیہ میں اپنے خال محترم حضور تاج العلماء کے بائیں طرف ان کے حجرے کے باہر دالان میں اپنے برادر محترم حضور سید العلماء کے پائینتی مدفون ہوئے۔

جسم اقدس کی نزاکت: حضرت سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ فرماتے ہیں کہ چچامیاں حضرت احسن العلماء کو جب غسل شریف دیا گیا تو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ سورہے ہیں۔ابھی آنکھیں کھول دیں گے جسم نہایت تازہ ونازک تھا جس طرح ہم چاہتے باآسانی خمیدہ کر لیتے ذرا احساس نہ ہوتا کہ وصال فرماچکے ہیں۔

آخری کلمات: حضرت کے خادم خاص اکبر بھائی برکاتی بیان کرتے ہیں کہ آخری لمحات میں حضرت کے ہونٹ بدستور مسلسل ہل رہے تھے اور میں نے واضح طور سنا ورد فرمارہے تھے ''یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم'' اسی ورد میں آپ کا وصال ہوا۔

بعد وصال مرید کو زیارت: حضرت کے ایک مرید مشتاق ماکڑا جو کہ کراچی میں رہتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے حضرت بہت یاد آئے تو میں نے سوچا کہ وہی کلمات پڑھوں جو حضرت نے آخری لمحات میں ورد کیے تھے ''یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم'' تو میں یہ پڑھتے پڑھتے سوگیا۔۔۔۔۔خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی منظر یوں تھا: ''ایک نہایت حسین محل ہے ایسا کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اس کے اندر بہت خوبصورت باغ ہے اس باغ میں ایک بڑا جھولا ہے جس کی زنجیر سونے یا چاندی کی ہے اور بہت چمک رہی ہے حضرت اس جھولے پر جھول رہے ہیں میں اندر داخل ہوا اور خواہش کی کہ کاش حضرت جھولا روک دیں تو میں حضرت کے پیر دباؤں حضرت نے جھولا روک دیا میں نے حضرت کے پیر آہستہ آہستہ دبائے میرے ساتھ میرا لڑکا بھی تھا اس نے بھی پیر دبائے تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا اب بس کرو ہمارے آرام کا وقت ہوگیا اب آپ جایئے آپ نے بہت اچھے پیر دبائے اور آپ کے بچے نے بہت ہی اچھے پیر دبائے ہیں پھر آپ نے بچے کو دعا دی اور ہم دونوں باغ سے باہر نکل آئے دروازہ بند ہوگیا۔۔۔۔۔باہر میری بیوی کھڑی تھیں میں نے بتایا کہ حضرت کی زیارت کر کے آیا ہوں۔۔۔ تو اس نے کہا کہ مجھے بھی زیارت کرادو۔میں نے کہا کہ اب حضرت کا آرام کا وقت ہے دیکھوں شاید جاگ رہے ہوں میں دروازے کے قریب گیا تھوڑی سی جھری تھی اس سے دیکھا تو حضرت جاگ رہے تھے آپ نے مجھے دیکھا پوچھا اب کیا ہے۔۔۔؟ میں نے عرض کی میری بیوی بھی زیارت کرنا چاہتی ہے آپ نے اجازت دی میں بیوی کو لے کر دوبارہ باغ میں گیا زیارت ہوئی اور پھر آنکھ کھل گئی میں بہت خوش ہوا۔۔۔۔'' (یہ خواب فقیر سے حاجی عبدالقادر برکاتی پردیسی نے بیان کیا)۔

خواب میں وصال کی اطلاع: جس شب آپ کا وصال ہوا راقم الحروف اس دن کوئٹہ (بلوچستان) میں تھا شب کو خواب میں ایک بڑی عمارت دیکھی جس میں بے شمار بینچیں اور صوفے لگے ہوئے ہیں اور ان تمام سیٹوں پر بے شمار مرحومین اور موجود ین علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت بیٹھے ہیں گویا کسی کا انتظار کر رہے ہیں ان میں سے بعض علماء مرحومین سے فقیر نے ملاقات کی جو علماؤ ہاں محسوس ہوئے ان میں علامہ مفتی وقار الدین قادری قدس سرہ، علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری قدس سرہ، مفتی سید شجاعت علی قادری قدس سرہ اور بہت سے تھے وہیں محفل میں حضرت کا تذکرہ ہوا۔۔۔۔۔ جب حضرت کا نام لیا تو بے ساختہ زبان سے حضرت سید حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ نکلا میری آنکھ کھلی تو میں نے قصداً آپ کا نام لے کر جاگتے میں دامت برکاتہم العالیہ کہا کچھ دیر بعد ہی اخبار میں آپ کے وصال کی خبر پڑھی۔''

وصال کے بعد مشکل کشائی: آپ کے وصال کی خبر سب سے پہلے کراچی پہنچی تو آپ کے چند مریدوں برکاتی احباب نے مارہرہ شریف کا رخت سفر باندھا۔۔۔۔۔علی الصبح اسلام آباد روانہ ہو گئے۔ انڈیا ویزا آفس پہنچے انہوں نے ویزا دینے سے انکار کر دیا اور کہا مروجہ طریقے کے سوا ہم ویزا نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔لیکن چند ہی لمحوں بعد خود بلایا فارم جمع کیے اور صرف دو گھنٹے بعد خلاف توقع اور خلاف مزاج اور خلاف قانون عام خصوصی اختیارات سے ویزا جاری کر دیا اس طرح یہ پانچ حضرات حضرت کی کرامت سے ناممکن کو ممکن کرتے ہوئے شام پانچ بجے دہلی پہنچ گئے یہ ناقابل یقین حد تک مشکل تھا رات کو پونے گیارہ بجے یہ احباب مارہرہ شریف پہنچ گئے معلوم ہوا تدفین ہو چکی ہے تاہم ابھی قبر انور کی پہلی تازگی موجود تھی اسی سے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ یہ حضرت کی واضح کرامت ہے کہ صرف چوبیس گھنٹوں میں بغیر کسی انتظام کے اپنے پاس بلوالیا اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اہل اللہ کا تصرف وصال کے بعد بڑھ جاتا ہے۔

آپ کی تصانیف: حضور احسن العلماء نے چند کتب و رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں.....

(۱) **''مدائح مرشد''** اس کتاب میں آپ نے اولیاء خانقاہ برکاتیہ کے حضور مختلف شعراء کے نذرانے جمع فرمائے ہیں۔

(۲) **''دوائے دل''** احسن العلماء نے یہ رسالہ تالیف فرمایا۔حضور سید العلماء نے اس میں چار چاند لگائے اور حضور تاج العلماء کی سرپرستی میں پہلی مرتبہ یہ رسالہ مارہرہ مطہرہ کی سرزمین سے نکلنے والے ماہنامہ ''اہل سنت کی آواز'' جلد سوم حصہ ہفتم میں ۱۳۷۲ھ میں طبع ہوا۔ دوسری مرتبہ یہ کتاب مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد سندھ نے بڑی آب و تاب کے ساتھ سنہ ۱۹۹۰ء میں شائع کی۔ راقم الحروف نے اس پر پیش لفظ تحریر کیا۔ یہ کتاب ان تمام مریضان قلب کے لیے علاج ہے جن کے دل بدعقیدگی اور گمراہی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ روحانی بیماریوں کو شفائے ایمان حاصل ہوتی ہے بلکہ خوش عقیدہ مومنوں کے ایمان میں بھی مزید پختگی آتی ہے اور اس میں چار چاند لگتے ہیں۔حضرت مؤلف نے گیارہ آیات قرآنیہ، بائیس ۲۲/احادیث نبویہ اور بہت سے اقوال فقہاء وائمہ واولیاء سے مندرجہ ذیل مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۱۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکل کشا ہیں۔

۲۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم رزق کے تقسیم فرمانے والے ہیں۔

۳۔نماز غوثیہ سے حاجتیں پوری ہوتیں ہیں۔

۴۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو''یاغوث'' کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

۵۔ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔
مسئلہ نمبر ۵/ چوں کہ مشہور ومعروف ہے اس لیے حضرت مصنف نے اس مسئلہ میں صرف جواب پر اکتفاء فرمایا ہے اور دلائل کے لیے دوسرے رسائل کو کافی سمجھا ہے۔
فقیر کی نظر سے یہ رسالہ پہلی مرتبہ اس وقت گزرا جب میں اپنے محترم بزرگ حاجی محمد عمر قادری قاسمی کے دئے ہوئے پرانے تحائف میں سے ''اہلسنت کی آواز'' کا مطالعہ کررہا تھا ان رسائل میں سے فقیر نے بہت سے موتی چنے ہیں اور کئی کتابیں ان سے نکالیں ہیں کچھ ابھی زیر ترتیب ہیں اور کچھ زیر طبع۔رسالہ ہذا ''اہل سنت کی آواز'' میں بتیس صفحات پر مشتمل ہے اس کو عوام کے لیے بہت مفید پایا تو دل چاہا کہ یہ خزینہ رحمت پھر مطلع انوار بنے قدیم نسخہ میں عربی عبارات کا ترجمہ اکثر مقامات پر موجود تھا فارسی ترجمہ کہیں بھی نہ تھا فقیر نے افادہ عام کی غرض سے فارسی عبارات کا بھی ترجمہ اردو میں کردیا نیز بعض مقامات پر اصل کتاب میں کچھ کلمات کو مشکل سمجھا تو انکے معانی بھی حاشیہ میں لکھ دئے تا کہ کتاب نہایت سہل اور آسان ہوجائے جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی اس وقت فارسی بولنا لکھنا پڑھنا عوام کا مشغلہ تھا اب تو خواص بھی اس زبان سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں اس لیے فقیر نے مناسب سمجھا کہ فارسی کا ترجمہ کردیا جائے۔(**نوٹ**: دوائے دل کے نام سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے باقاعدہ کوئی رسالہ تحریر نہیں فرمایا البتہ حضرت مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ نے جس کا ذکر دوائے دل کے نام سے کیا ہے یہ دراصل حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا ایک مفصل فتویٰ ہے جسے آپ نے اندھیری ممبئی کے وہابیوں کی طرف سے وارد ہونے والے ۵/سوالات کے جواب کی صورت میں تحریر فرمایا تھا اور اس کا نام آپ نے ''اندھیری کے وہابیوں کی دہن دوزی'' رکھا تھا۔آپ نے یہ فتویٰ مؤرخہ ۶/ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ بروز شنبہ تحریر فرمایا تھا۔شاید بعد میں کسی نے جب اسے رسالہ کی شکل میں طبع کرایا تو آسانی کے لیے اس فتویٰ کا عرفی نام 'دوائے دل' رکھ دیا۔محمد سلیم بریلوی)
(۳) اسکے علاوہ چند اور رسائل ہیں جن میں سے بعض ''اہل سنت کی آواز'' کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔اور آج بھی سلسلہ برکاتیہ کے محققین دینی ومذہبی وتدقیق میں مصروف اور سرگرم عمل ہیں اس وقت جن فرزندان خانقاہ کے ذریعہ یہ سلسلہ تالیف وتصنیف جاری ہے ان میں ۔۔۔(۱) ڈاکٹر سید محمد امین (علیگ) مدظلہ فرزند اکبر احسن العلماء (آپ کی کتاب حیات شاہ برکت اللہ، ترجمہ سراج العوارف، ترجمہ چہارم انواع اور ترجمہ، آداب السالکین پاکستان میں بھی طبع ہوچکی ہیں)۔(۲) حضرت سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ۔(۳) ڈاکٹر سید محمد جمال الدین اسلم میاں مدظلہ شامل ہیں۔
مریدین وخلفاء: آپ کے خلفاء میں اہل علم کی تعداد زیادہ ہے آپ نے اپنے چاروں صاحبزادوں کو بھی خلافت عطا فرمائی۔۔۔۔ آپ کے مریدین ہزار ہا ہزار ہیں صرف حیدرآباد کراچی میں ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے پانچ ہزار سے زائد مرید ہیں۔۔پاک و ہند کے علاوہ آپ کے مریدین سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال، جاپان، امریکہ، ساؤتھ افریقہ اور بہت سے افریقی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہندوستان میں تعداد شمار سے باہر ہے۔
اولاد و احفاد: آپ کی شادی ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں سیتا پور میں ہوئی۔اولاد میں بحمد اللہ وبفضلہ چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔(۱) ڈاکٹر سید امین، زید مجدھم (علیگ) آگرہ میں ایک کالج میں لیکچرر رہے پھر علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ اردو میں لیکچرر ہو

گئے، آپ کے دو صاحبزادے سید محمد امان میاں اور سید محمد عثمان اور ایک صاحبزادی سیدہ ایمن سلمھم اللہ ہیں۔

(۲) سید محمد اشرف ایک گورنمنٹی منصب پر فائز ہیں آپ کے دو صاحبزادے بنیل اشرف اور سید ناظم ہیں ایک صاحبزادی ہیں سلمھم اللہ۔

(۳) سید محمد افضل ایک گورمنٹی منصب پر فائز ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید برکات سلمہ ہیں۔ (ایک بیٹی بھی ہیں)

(۴) سید محمد نجیب زیدکرمہ نومبر ۱۹۹۴ء میں آپ کی شادی ہوئی، حضرت احسن العلماء کی ظاہری حیات میں ہی آپ نے خانقاہ کا انتظام سمجھ لیا تھا اس وقت آپ ہی جملہ امور کی نگرانی فرماتے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے سید حسن حیدر اور سید محمد محسن اور ایک صاحبزادی سیدہ عارفہ سلمھم اللہ ہیں۔

(۵) سیدہ ثمینہ صاحبہ سلمہا ان کی شادی خاندان میں ہی ہوئی ہے ایک صاحبزادے سید شہاب اور ایک صاحبزادی سلمہا ہیں۔

منقبت بہ حضور احسن العلماء علامہ سید حسن میاں قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ

از احمد میاں حافظ البرکاتی

صبر و رضا و صدق کے پیکر حسن میاں
نوری میاں کے نور کے مظہر حسن میاں
ایسا کرم ہے آپ کا سب پر حسن میاں
وہ جس میں آب اُسوہ خیرالبشر کی ہے
نور نگاہ زھرا ہیں، لخت دل علی
اولاد باب علم ہیں اور آل شہر علم
ان کی مہک سے سارا چمن عطر بیز ہے
ہیں چرخ معرفت کے وہ رخشندہ آفتاب
واللہ! فخر و ناز محمد میاں ہیں وہ
مارھرہ و بریلی کا ہر ایک ماہتاب
بس اک نگاہ لطف سے مٹتی ہے تشنگی
جس نے ہمیں کیا غم دوراں سے بے نیاز
منزل کی مشکلات کا کیوں مجھ کو خوف ہو
دنیا کی ہر بلا سے وہ مامون ہوگیا
وہ گردش زمانہ سے گھبرائے کس لیے
مفتی خلیلؔ آپ کے جلووں کا آئینہ
اس خار زار ہستی میں ہر اک مقام پر
نظمی میاں کے حُسن میں حسن حُسن کے ساتھ
بے شک امینؔ و اشرفؔ و افضلؔ نجیبؔ ہیں
میں نے جہاں بھی جب بھی پکارا ہے آپ کو
بخشا ہے آپ نے جو امین و نجیب کو
حافظؔ مزا تو جب ہے کہ یوں ہو بسر حیات
دل میں حسن میاں ہوں تو لب پر حسن میاں

آپ کی وصیت: وصال سے چند لمحے پیشتر، حضرت احسن العلماء نے وصیت فرمائی ”آپ پانچوں بھائی ہمیشہ مل کر رہیں اور جملہ امور باہم مشورے سے انجام دیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ قایم رہیں اور کسی مسلمان کے آنے پر ہر گز ملول نہ ہوں مہمان نیک بختوں کے ہاں ہی آتے ہیں۔ پانچویں بھائی سے مراد، آپ کے برادر زادے، سید آل رسول حسنین میاں شہزادہ سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔۔۔۔۔جن کی اولاد میں تین صاحبزادے، سید سبطین حیدر، سید صفی حیدر، اور سید ذوالفقار حیدر ہیں۔

احسن العلماء کے وصایا وملفوظات

پیشکش۔مولانا جواد رضا برکاتی بن احمد میاں برکاتی، حیدرآباد سندھ

(۱) ''جو خدا خدا پکارے، اپنے گھمنڈ میں بڑا بھاری موحد، خدا پرست شناس بنے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی وفرمانبرداری سے منہ موڑے، وہ ہرگز سچی ابدی کامیابی وفلاح نہیں پاسکتا۔اس نے درحقیقت خود خدا کی بھی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی، اللہ ہی کو نہیں پہنچانا''۔(ملفوظات مشائخ مارہرہ،ص ۱۳۶)

(۲) آج مسلمانوں کو سارے جہاں میں جن سخت مصیبتوں، تباہیوں، بربادیوں اور آفتوں کا سامنا ہے، ان کی دفع کا واحد یقینی ذریعہ صبر وتقویٰ ہے۔(ملفوظات ص ۱۳۸)

(۳) نافرمانوں اور سرکشوں نے نفس اور شیطان کے ورغلانے سے ربانی حقانی اصول کے مقابل اپنی جھوٹی عقل سے کچھ اصول گڑھ لیے اور ان پر عمل کیا۔آخرت میں تو جو سزا اس کی وہ نافرمان پائیں گے، پائیں گے ہی۔مگر اس دنیا میں بھی جو سزا انہیں ملی ارباب سیر وتو اریخ اس سے ناواقف نہیں۔(ملفوظات مشائخ مارہرہ،ص ۱۴۳)

(۴) تمہارے لیے تمہارے بغدادی آقا، جیلانی دولہا، غوث اعظم، قطب عالم، پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی میں اچھی پیروی ہے۔(ملفوظات ص ۱۵۴)

(۵) تم صبر وتقویٰ کو اپنا دستور العمل بناؤ، ظاہر وباطن، قول وعمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو، اللہ ورسول کے ہوجاؤ اسی میں حقیقی کامیابی اور یہی سچی راہِ نجات ہے۔

(ملفوظات ص ۱۵۴)

مریدین ومتوسلین کو وصیت: اس پیارے آقا کے سچے غلام، تمہارے حقانی علمائے کرام اہل سنت، نائبان مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء، تمہارے سچے رہبر ورہنما ہیں تم ان ہی نائبان مصطفیٰ کا دامن تھام لو اور ان تمام بے دینوں بد مذہبوں سے جو کہ اللہ کو جھوٹا بتانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانے والا، کہنے والے، علم غیب سرکار کا انکار کرنے والے، حضور کے علم غیب کو جانوروں سؤر اور کتے وغیرہ اور پاگل اور مجنوں کے علم سے مشابہت دینے والے، اولیاء کرام کے مزارات پر اخذ فیوض وبرکات کے لیے جو (بندگان خدا وسنی مسلمان) حاضر ہوں انہیں ابوجہل کے برابر مشرک کہنے والے، نیاز، فاتحہ، سوم چہلم پھول، سہرا، سب کو شرک وبدعت ٹھہرانے والے، حسین بخش، احمد بخش، پیر بخش نام والے پر شرک و بدعت کا الزام لگانے والے، گستاخ و بے ادب ہوں یا قرآن عظیم کو ناقص ماننے والے، حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں تبرا بکنے والے رافضی ہوں، یا ختم نبوت کا انکار کرکے خود اپنے لیے نبوّت کا دعویٰ کرنے والے، حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام، اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بتول کی شان میں گستاخیاں کرنے والے، قادیانی، وہابی، بہائی ہوں یا جنت و دوزخ، وحی و رسالت، ملائکہ وجن، سب کا انکار وتکذیب کرنے والے دہریئے ہوں، یا حضور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے ائمہ اہل بیت اطہار کو گالیاں دینے والے، خوارج ہوں، کلی طور پر دور رہو اور اسی میں نجات ہے'' (ملفوظات ص ۱۵۲)۔

☆

بارگاہ مرشد سے خاکپائے رسول تک

از۔مولانا معین الدین برکاتی، استاذ جامعہ رضویہ منظراسلام بریلی شریف

میں اپنی زندگی کا وہ روح پرور منظر کبھی فراموش نہیں کرسکتا جب میں مدرسہ احسن البرکات واقع حیدرآباد ضلع لکھیم پور یوپی میں زیرتعلیم تھا۔ وہاں سے اپنی پرانی روایت کے مطابق عشاق کا قافلہ بذریعہ بس ''عرس قاسمی'' کی بے بہا دولتیں لوٹنے جا رہا تھا۔ آرزوئیں دل میں بہت مچل رہی تھیں پر قلت بضاعتی کے سبب اس کا اظہار بے سود سمجھتا تھا لیکن یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ مدرسہ کے طلبہ سے صرف نصف کرایہ لیا جائے گا جو اس وقت کے حساب سے کل ۳۵ روپے ہوتے تھے۔ میں نے بھی چلنے کا ارادہ بنالیا اور خوشی خوشی سالار قافلہ مولانا محمد شہاب الدین صاحب برکاتی سے مافی الضمیر کا اظہار کیا پہلے تو امید افزا جواب ملا لیکن چند ساعتوں کے بعد مجھ سے کہا کہ سب لوگ چلے جائیں گے تو مسجد میں اذان ونماز کے فرائض کون انجام دیگا؟ اس لیے تمہیں اور افتخار کو یہیں رہنا ہے۔ حکم کے تحت چار و ناچار رکنا ہی پڑا اور دل کی امنگوں کو سینے میں ہی دفن کرنا پڑا لیکن دل کی لگی نے نادیدہ مرکز عقیدت کا اشتیاق اور بڑھا دیا۔ اِدھر جانے والے تو صبح ہی سے تیاریوں میں مصروف تھے شام آتے آتے رخت سفر مکمل کرنے کے بعد اس بس کا انتظار کرنے لگے جو انہیں مارہرہ مطہرہ تک پہنچانے والی تھی حتی کہ عشاء کا وقت ہو گیا نمازیوں نے فرائض خداوندی ادا کیے لیکن بس کا دور دور تک کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ وقت موعود پر بس نہ آنے کی بنا پر جانے والوں میں کھل بلی مچ گئی اور مدرسہ میں جانے اور بھیجنے والوں کی آمد ورفت اور بڑھ گئی آخر کار آدھی رات گئے بس جیسے ہی آبادی میں داخل ہوئی لوگوں کی باچھیں کھل گئیں تمام لوگ دیوانہ وار اس کی طرف دوڑ پڑے اور دیکھتے دیکھتے پورا مدرسہ خالی ہو گیا اور ہم دونوں یوں ہی اپنا بے کیف ننھا سا وجود لیے ہوئے انہیں حسرت بھری نگاہوں سے تکتے رہ گئے۔ جان ودل ہوش وخرد تو مارہرہ جانے والوں کے ساتھ رخصت ہو گئے اور ہم دونوں ساتھی حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا اپنا بے کیف وجود لیے اپنے مستقر پر آ گئے اور بستر پر نیم دراز ہو گئے۔ سونے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ نیند کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ تصورات غیر متناہی کا سلسلہ شروع ہوا جو ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آخر کروٹیں بدلتے بدلتے جب رات کی زلف سیاہ کمر سے کافی نیچے ڈھل چکی تو ہم بھی نیند کی آغوش میں پہنچ گئے۔ ابھی سوئے ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ قسمت کے ستارے جگمگا اٹھے نہ دیدہ مرکز عقیدت کے دیدار پرانوار سے سرشاری ہوئی اور زندگی کی عظیم خواہش کی تکمیل آج بصورت خواب پوری ہونے لگی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مختصر سی نورانی مجلس سجی ہے دو تین رفیقان درس اور کچھ ناآشنا حضرات حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ بیچ میں صدر بزم سیدی سرکار مرشد برحق حضور احسن العلماء

علیہ الرحمہ جلوہ وار ہیں۔ حضرت کی داہنی جانب دوافراد کے بعد میں بیٹھا ہوا ہوں۔ حضرت مجھ سے مخاطب ہوئے اور میرے سر پر آہستہ سے ہاتھ مار کر کچھ استفسار فرمایا جو میں یاد نہ رکھ سکا۔ کچھ جواب دینے کے بجائے میرا عالم بالکل اس طرح تھا کہ۔

کچھ اس ادا سے اس نے میرا مدعا پوچھا

ڈھلک پڑے میری آنکھوں سے گوہر نایاب

جلد ہی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ بعد ازاں حضور نے حاضرین سے ناصحانہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اخیر میں مجھے داخل سلسلہ فرمایا۔ کچھ لمحے کے بعد جب چلنے لگا تو حضور نے بہت سے آم عنایت فرمائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنے تھا۔ میرا پورا بدن آموں سے بھر گیا جب کچھ آم باقی بچے تو حضرت نے دونوں آستینوں میں بھر دیئے میرے ساتھی میری آستین اور دامن تھامے میرے ساتھ چلنے لگے کہ آم کہیں زمین پر نہ گر جائیں۔ حضرت کی حویلی سے گزرنا تو یاد رہا بعد کو کس طرح اور کہاں کیا ہوا؟ سطح ذہن پر وہ نقوش باقی نہ رہ سکے۔ شدت سرور کے باعث آنکھ کھلی تو دل کو بیحد خوشی کا احساس ہوا اور افسوس بھی کہ یہ سفر درمیان ہی سے کیوں منقطع ہوگیا۔

خواب کی دنیا میں کرم فرمائی، الطاف و عنایات کا سیل بے کراں دیکھ کر عقیدت کے روابط اور محکم ہو گئے۔ دل میں ان کے دامن سے وابستہ ہونے کی تمنا پہلے ہی بے چین کیے ہوئی تھی۔ اس خواب کے بعد یک گونہ سکون میسر آیا بلکہ یہ یقین سا ہو گیا کہ حضرت نے مجھے اپنا بنا لیا۔ اب صرف ایک ہی خواہش تھی کہ اس روئے تاباں کا عالم بیداری میں دیدار ہو جائے تو حسرت نکل جائے۔ اس لیے اب شدت سے سال آئندہ کا انتظار کرنے لگا۔

وقت گزرتا گیا عقیدت کی شمع دل میں جلتی رہی یہاں تک کہ دوسرے سال ۱۴۰۹ھ میں بغرض تعلیم الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج میں داخل ہو گیا۔ تعلیمی سرگرمیاں جاری تھیں کہ ماہ صفر کا چاند عرس رضوی کے موسم پُر بہار کی نوید جانفزاں لے کر نمودار ہوا چونکہ حضور مفتی اعظم ہند اور شیر بیشۂ اہل سنت علیہما الرحمہ کی اس علاقے پر خاص نوازشیں رہی ہیں اس وجہ سے اس علاقے سے رضوی دیوانے کثیر تعداد میں جوق در جوق ''عرس رضوی'' میں حاضری کی سعادتیں حاصل کرتے ہیں اور ٹورز والی تقریباً سبھی بسیں مارہرہ مطہرہ، بدایوں شریف، پیلی بھیت سے ہوکر ہی بریلی شریف پہنچتی ہیں۔ جس بس سے مدرسہ کے اکثر ساتھی جا رہے تھے ہم بھی اسی بس میں شریک سفر ہو گئے۔ بعد عشاء آٹھ آٹھ دس دس بسوں کے قافلے ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ ساتھ ہی نعرۂ تکبیر و رسالت کی صداؤں سے فضائیں گونج اٹھیں۔ آبادی سے باہر نکل کر نعت و منقبت کا طویل سلسلہ چلتا رہا آخر شب کے دو، ایک گھنٹے کے سکوت کے بعد جب سپیدہ سحر نمودار ہوا تو استفسار پر معلوم ہوا کہ اب ہماری بسیں مارہرہ مطہرہ کی حدوں میں داخل ہونے والی ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ نہایت شوق اور عقیدت سے اب آنے والی منزل کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ کسی نے کہا کہ لو ہم لوگ اس روحانی

شہر میں پہنچ گئے جو ہماری سب سے پہلی منزل ہے۔ تمام لوگ اپنی اپنی بسوں سے نیچے اترے۔ نماز صبح کا وقت تک فرزندان توحید نے برکاتی جامع مسجد میں نماز فجر ادا کی۔ خیال یہی تھا کہ نماز حضور احسن العلماء ہی پڑھائیں گے۔ اس لیے ڈھونڈھنے والی نظروں نے اپنے مرکز عقیدت کو تلاش تو بہت کیا مگر ناکام رہے۔ فجر کے بعد درگاہ معلٰی کا دروازہ بھی کھل گیا تو ہم سلامی کے لیے نور کی اس روحانی بستی میں پہنچے جہاں کے نور کے سوتے مدینے جا کر ملتے ہیں۔ ہماری نظریں مزاروں کی چادروں سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ نظر باطن ہوتی تو نور کے ابلتے چشمے بھی دیکھ لیتا۔ پھر واپس آ کر حضور کے بارے میں معلومات حاصل کی تو یہ روح فرسا خبر ملی کہ حضور کے دل کا آپریشن ہوا ہے اس لیے باہر نکلنا مشکل ہے مگر دل نے اعتماد نہ کیا اور کئی حضرات سے جو وہاں سے متعلق تھے پوچھا تو ایک صاحب نے خبر دی کہ حضور ساڑھے سات بجے باہر تشریف لائیں گے۔ یہ امید افزا جواب سن کر ہم لوگ چار پانچ نفر جو بیعت کا اور کچھ ملاقات کا ارادہ لیے ہوئے تھے برکاتی مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ آخر حضور وقت معلوم پر بھی جب تشریف نہ لا سکے تو ہم لوگ بس ایجنٹوں کے پاس گئے اور اپنی بات کہہ کر ان سے آٹھ بجے تک ٹھہرے رہنے کا وعدہ لیا اور واپس حضرت کی حویلی میں آ گئے۔ انتظار کی گھڑیاں بھی عجیب ہوتی ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔ کافی دیر میں آٹھ بجے اور پھر گھڑی کی سوئی آہستہ آہستہ آٹھ کے ہندسوں کو بھی پار کرنے لگی لیکن ہم نے بھی عزم مصمم کر رکھا تھا کہ بسیں جاتی ہیں تو جائیں لیکن آج ہم مدتوں سے مچلنے والی خواہشات کی تکمیل اور شوق دید کی اپنی پیاس کو بجھائے بغیر ہرگز یہاں سے نہ اٹھیں گے۔ نہ جانے کس کی طلب سچی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں سرکار احسن العلماء تہبند اور بنیان زیب تن کیے اور سر پر چائنا کی جالی دار ٹوپی لگائے باہر حویلی میں تشریف لائے۔ ہم سب نے لپک کر دست بوسی اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت ایک کرسی پر جلوہ آراء ہو گئے اور ہم لوگوں نے زمین پر بیٹھنا چاہا مگر حضرت نے منع فرما دیا اور سب کے لیے کرسیاں منگوائیں۔ اس کے بعد اپنے دل کے آپریشن کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا: ''آپریشن کے وقت میں اپنے وظیفے میں مشغول تھا تو ڈاکٹر کہنے لگا کہ آپ بالکل خاموش رہیں تو میں نے جواب دیا کہ آپ کا جو کام ہے آپ کیجئے اور میرا جو کام ہے میں کرتا ہوں''۔

چونکہ وقت کافی ہو چکا تھا اس لیے ایک صاحب کے ذریعہ اپنا مدعا پیش کیا۔ تو حضرت نے فوراً ہی ہم سب کو یکے بعد دیگرے داخل سلسلہ فرمایا۔ بیعت کے وقت مجھے ایک سال قبل کا اپنا وہ خواب یاد آ گیا جس کی تعبیر آج میں محسوس انداز میں اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ حد تو یہ تھی کہ جو ساتھی، جان پہچان کے افراد اور جو نامعلوم افراد میرے خواب میں دکھائی دیئے تھے وہ سب یہاں پر موجود تھے۔ اس روز مجھے حضرت کے تصرفات کا یقین ہو گیا اور اس بات کا بھی اذعان ہو گیا کہ بزرگوں کے خوابوں میں صداقت ہوتی ہے۔ سال آئندہ مرشد کی بارگاہ میں جب حاضر ہوا تو رخصت کے وقت اپنا اور اپنے

ساتھیوں کے شجرے حضرت سے لے آیا۔ کچھ دیر کے بعد میرے وہ ساتھی جب حضرت کے پاس اپنے اپنے شجرے لینے پہنچے تو حضرت نے میرے نام کے ساتھ فرمایا کہ تمہارے فلاں ساتھی لے گئے ہیں۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سیدی سرکار احسن العلماء کا ذکر جمیل جب کبھی بھی میں نے خلوص کے ساتھ کیا ہے تو اس کا انعام کسی نہ کسی مخفی راستے سے آپ نے ضرور دیا ہے۔ کبھی خواب میں بزرگوں کی زیارت ہوتی ہے تو کبھی عظیم خانقاہوں اور مزارات پر حضوری کا شرف ملتا ہے۔ کبھی ذکر جمیل کی برکتیں امین ملت کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے حرم شریف کی زیارت اپنے خواب میں کی تو دیکھا کہ حضرت امین ملت حرم شریف کے ایک گوشے میں محو استراحت ہیں اور دو تین خدام خدمت میں لگے ہیں۔ حرم مبارک میں ایک بڑا مینارہ ہے جس میں اندرونی زینہ ہے لوگ برابر اس میں سے آ جا رہے ہیں میں بھی ان کا شریک ہوں اس کے علاوہ اور دیگر مناظر بھی دیکھے۔ اوائل ربیع النور شریف ۱۴۲۲ھ میں حضرت امین ملت کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں آپ کے ساتھ ہوں۔ دو تین لوگ اور بھی ہمارے ساتھ ہیں بڑے بڑے اژدہے اور بچھو وہاں پر تھے اور ہم لوگ انہیں ڈنڈوں سے مار رہے ہیں لیکن وہ اِدھر اُدھر بلوں میں چھپ جاتے ہیں۔ حضرت امین ملت بیرون خانہ تشریف لائے اور اس گھر کے متصل ایک میدان میں کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے ''نانا جان!'' کہہ کر آواز دی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو فوراً رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین تشریف لے آئے۔ پورا میدان بقعہ نور بن گیا۔ جسم اقدس سے نور کی پھوٹنے والی کرنوں سے بالکل دوپہر کا وقت لگ رہا تھا۔ اِدھر سانپ بچھوں سب کے سب از خود فرار ہو جاتے ہیں۔ اُدھر یہ حقیر سراپا تکسیر جھجھکتے ہوئے آگے بڑھا۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوا۔ جاہ و جلال کی وجہ سے قریب کھڑے ہونے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ داہنی جانب سے چلا تھا اور دست بوسی کر کے بائیں جانب چند قدم دور جا کر کھڑا ہوا اور حیرت و استعجاب میں ڈوبا جا رہا تھا کہ کہاں میں اور کہاں یہ دیدار جمال جہاں آراء۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور جانب شمال میں تھا۔ نورانیت کی وجہ سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ ایک طائرانہ نظر کے سوا دوسری بار چہرۂ اقدس کی طرف نظر بھی نہ ہو سکی اور نہ ہی پیراہن مقدس کو پہچان سکا۔ انوار و تجلیات کی وجہ سے سب کچھ نورانی ہی نورانی دکھائی دے رہا تھا۔ اس سے قبل بارہا یہ سوچا کرتا تھا کہ جب کبھی دولت دیدار سے مستفیض ہوؤں گا تو قدموں سے لپٹ جاؤں گا اور مچل مچل کر فلاں فلاں علم کی بھیک مانگوں گا مگر حال یہ تھا کہ۔

اُن کو دیکھا تو گیا بھول میں غم کی صورت
یاد بھی اب تو نہیں رنج و الم کی صورت

اس سے ہمیں یہ نتیجہ بھی ملتا ہے کہ سیدی امین ملت حضور احسن العلماء کے سچے وارث اور جانشین ہیں اور آپ کا وافر فیض انہیں سے اہل عقیدت تک پہنچ رہا ہے۔ خداوند قدوس دارین میں ان آقاؤں کی بارش کرم سے سیراب فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین.**

☆

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی حیات کا اجمالی خاکہ

از۔شہزادۂ احسن العلماء سید محمد اشرف قادری، مارہرہ شریف

قدیم صوبہ متحدہ کے دارالسلطنت اکبرآباد سے ملحق ضلع ایٹہ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور ومعروف بستی مارہرہ شریف میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ ہے جہاں بڑے بڑوں نے اپنے سرِ عقیدت فخر کے ساتھ جھکائے ہیں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہ درگاہ شریف، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی سے موسوم ہے اور سنّی دنیا کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی وعلمی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں برصغیر ہندو پاک میں یہ سب سے بڑی قادریہ سلسلے کی درگاہ ہے۔ وہ اس لیے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا، کسی دوسری خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا۔ الحمدللہ۔ لیکن اس امر کو اہلِ خانقاہ نے رب تعالیٰ کا عطا کردہ انعام سمجھا، بے جا تفاخر کا تمغہ نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ: عہد شاہ جہانی کے مشہور ومعروف صوفی شاعر صاحب البرکات سلطان العاشقین حضرت سیّد شاہ برکت اللہ عشقی پیمی بلگرامی ثم مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس درگاہ کے جنوبی رخ کی خانقاہ میں ان کے پوتے حضرت سید شاہ حقانی ابن سیّد شاہ آل محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کا دیوان خانہ تھا۔ یہ وہی شاہ حقانی ہیں جن کا ترجمۂ قرآن اور تفسیر قرآن ''نعت رسول کی'' اور ''عنایت رسول کی'' اردو تراجم وتفاسیر میں تقریباً اولیت کا شرف رکھتے ہیں اور جو اس وقت حضرت امین ملّت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ ہیں۔ امیؔن ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی، مولانا ارشاد احمد رضوی ساحلؔ شہسرامی کے اشتراک عمل سے ان دونوں نادرونایاب تصانیف پر تحقیقی کام کرچکے ہیں۔ (یہ کتاب ''شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن''، بفضلہٖ تعالیٰ شائع ہوچکی ہے۔) ان کے دیوان خانے کے قدیمی مقام پر خاتم الاسلاف، افتخار الاخلاف حضرت سیّد شاہ میر محمد صادق قدس سرہٗ نے خانقاہ میں عالی شان محل سرا و حویلی سجادہ نشینی از سرنو تعمیر فرمائی۔

خانقاہ شریف کی یہ عمارت قصبے کے ہر گوشے سے نظر آتی ہے۔ یہ ایک سہ منزلہ لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی وسیع وعریض حویلی ہے۔ طویل دالانوں، وسیع آنگن، برآمدوں، صحنچیوں اور مختلف بلندیوں کی چھتوں پر مشتمل اس حویلی کا صافہ کھجور کا وہ بابرکت درخت

ہے جس کا بیج بقیۃ السلف، حجۃ الخلف زینتِ سجادہ برکاتیہ، حاملِ مسند احمدیہ حضرت ابوالقاسم سیّدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۰۰ھ میں حج وزیارت سے مشرف ہوتے وقت اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے کر آئے تھے۔ حویلی محل سرا کے صدر دروازہ کی پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ڈیوڑھی اور تین دروازے پار کرنے کے بعد ایک وسیع آنگن نظر آتا ہے۔ حویلی محل سرا کے مغربی گوشے میں ایک اقامتی حصہ ہے جو ''کوٹھی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس محل سرا کے اقامتی حصے مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں مثلاً ایک تو یہی مندرجہ بالا ''کوٹھی'' ہے اس سے ملحق ''محمد میاں کا مکان (حضرت تاج العلماء کے نام سے موسوم) پھر صدر دالان، اندرونی دالان، آنگن والی کوٹھی، کبوتروں کا دالان، صحنچی، تہ خانہ وغیرہ وغیرہ۔ پوری محل سرا لکھوری اینٹ اور چونے کے مسالے سے بنی تھی۔ بعد میں اس کے کچھ حصے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت امین ملّت مدظلہ العالی نے بڑی اینٹ کے پختہ فرش میں تبدیل کردیے۔ حضور احسن العلماء نے اس محل سرا سے ملحق مہمان خانہ عرس قاسمی تعمیر کرایا جو قصبے میں اپنی نوعیت کی واحد تعمیر ہے۔ ان کے وصال کے بعد اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایما اور ہدایت پر حضرت امین ملّت نے سید نجیب حیدر سلمہٗ کی نگرانی میں ''مکان محمد میاں'' کی ظاہری شکستگی کے پیش نظر ایک جدید عمارت پختہ تعمیر کرائی جو عرس کے زمانے میں مہمان خانے کا کام دیتی ہے۔ حضور احسن العلماء کی تعمیراتی سرگرمیوں کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا، ہم پھر پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔

ولادتِ مبارکہ: آنگن کے مغربی حصے میں ''کوٹھی'' کے نام سے موسوم اقامتی حصے کے اندرونی دالان میں ۱۳۴۵ھ بروز اتوار نبیرۂ سیّد شاہ آلِ رسول علیہ الرحمۃ والرضوان یعنی حضرت شاہ آل عبا زیدی الواسطی ابن سیّد حسین حیدر زیدی کے گھر میں یعنی سیّدہ شہر بانو صاحبہ بنت حضرت ابوالقاسم سید محمد اسماعیل حسن زینت سجادہ برکاتیہ کے یہاں اولاد نرینہ کی پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے وقت نومولود سر سے پیر تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصے پر تاج کی شکل بنی ہوئی تھی۔ میری پھوپھی صاحبہ الحاج حافظہ سیّدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ دایہ نے زمین پر ہاتھ مار کر اپنا لاکھ کا کڑا توڑا اور اس کی نوک سے غلاف کو قطع کیا۔ معاً ایسا لگا کہ اس نیم تاریک اقامتی حصے میں ایک اجالا سا پھیل گیا ہو۔ نومولود کا چہرہ مہرِ درخشاں اور ماہِ تاباں کی طرح روشن تھا۔ یہی وہ نومولود ہیں جنھیں دنیائے سنیت شیخ المشائخ، احسن العلماء، مولانا مفتی حافظ قاری سیّد شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسمِ گرامی سے جانتی ہے۔ اسلامی کلنڈر کے حساب سے اس مہرِ درخشاں نے ۷۱ برس تک اپنی روشنی سے خانوادے، مریدین، متعلقین، معتقدین کے دلوں کو منور کیا اور اس ماہِ تاباں نے اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی دل خوش کن چمک سے ہر اس شخص کو راحت دی جس نے ایک لمحے کے لیے بھی ان کا چہرہ دیکھا۔

ان کی پیدائش پر ان کے نانا حضرت سیّد شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت خوشیاں منائیں اور ان کے دادا حضرت سیّد شاہ حسین حیدر زیدی الواسطی خلیفہ حضرت شاہ آلِ رسول احمدی نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

بیعت وخلافت: پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا

بیان ہے کہ ان کے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں (سید شاہ حسین میاں اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے) ایک ساتھ حضرت سید شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ واقعہ یوں تھا کہ حضرت شاہ جی میاں کی علالت بڑھ گئی تھی۔ سب سے بڑے بھائی حضرت سیّد شاہ آل مصطفیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ والرضوان کو حیدرآباد خط لکھا جو ان دنوں بسلسلۂ ملازمت وہاں مقیم تھے کہ حضرت ممدوح کی علالت بڑھ گئی ہے، ہم لوگ نابالغ ہیں، بیعت کے لیے آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ حیدرآباد سے وہ اجازت نامہ بشکل خط آیا تھا۔ وہ خط لے کر حضرت سیّد العلماء (وہ اس وقت ۱۲-۱۳/ برس کے تھے) حضور تاج العلماء سید شاہ محمد میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے اور انہیں خط پڑھ کر سنایا۔ تاج العلماء علیہ الرحمۃ دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو لے کر مجدد برکاتیت حضرت سیّد شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس پہنچے جو اس وقت ہری کوٹھی کے اندرونی دالان میں جنوباً شمالاً آرام فرما رہے تھے۔ حضرت نے چاروں کو بیعت فرمایا اور حضور احسن العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ و مجاز بنا کر اعلان فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہوگا۔ حضور احسن العلماء کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ بھیا (حضور تاج العلماء) موجود ہیں تو یہ کیسے آپ کے سجادہ نشین ہوں گے۔ فرمایا کہ بٹی محمد میاں (تاج العلماء) میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ نشین ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ آلِ مصطفیٰ (حضور سید العلماء) تم حسن میاں کا رشک نہ کرنا۔ تم کو تمہارا حصہ بڑے گھر سے ملے گا۔

راقمِ تحریر عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کی چشم بصیرت کی یہ کرامت ہی تو تھی کہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضور تاج العلماء کی اولاد زندہ نہ رہے گی اور حضرت احسن العلماء ان کی ذات کے سجادہ نشین بھی ہوں گے اور ان کی نسل کے بھی سجادہ نشین ہوں گے۔ ان کی چشم بصیرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ آج سے ۱۴/ برس بعد حضور سید العلماء کو بڑے گھر یعنی سیّد شاہ مہدی حسن میاں صاحب کے گھر سے سجادگی ملے گی۔

بچپن: پھوپھی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حسن میاں کو بچپن اور لڑکپن میں کسی کھیل سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ یعنی بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے، انھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کو اپنی حیات کی منزل بنا لیا تھا۔ پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ حسن میاں بچپن میں چھوٹی مہری کا پاجامہ، روئی کا دگلہ اور بڑی سی ٹوپی پہنتے تھے۔ صدر دالان کے نزدیک کبوتر کی کابکیں رکھی ہوئی تھیں۔ گھر کے بڑے افراد ان کو وہیں جا کر تلاش کرتے تھے۔ وہ کبوتروں کو ہاتھ میں لے کر ان کے پوٹوں کو چوم رہے ہوتے تھے۔ حضور احسن العلماء نے کبوتروں سے اپنی محبت زندگی بھر نباہی۔ انھوں نے کبھی کبوتر نہیں اڑائے لیکن ان کے دانے پانی اور وقت پر کھولنے بند کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے اور ان پرندوں سے بہت شغف و محبت روا رکھتے تھے اور اکثر انہیں آزاد رکھتے تھے۔ بلّی کے حملے کے ڈر سے صرف رات میں کابک میں بند کرتے تھے۔ ان کی خوراک کے بارے میں ہم بچوں کو نصیحت کرتے کہ ان پرندوں کو دن میں ستر بار دانہ دکھانا چاہیۓ۔
بچپن میں حضور احسن العلماء کا یہ بھی معمول تھا کہ چونکہ رات کو ان

کی والدہ کو بہت پیاس لگتی تھی، اس لیے وہ ان کے پلنگ کی پٹی کے نیچے کنویں سے تازہ پانی کھینچ کر لوٹے میں رکھ کر اسے ڈھک دیتے تھے اور لوٹے کی ٹونٹی میں کاغذ کی گلوری لگا دیتے تھے تا کہ کوئی کیڑا مکوڑہ اندر نہ جاسکے۔ ان کی اس عادت پر ان کی والدہ ان کو بہت دعائیں دیتی تھیں اور یہ سب دعائیں خوب خوب قبول ہوئیں۔

پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور احسن العلماء کو ان کی والدہ نے بچپن کی کسی بات پر تادیب کی خاطر مونڈھے کو الٹا کر کے اس میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور پھر بھول گئیں۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد جب ان کا گھر کے اس حصّے سے گزر ہوا تو دیکھا کہ بیٹا اسی طرح کھڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ہی کا تو حکم تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اس وقت کے لیے تھا۔ بیٹے نے فرمایا کہ آپ نے مونڈھا چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ وہیں کھڑا رہا۔ فی زمانہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

تعلیم: پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حسن میاں کو قرآن عظیم ان کی والدہ محترمہ نے شروع کرایا تھا۔ سوا دو پارے والدہ سے پڑھنے کے بعد قصبے کے مشہور حافظ سلام الدین قریشی مرحوم سے قرآن عظیم حفظ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد باقی حصہ حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم سے پڑھا۔ لگ بھگ گیارہ برس کی عمر میں قرآن عظیم حفظ فرمایا۔ بڑے پیمانے پر الم نشرح کی تقریب ہوئی۔ شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اصرار کر کے اپنی طرف سے دولہا بنایا۔ دولہا بنے، سہرے گائے گئے اور اعزہ کی دعوت ہوئی۔ یہ اسی حفظ قرآن کی برکت ہے کہ حضور احسن العلماء نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں بے شمار محرابیں سنائیں۔ بمبئی میں دو تاریخی شبینے سنائے جس کا ذکر آگے آئے گا اور قرآن عظیم کی برکت تھی کہ آخری ایاّم میں فرمانے لگے تھے کہ دنیاوی معاملات میں سہو ہو جاتا ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ قرآن عظیم سینے میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ حضور احسن العلماء صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے برس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت قرآن عظیم سامنے ہوتا تھا لیکن وہ روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے اور بعد میں کئی کئی صفحہ ایک ساتھ پلٹ دیتے تھے۔ رمضان شریف کے ایام میں وہ دیگر حفاظ کا قرآن مجید بھی سنتے تھے۔

پھوپھی صاحبہ اور دیگر بزرگانِ خاندان کا بیان ہے کہ حسن میاں کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا حسد تو حسد، رشک بھی نہیں کرتے تھے اور اس بات کا ایک عالم شاہد ہے۔ ان کی اس خوبی کا بڑے بڑوں نے اعتراف کیا ہے۔ بہت بچپن سے ہی حقیقی ماموں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت اپنی آغوشِ محبت میں کی۔

ان کے اساتذۂ کرام میں حضور تاج العلماء، حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ گھوسوی، مفتی سندھ، خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قادری برکاتی، حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے نامی گرامی اساتذہ کرام تھے۔ اردو کے استاد منشی سعید الدین صاحب تھے۔ انگریزی کے کچھ سبق قبلہ ماسٹر سمیع الدین صاحب مدظلہ سے پڑھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، قرآن عظیم کے درس کے اساتذہ میں والدہ محترمہ حضرت سیدہ شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا اور حافظ سلام الدین اور حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت خلیل العلماء کا معاملہ

یہ تھا کہ وہ مستقلاً مارہرہ شریف میں رہ کر حضرت احسن العلماء کو درس دیتے تھے۔ اس دوران اگر حضور تاج العلماء کو کہیں بیرونی سفر پر جانا ہوتا اور حضور احسن العلماء ان کے ساتھ ہوتے تو حضرت خلیل العلماء مولانا خلیل احمد صاحب بھی سفر میں بغرضِ درس وتدریس شریک رہتے تاکہ ناغہ نہ ہو۔ اس بات کا نقشہ برادر عزیز مولانا احمد میاں بن حضرت خلیل العلماء نے اپنی کتاب میں بڑے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔

بقول پھوپھی صاحبہ، حضور تاج العلماء فرماتے تھے کہ حسن میاں کی ذہانت کا کیا پوچھتی ہو۔ میں ایک صفحہ سبق پڑھاتا ہوں اور وہ اسے فوراً یاد کر لیتے ہیں اور زیادہ سبق کی فرمائش کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسے استاد تھے اور کیسے شاگرد تھے۔

درس کی تکمیل کے بعد حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست وقلم سے سند عطا فرمائی۔

دینی اور علمی خدمات: حضور احسن العلماء کو خانقاہی کاموں سے جب جب فرصت ملتی وہ خانقاہ کے مدرسے ''مدرسہ قاسم البرکات'' میں درس وتدریس کا کام بھی انجام دیتے۔ اسی مدرسے میں ۱۹۶۲ء میں انھوں نے میرا امتحان سورۂ قل اعوذ برب الناس پڑھوا کر اور نماز کی امامت کی مشق دیکھ کر لیا تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ حضور احسن العلماء نے باقاعدہ سجادہ نشین اور صدر کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ اور متولی مسجد برکاتی ہونے سے بہت پہلے خانقاہ کی مسجد برکاتی کا مصلیٰ سنبھال لیا تھا اور سلسلہ وعظ بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت تاج العلماء نے شروع میں حضرت احسن العلماء کو وعظ کہنے کے داب وآداب سکھائے اور پھر مسجد برکاتی کے منبر سے حضور احسن العلماء نے زندگی کے آخری ایام تک جمعہ کی نماز سے پہلے آدھ گھنٹے کا بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آدھے گھنٹے کے بیان میں قرآن عظیم، حدیث پاک فقہی مسائل کا بیان دینی اور دنیوی مسائل سے مقتدیوں کو آگاہ کرانے کا سلسلہ ۵۴ برس تک یعنی ان کی حیات طیبہ تک چلا۔

چوّن سال اسی منبر سے درس دیا تھا دینِ حق کا
ان کی فصاحت، ان کی بلاغت حسن میاں کی بات کرو

(حضرت نظمی مارہروی)

درگاہ ومسجد سے لے کر خانقہ ومہماں خانہ
چوّن سال کی محنتِ پیہم حسن میاں پھر یاد آئے

(سید محمد اشرف)

غالبًا یہ بھی ایک ریکارڈ ہوگا کہ کسی ایک عالمِ دین نے بیرونی اسفار کی مدت کے علاوہ کسی ایک جگہ مستقل طور پر ۵۴ سال تک وعظ وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہو۔ جمعہ کے وعظ میں نہایت سادہ انداز میں موقع ومحل کے اعتبار سے تقریر کرتے۔ کیوں کہ سامعین میں قصبے کے نیم خواندہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ قصبے کے لوگوں میں آج جو دین کی فہم اور مسائل سے آگاہی ہے، وہ بڑی حد تک حضور احسن العلماء کے انہیں آدھ گھنٹے کے بیانات کا ثمرہ ہے۔ برادر طریقت حافظ شریف احمد صاحب نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیانات کو ان کی زندگی میں ٹیپ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے پاس ان کیسٹوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کو سنا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تقریروں میں علم ومعرفت کے کیسے چمکدار موتی بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان سیکڑوں کیسٹوں میں بند تقریروں کو ''ملفوظات احسن العلماء'' کے عنوان سے یکجا کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

زبان وادب پر عبور: والد ماجد علیہ الرحمۃ کو عربی فارسی گرامر پر بڑا عبور حاصل تھا۔عربی وفارسی کے عالم ہونے کے باوجود وہ اردو کو اس کے اصل لہجے کے ساتھ بولتے تھے اور اسی کو فصیح جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اصل لفظ عربی میں محبت بفتح میم ہے،لیکن اردو میں محبت کے میم پر پیش لگا کر پڑھنا اور بولنا ہی فصیح ہے وہ اردو بولنے میں عربی مخارج کے استعمال کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنی گھریلو بولی میں بلکہ وعظ و تلقین کی محفلوں میں بھی ہندی کھڑی بولی، برج اور اودھی کے بول بے تکلفی کے ساتھ بلاتصنع استعمال کرتے تھے جو ان کے منھ پر بہت بھلے لگتے تھے۔ وہ اردو بہت تیز لکھتے تھے اتنی تیز کہ انگریزی کا عام شارٹ ہینڈ رائٹر اتنی تیزی سے انگریزی شارٹ ہینڈ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جب وہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے تھے، بہت خوشخط لکھتے تھے۔ ان کے والد کریم حضرت آل عبا زیدی الواسطی قادری برکاتی بھی بہت خوشخط تھے۔

اعلیٰ حضرت سے انس: والد معظم اکثر گھر میں اہلِ خاندان کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے بیچ بیچ میں، انوری، خاقانؔی، سوداؔ، میرؔ، اور میر دردؔ اور مارہرہ کے شعراء کے شعر بھی حسب موقع پڑھا کرتے تھے۔ میر تقی میرؔ کے اشعار انہیں بہت پسند تھے۔لیکن شاعروں میں انہیں سب سے زیادہ کلام امام احمد رضاؔ خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا یاد تھا۔ ان کا شعر سناتے وقت فرماتے: ''سنو! میرے اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں''۔ یہ کہہ کر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر سناتے۔کبھی کبھی یوں بھی فرماتے سنو! بریلی والا کیا کہہ رہا ہے'' اور یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا شعر سناتے۔ اعلیٰ حضرت سے انہیں عشق کی حد تک محبت تھی اور اس کا اظہار وہ خلوت وجلوت، ظاہر و باطن، گفتگو و وعظ، غرض یہ کہ ہر مقام پر کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے درمیان بھی اور دوسروں کے درمیان بھی۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر ضرورتاً نہیں، عادتاً کرتے تھے اور عادتاً بھی نہیں محبتاً کرتے تھے اور محبت پر کسی کا اجارہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے پہلے چشم چراغ خاندان برکات کا لقب اکثر استعمال فرماتے۔

اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکالر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کرتے سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، سابق چیئر مین شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ نے حضور احسن العلماء کو ماہر رضویات ہی نہیں، شارح رضویات بھی کہا ہے۔ (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء کا اداریہ) اور بالکل صحیح کہا ہے۔ وہ فاضل بریلوی کے خاندان کے معاملات، حالات اور واقعات کے گہرے رازداں تھے۔ بہت سے معاملات کے تو چشم دید گواہ تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد بریلی شریف میں حق حقوق کے سلسلے میں جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، وہاں کے صاحب زادگان بریلی سے فوراً مارہرہ شریف تشریف لاتے، چاہے دن کا وقت ہو یا آدھی رات کا وقت اور حضور احسن العلماء سے اپنے دل کی بات کہہ کر ان کا فیصلہ لے کر خوش خوش واپس جاتے۔ ایسے کئی واقعات مجھے یاد ہیں، میرے علم میں ہیں لیکن ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے۔

حضور احسن العلماء کے بارے میں یہ چند صفحات تمام واقعات کے اندراج کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایک عجیب لطف کی بات یہاں عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کر کے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے کہ اب والدِ معظم ہم

لوگوں کو کوئی نیا نکتہ، کوئی نئی بات، کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے اور یہی ہوتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا، پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہو جاتی۔ کبھی کبھی ہم بیٹے جب دیکھتے کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کسی بات سے متفکر ہیں تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر لمحہ بھر میں دور ہو جاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار حدائق بخشش سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لئے ان کے پاس ایک مضبوط تر وسیلہ تھا اور وہ تھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور منقبتیں اسی ترتیب سے سناتے چلے جاتے جیسی کتاب میں درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جو مشہور نعتیں انہیں بہت پسند تھیں وہ یہ ہیں ۔

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

واہ کیا جود وکرم ہے شہِ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وہ سرور کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ قصیدہ تو وہ بہت ہی استغراق اور وجد کے عالم میں پڑھتے اور اس میں استعمال شدہ صفتوں کی تشریح ایسے دلکش انداز میں فرماتے کہ ہم بچوں کے ذہن میں بھی بات نقش ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت کا شعر اگر کوئی غلط پڑھتا تو نرم انداز میں ضرور ٹوک دیتے۔ اکثر فرماتے: ''حدائق بخشش سمجھنا تو الگ، پڑھنا بھی ہرایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس غلام قادری راقم الحروف نے بھی یہ قطعہ اپنے والد معظم کی اسی بات کی یاد کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ (یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حاسدین ومخالفین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔)

منارِ قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

احسن العلماء۔ علماء و مشائخ کی نظر میں

از۔ شہزادۂ امین ملت سید محمد عثمان قادری برکاتی، مارہرہ شریف

جدّ مکرم، احسن العلماء حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے مجموعۂ محاسن و فضائل بنا کر دنیا میں بھیجا تھا اور بہت سارے نمایاں اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ کا ہر وصف و کمال ایسا تھا کہ اگر ہم میں سے کسی میں بھی محض ایک کمال اس نوعیت کا پیدا ہو جائے تو وہ بھی با کمال کہلانے کا حق دار ٹھہرے گا۔ آپ علم و عمل اور اخلاص و تقویٰ کے پیکرِ جمیل تھے۔ درس گاہ کے بہترین مدرس، میدان مناظرہ کے شہسوار، میدان تصوف و معرفت کے علم بردار، تصنیف و تالیف میں ماہر مصنف، تعلیم و تربیت میں بے مثال معلم و مربی، دعوت و تبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ میں قوم و ملت کے ایک بے لوث خادم و مصلح تھے۔ غرض کہ ہم جس جہت سے بھی دیکھتے ہیں آپ ایک با کمال، انقلاب آفریں اور قد آور شخصیت کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی خداداد علمی لیاقت اور گراں قدر دینی و ملی و روحانی خدمات کے سبب پورے عہد کو متاثر کیا اور ہم عصر علماء و مشائخ کے نظروں میں اعتماد و وقار حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وقت کے اکابر علماء اور مشائخ طریقت نے آپ کے محاسن و کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ بارگاہِ حضرت احسن العلماء میں منظوم و منثور خراج عقیدت پیش کرنے والے اہل شریعت و طریقت کی ایک لمبی فہرست ہے، نمونے کے طور پر یہاں چند اکابرین ملت کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں۔ معاصرین و اکابرین کے تاثرات و اعترافات سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کی با کمال شخصیت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا۔ سفر میں بھی رہا اور حضر میں بھی رہا۔ نجی مجالس میں ان کے گھنٹوں ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں۔ میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے۔ سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ، رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مسلسل گوناگوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرے کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ ہی کو چاہتے ہیں۔ (سیدین نمبر، ص: ۸۱۹)

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ: مرکز (بریلی شریف) کا مرکز ہونے کی حیثیت سے برصغیر ہند میں مارہرہ مطہرہ کو جو عظمت و شرف حاصل ہے وہ کسی بھی باخبر شخص سے مخفی نہیں ہے۔ دورِ اخیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے مشائخ کرام کے صحیح وارث و جانشین کی حیثیت سے حضرت شیخ المشائخ احسن العلماء علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان بہت بلند تھی۔ وہ اس شبستان علم و روحانیت اور بزم فقر و طریقت کی ایسی شمعِ فروزاں تھے جس کی روشنی سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہزاروں قلوب

منور ہوتے اور لاکھوں خفتگان غفلت وضلالت کو سعادت وہدایت کی صبح میسر آتی۔ حضرت کے وصال شریف سے نہ صرف خانقاہ برکاتیہ کی فصل بہار رخصت ہوگئی بلکہ پوری دنیائے سنیت ویران ہوگئی۔ سب سے بڑا ماتم تو اس محرومی کا ہے کہ جماعت اہلسنت کے سر پرست کی حیثیت سے اب اکابر کی صف میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اب ان کے بعد ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا ہے۔

(سیدین نمبر، ص:۸۳۴-۸۳۵)

تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری علیہ الرحمہ:

حق پسند و حق نما و حق نوا ملتا نہیں
مصطفیٰ حیدر حسن سا آئنا ملتا نہیں
مردِ میدانِ رضا و حیدرِ دینِ خدا
شیر سیرت ، شیردل ، حیدر نما ملتا نہیں
پیکرِ صدق و صفا ، وہ شمعِ راہِ مصطفیٰ
جو مجسم دین تھا ، وہ کیا ہوا ملتا نہیں
یاد رکھنا ہم سے سن کر مدحتِ حیدر حسن
پھر کہو گے اخترؔ حیدر نما ملتا نہیں

....

اے نقیب اعلیٰ حضرت ، مظہرِ حیدر حسن
اے بہارِ باغ زہرا ، میرے برکاتی چمن
استقامت کا وہ کوہِ محکم و بالاحسن
اشرف وافضل ، نجیب وعترتِ زہرا حسن

(سیدین نمبر، ص:۱۹۸۸-۱۹۸۹)

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان مبارک پوری علیہ الرحمہ:

ضیائے ملتِ بیضا ، فروغِ دین نبی
عروج علم و عمل ، امتزاجِ فقر و شہی
نشانِ منزلِ حق، ماہرِ خفی و جلی
شناورِ یمِ وحدت، نگارِ مطلبی !!
حضور احسن و اعلم کی ذات پاک ہوئی
ادائے فقر پہ شاہوں کا بانکپن قرباں
ادائے لطف و مروت کہ رحمتِ یزداں
نہالِ گلشنِ زہرا کا اک گلِ خنداں !!
ہے جس کی بو سے معطر مشامِ دیدہ وراں
وہ مصطفیٰ و علی و حسن، وہ ابن علی

(سیدین نمبر، ص:۱۲۹۱)

سید ملت علامہ سید شاہ آلِ رسول حسنین نظمی میاں علیہ الرحمہ:

چچا میاں ایک بہترین مبلغ تھے۔ دراصل ان کی ذات ہی مجسم تبلیغ تھی۔ جانے انجانے لوگ ان کی طرف کھنچے آتے تھے۔ مارہرہ شریف تو خیران کا اپنا ہی گھر تھا، ممبئی، کان پور، اورئی، سوراشٹر، کلکتہ، پاکستان کے ہزاروں افراد چچا میاں کی ایک نظر کرم کے تمنائی رہتے تھے۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص دوسرے سے یہی کہتا کہ حضرت مجھے سب زیادہ چاہتے ہیں۔ چچا میاں جس محفل میں بیٹھ جاتے ، اچھے اچھوں کے چراغ گل ہو جاتے تھے۔ خانوادہ مارہرہ کا یہ شیر ہر جگہ شیر ہی رہتا تھا۔ (یاد حسن، ص:۲۶۱)

حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین بستوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سیدی حضور احسن العلماء مارہروی قدس سرہ کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ آپ کا پرنور چہرہ ایسا روشن وتابناک تھا جسے دیکھ کر اہل ایمان کو خدا یاد آجاتا۔ سادگی ایسی کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری کی یاد تازہ ہوجاتی۔ غلاموں کے لیے رحماؤ بینھم کا پیکرِ جمیل اور دین کے دشمنوں کے لیے اشداء علی الکفار کا مظہر اتم

اورجلال فاروقی کا آئینہ دار تھے۔عبادت و ریاضت میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کا وارث حقیقی۔غرض کہ آپ کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔آپ کی ذات مجمع الکمالات تھی۔(ایضاً ص:۳۶۸)

حضرت مفتی محمد جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ: حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا خلیفہ بننے کے بعد ہم نے اپنے اندر بڑی نورانیت محسوس کی ، جب کہ پہلے اس میں کمی پائی جاتی تھی ...... حضرت ہمیں مفتی صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔حضرت کی سیرت کے اس پہلو نے ہمیں بہت زیادہ متاثر کیا کہ آپ اس زمانہ کے پیروں کے برخلاف علماء کی بڑی عزت کرتے تھے...... آپ کا چہرہ مبارک ایسا روشن اور تابناک تھا کہ اسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا، اس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں جس پر خاندانی جاہ وجلال اور رعب و دبدبہ پوری طرح نمایاں تھا،لیکن گفتگو میں شیرینی ہوتی تھی۔حضرت کو اپنے حسب ونسب پر غرور نہ تھا اور نہ اپنی سیادت ونجابت کے اعزاز کو اپنا ذریعہ معاش رکھا اور نہ پیری مریدی کو خود تجارت بنایا اور نہ اپنے صاحب زادگان کو اس راستے پر لگایا، بلکہ سب کو معاش کے دوسرے ظاہری اسباب کے ساتھ وابستہ کیا۔اسی لیے مریدان کی تلاش میں نکلتا تھا، وہ مریدوں کی تلاش میں کبھی نہیں نکلے۔اخلاق ایسا بلند کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضرت مجھی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔جود وسخا اور مہمان نوازی میں اپنے اسلاف کرام کی سچی یادگار اور ان کے صحیح وارث تھے۔مزاج میں کامل استغنا تھا۔ان کا مشن اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت تھا...... ان کے علاوہ ان کی ذات بابرکات میں اور بھی بہت ساری خوبیاں تھیں، جن سے متاثر ہوکر میں ان کا گرویدہ ہوا۔(یاد حسن، ص:۲۵۵،۲۵۶)

امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ: والد ماجد مرحوم ومغفور کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔دامے، درمے، قدمے، سخنے، قلمے انھوں نے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی۔لاکھوں بندگان خدا ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا بے مثال فروغ ہوا...... بڑے متبع سنت تھے۔طویل علالت کے دوران اسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے۔ننگے سر کھانا پینا ان کو گوارہ نہ تھا۔علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی، غریب پروری، حسن اخلاق، صبر واستقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بیشمار نمونے پیش کیے۔(یاد حسن، ص:۲۵۸)۔

جناب سید محمد اشرف برکاتی مارہروی دام ظلہ: حضرت احسن العلماء ایک بے مثال مقرر تھے۔ان کے بیان میں سلاست، تلقین، خطابت اور تفہیم کے پہلو بہت روشن تھے۔انہوں نے مسلسل ۵۴ر برس تک خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ) کی جامع مسجد کے منبر سے رہنمائی فرمائی......اسلامی تاریخ ان کا مستقل موضوع تھا، جس پر وہ بے تکان تقریر کرتے تھے......حضرت والا کی خطابت میں بڑی روانی تھی۔ان کی آواز بلند اور گونج دار تھی۔مائک کے بغیر ان کی تقریر دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ان کی خطابت کا اعلیٰ ترین جوہر یہ تھا کہ وہ آیات قرآنی سے اپنے مدعا کی تائید وتصدیق کرتے جاتے تھے۔قرآن کے متن اور مفاہیم پر ان کا استحضار ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے۔دوسرا وصف جس کا بیان ضروری ہے کہ ان کی خطابت میں کہانی یا افسانے والی یکسوئی، یک رخاپن اور تسلسل نہیں تھا، بلکہ ان کی خطابت

میں داستان جیسی بلندی، پھیلاؤ اور گمبھیرتا تھی۔لیکن وہ ''بات یہاں سے شروع ہوئی تھی'' فرما کر پھر تقریر کو اپنے موضوع پر لے آتے تھے۔ ان کی خطابت کا سامع ان کا مقتدی نہیں رہتا تھا، ہمسفر بن جاتا تھا اور جب وہ (سامع) ان کی خطابت کے میدان میں ان کے ساتھ داخل ہوتا تھا تو دیر تک ان کے ساتھ مختلف مقامات کی سیر کرتا تھا۔کبھی توحید کی وادیوں سے گذر رہا ہے، کبھی حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلستانوں کی سیر کر رہا ہے، کہیں سلوک و معرفت کے مرحلے ہیں، کہیں تاریخ و ادب کے دریا بہہ رہے ہیں۔کہیں فرائض و واجبات کے نظارے ہیں تو کہیں حقوق العباد کے مہ پارے ہیں۔آواز کا زیر و بم، مقامی الفاظ کا بے تکلفانہ استعمال، جذبے کی شدت اور فکر کی حِدّت سامع کو ایک عجیب وغریب دنیا میں لے جاتی تھی...... وہ بہت واضح گفتگو فرماتے تھے۔الفاظ پورے مخارج کے ساتھ ادا کرتے اور گفتگو کے تقاضے کے مطابق لہجے میں اتار چڑھاؤ کا خیال رکھتے۔کوئی مشکل لفظ منہ سے ادا ہو جاتا تو فوراً اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے، تاکہ سامنے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔تقریر میں اکثر عربی، فارسی اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔عربی میں حضرت حسان بن ثابت، فارسی میں رومی و سعدی اور اردو میں میر تقی میر اور اعلیٰ حضرت (محدث بریلوی) کے اشعار بے تکان پڑھتے۔

(یادِ حسن، ص:..........، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ)

پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں بریلی شریف: حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ فقیر قادری پر ہمیشہ اپنے الطاف و کرم کی موسلا دھار بارش فرمایا کرتے تھے۔مجھ پر ان کے بیشمار احسانات ہیں۔وہ میرے لیے لطف و کرم کا ایک تناور اور سایہ دار درخت تھے۔والد بزرگوار، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد میرے آقائے نعمت حضور سیدی احسن العلماء علیہ الرحمہ نے مجھے کبھی اپنے والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ہر مشکل گھڑی میں وہ میرے لیے ایک عظیم محسن کی صورت میں نمودار ہوئے۔بے پناہ شفقت فرماتے، الفت فرماتے، محبت فرماتے اور اپنے شہزادگان کی طرح میرے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ فرماتے۔

(اہل سنت کی آواز ۲۰۱۹ء)

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی: احسن العلماء والمشائخ اپنے اکابر کی روایت کے امین اور ان کے جادہ مستقیم پر شدت کے ساتھ گامزن تھے...... جود وسخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے۔عرس کا ازدحام کتنا عظیم ہوتا ہے، مگر یہ گوارا نہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں۔سب کے قیام وطعام کا انتظام اپنی جانب سے کرتے۔ کوئی دینی وعلمی کام سن لیتے تو اس کے لیے مالی تعاون میں حصہ لینے کی کوشش فرماتے...... دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر واصاغر کے لیے مرجع ومقتدیٰ کی حیثیت رکھتی تھی۔مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں۔ان کے بعد یہ اعزاز حضرت احسن العلماء کے حصے میں آیا۔(سیدین نمبر، ۹۳۹-۹۴۰)

حضرت علامہ عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ: حضور احسن العلماء اپنے اسلاف کرام کی سچی یادگار اور اپنی خاندانی روایات کے امین تھے۔ احسن العلماء بلاشبہ خانقاہ برکاتیہ کے وقار، میدان

طریقت کے شہسوار اور شریعت و معرفت کے جامع تھے۔ خورد نوازی اور احترام علماء میں اپنی مثال آپ اور دوسرے مشائخِ زمانہ کے لیے بہترین نمونہ تھے۔ حضور احسن العلماء والمشائخ علیہ الرحمہ والرضوان زبردست عالم دین بھی تھے اور مفتی بھی، عاشق رسول شاعر بھی تھے اور بہترین خطیب بھی اور ایسے پیر طریقت تھے جنھیں روحانیت کا مینار اور بیعت و ارشاد کا وقار کہا جائے تو عین حقیقت۔ جن کی پیری مریدی عصر حاضر کے نام نہاد پیروں اور مطلق العنان متصوفوں اور بد عمل باباؤں اور دنیا کمانے والے مرشدوں کے لیے تازیانہ عبرت تھی۔ لینے اور جیب بھرنے والے مشائخ تو بہت دیکھے گئے، لیکن وہ (احسن العلماء) دینے اور نوازنے والے ایسے پیر تھے جن کی مثال اس زمانے میں شاید ہی پیش کی جاسکے۔ مارہرہ مطہرہ جیسی عظیم خانقاہ کے سجادہ اور خانوادہ برکاتیہ کے سچے وارث ہوتے ہوئے اخلاق و کردار اور حسن سلوک کے وہ ایسے کوہ گراں تھے کہ عام مشائخ زمانہ اس کا تصور نہیں کرسکتے۔ (یاد حسن، ص: ۲۷۰-۲۷۱)

سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ:

سیدی وسندی حضرت العلام، مولانا، حافظ، قاری، مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ احسن العلماء بھی تھے اور احسن المشائخ بھی۔ کتاب وسنت کے عالم بھی تھے اور عامل بھی۔ عارف باللہ بھی تھے اور واصل الی اللہ بھی۔ آپ کے محبوب مشاغل میں سے ایک اہم مشغلہ خلق خدا کی اصلاح اور رشد و ہدایت تھا...... حضور سیدی وسندی احسن العلماء علیہ الرحمہ شیخ اتصال بھی تھے اور شیخ ایصال بھی تھے، اس لیے آپ بجا طور پر شیخ کامل تھے اور علم فقہ و عقائد میں تو آپ محقق تھے جس کا ثبوت آپ کے اہم خطبات، مجلسی مذاکرات، سوالوں کے جوابات اور آپ کی تصنیف ''تشریح اھل الله فی تفسیرا ما اھل به لغیر الله'' نیز آپ کا رسالہ ''وہابیوں کی دہن دوزی'' وغیرہ ہے۔ آپ کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے ریا، عجب، کینہ، حسد، حب مدح، حب جاہ، محبت دنیا، طلب شہرت، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، مداہنت، کفرانِ نعم، حرص وبخل، سوئے ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، غدر، خیانت، قسوت، تملق، غضب للنفس، تساہل فی اللہ وغیرہا مہلکات سے پاک رکھا تھا اور فضائل مثلاً: عمل صالح، حب للہ، بغض للہ، دینی تصلب، حب رسول صلی اللہ علیہم وسلم، تعظیم علماء، سخاوت وفیاضی، خلق حسن، خندہ روئی وغیرہ سے آراستہ فرمایا تھا۔ (سید ین نمبر، ۸۴۹-۸۵۱)۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، ہمدرد یونیورسٹی دہلی: احسن العلماء حضور سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ صرف زبان وبیان کے ہی دھنی نہیں تھے، بلکہ فکر کی پختگی اور خیال کی بلندی میں بھی ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ان کی فکر ملت کی فلاح و بہبود کے اردگرد گردش کرتی۔ اپنی فکر رسا طبیعت کو ملت اسلامیہ کی سیاسی وسماجی حالت کو سدھارنے سے متعلق ہی لگاتے۔ تقسیم، ہند کے موقع پر ہندوستان میں بیشمار تنظیمیں قائم ہوئیں۔ کئی ایک نظریات وخیالات ابھر کر سامنے آئے۔ آپ کی اپنی ایک جداگانہ رائے تھی۔ آپ نے اس پرآشوب دور میں ملت اسلامیہ کی اصلاح وفلاح کے لیے ''جماعت عالیہ مرکزیہ اہل سنت'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے بانی وصدر تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادرسول، سکریٹری سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ اور نائب صدر خود احسن العلماء حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں نامزد کیے گئے۔ (یاد حسن، ص:272)

حضور احسن العلما۔ کچھ یادیں کچھ باتیں

از۔علامہ محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور

سید العلما حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ سے آگاہی تو بچپن ہی میں ہوگئی تھی مگران کے برادر عزیز حضرت احسن العلماء والمشائخ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ سے اس وقت واقفیت ہوئی جب حضرت سید العلماء کے وصال کو کئی سال گزر چکے تھے۔ان کی مجلسوں میں حاضری اور گفت و شنید کا موقع بھی کم ہی نصیب ہوا۔پہلی بار مخدوم گرامی حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کی معیت میں عرس قاسمی کے موقع پر ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء مارہرہ شریف حاضری کے وقت شرف نیاز حاصل ہوا، آخری بار رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ میں بمبئی کھڑک مسجد کے اندر ملاقات وزیارت نصیب ہوئی۔

درمیان میں ایک باراورعرس قاسمی کے موقع پر دیدار ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت کے حالات وعادات پر روشنی ڈالنا میرے لیے بہت دشوار ہے لیکن جہاں تک دیکھا، سنا اور جانا ہے محض خراج عقیدت کے طور پر چند سطروں میں رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

احسن العلماء والمشائخ اپنے اکابر کی روایت کے امین اور ان کے جادۂ مستقیم پر شدت کے ساتھ گامزن تھے۔بزرگوں کے حالات بہت دلچسپی اور بسط وتفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ان کی روایت سے وہ سارے حالات قلم بند ہوجاتے تو معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا۔

بے دینوں اور بد مذہبوں سے نفرت و بیزاری مشائخ مارہرہ کا وہ امتیازی نشان تھا جس نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو خانقاہ برکاتیہ کی طرف مائل کیا اور سیدنا شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ کی ذات میں انہیں وہ مرشد برحق ملا جو علم ظاہر و باطن کا حامل ہونے کے ساتھ دین میں کسی مداہنت کو روانہ رکھتا۔ یہ امتیاز بعد کے مشائخ میں بھی قائم رہا اور حضرت احسن العلماء نے بھی پورے طور سے اس کو برقرار رکھا۔ دین میں صلابت،عقائد میں اخلاص،الحب للہ والبغض فی الدین میں صداقت،ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہما کا ذکر بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ کرتے، ان کے فتاویٰ کو حرز جان بناتے، ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جایئے۔کوئی مرید باصفا یا محبّ بے ریا جو بیان کرتا اس سے زیادہ وہ اس جانشین پیران بزرگ کی زبان حق ترجمان سے چرچا ہوتا۔ سچی بزرگی کی نشانی یہی ہے کہ اہل فضل کے کمالات کا اعتراف کیا جائے اور مذہب میں صلابت وصداقت کی پہچان یہ ہے کہ اس مذہب کے فروغ و اشاعت کے لیے زندگی وقف کرنے والے کی مدح وثنا کی جائے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس کی عظیم خدمات جہاں دین کے لیے نفع بخش اور ملت کے لیے راہ نما تھیں وہیں ہمارے لیے بھی فیض رساں اور باعث امتنان وتشکر تھیں

مگر جہاں صداقت و اخلاق کا فقدان ہوتا ہے وہاں اپنی ذات اور اپنے نفس کے سوا کوئی صاحب کمال نظر ہی نہیں آتا۔

مارہرہ شریف کے اندر تفویض خلافت کے معاملہ میں بڑی سخت احتیاط ہوتی۔ اس روش کو حضرت احسن المشائخ نے بھی برقرار رکھا یہی وجہ ہے کہ ان کے خلفا کی تعداد زیادہ نہیں اور جو خلفاء ہیں ان میں اکثر حضرات وہ ہیں جو آج جماعت علماء میں امتیازی شان کے حامل ہیں۔ دوسرے جو حضرات ہوں گے وہ بھی کسی بڑی خصوصیت کے حامل ہوں گے۔ میں نے ''عرس قاسمی'' میں حضرت احسن المشائخ سے مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کے لیے مطلقاً تفویض خلافت کا اعلان سنا مگر ان کے ساتھ دو اور حضرات کے لیے اعلان کیا تو بڑی صراحت کے ساتھ ''بشرائط معلومہ'' کی قید بھی ذکر فرمائی۔ یہ اسی احتیاط پسندی کے سبب ہوا جو یہاں کا خاص امتیاز ہے۔

جود و سخا اور مہمان نوازی میں اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تھے۔ عرس کا اژدہام کتنا عظیم ہوتا ہے مگر یہ گوارا نہ تھا کہ ہمارے زائرین قصبے میں کہیں دور جائیں یا کسی ہوٹل کا سہارا لیں۔ سب کے لیے قیام و طعام کا انتظام اپنی جانب سے کرتے۔

کوئی دینی و علمی کام سن لیتے تو اس کے لیے مالی تعاون میں حصہ لینے کی کوشش فرماتے۔ ۱۴۱۴ھ میں ممبئی میں میری حاضری کی غرض یہ تھی کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ''حاشیہ شامی جد الممتار'' جلد ثانی جس کی تحقیق و تعلیق وغیرہ کا کام ایک سال قبل مکمل ہو چکا تھا۔ اب رضا اکیڈمی کے تعاون سے اس کی طباعت کا کام مکمل ہوا۔ جناب محمد سعید نوری سے میری گفتگو پہلے ہو چکی تھی اس لیے جانے کے بعد ہی کمپیوٹر والے سے رابطہ ہوا اور کام کا آغاز ہو گیا۔ حضرت احسن المشائخ کے یہاں کھڑک مسجد میں شرف نیاز کے لیے جب حاضر ہوا اور انہیں علم ہوا کہ ''جد الممتار'' کے سلسلے میں بمبئی آنا ہوا ہے تو اس کے لیے از خود ایک ہزار روپے عنایت کیے۔ میں نے عرض کیا حضرت کی بارگاہ میں اس لیے حاضر نہیں ہوا نہ ہی بمبئی میں چندہ کرنا مقصود ہے۔ کام تو رضا اکیڈمی کے توسط سے جاری ہے۔ مگر حضرت واپس لینے پر راضی نہ ہوئے، فرمایا پھر بھی اسے رکھو۔ اس طرح کے نہ معلوم کتنے کام ہیں جن میں از خود پیش قدمی کر کے حصہ لیا۔ یہ مزاج کسی کاروباری پیر میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دنیائے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں۔ ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔ اس وقت ہماری صفوں میں جو انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لیے متفق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ حضرت ہی کی ذات تھی۔ افسوس! کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطہ النقاء اور مرکز اجتماع بھی جاتا رہا۔ اب کون ہے جو اس انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارے؟ اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلّے کو یکجا کرے؟ اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہ راست پر لانے کی سچی تڑپ، بچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ اور بدکنے والوں کو اپنانے کا فن اور بھکنے والوں کو تھامنے کا یارا ہو؟ وہ کیا گئے یہ سب جاتا رہا۔

فما کان قیس هلکه هلك واحد
ولکنه بنیان قوم تهدما

حضور احسن العلماء کی تقویٰ شعار زندگی

از۔ مولانا توفیق احسنؔ برکاتی

خانوادہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ میں ایک سے بڑھ کر ایک جلیل الشان اور بلند رتبہ اعاظم زمانہ پیدا ہوئے جن کی معرفت شناسی، خدا ترسی، زہد و تقویٰ، علمی و ادبی کمال، روشن ضمیری اور روحانی و عرفانی مقام و مرتبہ معروف و ممتاز رہا اور ہر عہد میں اس خانقاہ عالیہ کے سجادگان گرامی نے نمایاں دینی وملی، علمی وتحقیقی، ادبی وفکری، سیاسی وسماجی کارنامے انجام دیے۔ عوام الناس کے درمیان رہ کر ان کے دکھ درد میں شرکت کی، ان کے غموں کا مداوا کیا، ان کی خوشیوں میں شامل رہے، ان کے لیے اپنا روحانی شفاخانہ ہمیشہ کھلا رکھا، ان کی دست گیری کرتے رہے، ساتھ ہی وہ عبادات الٰہیہ سے غافل نہ رہے، خانقاہی رسوم و معمولات کے عامل رہے، مجاہدہ و مراقبہ کرتے رہے، شب بیداری اور راہِ سلوک وتصوف پر چل کر مقام عروج حاصل کیا۔ ان کا ظاہر انتہائی سادہ نظر آتا تھا مگر وہ باطنی طور پر انتہائی پرخطر راہ کے راہی بنے رہے، ان کی سادگی ان کی شناخت تھی اور ان کا باطن ہزاروں سربستہ رازوں کی آماجگاہ تھا۔ سخاوت ان کا مشن تھی، مجاہدہ ان کا معمول تھا، دین کی خدمت ان کا شوق تھا، مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اپنے وابستگان کو اس پر سختی سے قائم رہنے کی تلقین کرتے رہنا ان کا شیوۂ زندگی تھا، جبھی تو ان کی دینی ومسلکی خدمات کا دائرہ بڑھتا گیا۔

سجادگان مارہرہ میں ایک نمایاں اور منفرد نام احسن العلماء، شارح کلام رضا، حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی، علیہ الرحمہ کا ہے، جن کی ولادت خانقاہ برکاتیہ میں حضرت سید شاہ آل عبا زیدی واسطی علیہ الرحمہ کے گھر میں ہوئی، نانا جان کا اسم گرامی حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں اور دادا جان حضرت سید شاہ حسین حیدر زیدی ہیں، بچپن سے ہی خال محترم تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی علیہ الرحمہ نے انھیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور ان کی تعلیم وتربیت اپنی آغوش محبت میں کی۔ ان کے اساتذہ میں حضور تاج العلماء، شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی گھوسوی، خلیل العلماء مولانا خلیل احمد قادری، شیر بیشہ سنت مولانا حشمت علی لکھنوی جیسے نامور اساطین علم شامل ہیں، تعلیم بھی ہوئی اور تربیت بھی کمال کو پہنچی، اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید کی برکتوں سے تا حیات نہال ہوتے رہے اور اس کا فیضان تقسیم کرتے رہے۔

جب قدرت کسی کو عظیم الرتبت بنانا چاہتی ہے تو بچپن ہی سے اس کا انتظام ہونے لگتا ہے، یہاں بچپن اور لڑکپن کا حال یہ تھا کہ کھیل سے کوئی رغبت نہیں تھی، ''یادحسن'' میں ان کے فرزند گرامی حضرت سید محمد اشرف مارہروی لکھتے ہیں: ''بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے انھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو اپنی حیات کی منزل بنالیا تھا۔'' (ص: ۳۱)

ان کی زندگی کے معمولات ایسے تھے کہ ہر کوئی انھیں

دعائیں دیتا تھا، ان سے خوش رہتا تھا، حسد نام کی ان کے پاس کوئی چیز نہیں، بلکہ وہ تو کسی پر رشک بھی نہیں کرتے تھے، والدین کے فرماں بردار، بڑوں کی تعظیم کرنے والے، چھوٹوں پر شفقت کے پھول نچھاور کرنے والے، دین وشریعت کو ترجیح دینے والے، نفس کشی کے دلدادہ، غریبوں کے ہمدرد، نخوت وکدورت کی نحوست سے کوسوں دور، حقوق مسلم اور حقوق انسان کے علم بردار، عبادت وریاضت کے رسیا، اعلیٰ دماغ، بلند پایہ منتظم، ماہر استاذ، مشفق باپ، مخلص پیر طریقت، بیدار مغز امام، سنجیدہ خطیب اور بہت اچھے انسان تھے۔ درس کی تکمیل ہوئی تو استاذی کی، تشنگان علوم کو پڑھایا، برکاتی مسجد کا مصلیٰ سنبھالا تو اخیر عمر تک اس میں باقاعدہ امامت وخطابت کا فریضہ ادا کرتے رہے، شروع میں خال محترم تاج العلماء علیہ الرحمہ نے انھیں وعظ کہنے کے آداب واصول سکھا دیے تھے، جس کی بنیاد پر حضور احسن العلماء نے زندگی کے آخری ایام یک جمعہ کی نماز سے پہلے آدھ گھنٹہ کا بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آدھ گھنٹہ میں وہ شریعت بھی سکھاتے اور معرفت کے رموز سے بھی آگاہ کرتے، سمجھنے والے سمجھ جاتے اور پینے والے سیری حاصل کرتے۔ انھیں زبان وادب کا اعلیٰ شعور تھا، جو ان کی تقریروں، تحریروں اور ملفوظات میں نظر آتا ہے۔ انھیں اپنی چشم وچراغ خاندان برکاتیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے عشق تھا، وہ اکثر اوقات ان کا ذکر خیر فرماتے، اپنی ہر تقریر میں ان کا کوئی نہ کوئی شعر ضرور سناتے اور لہک لہک کر اس کی تشریح کرتے۔ اسی لیے انھیں شارح کلام رضا کہا جاتا ہے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اپنے نانا جان حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں کے مرید وخلیفہ وجانشین تھے، ماموں جان تاج العلماء نے بھی ان کے لیے مفصل خلافت نامہ خاندانی تحریر فرمایا اور انھیں قیمتی نصائح ارشاد فرمائے، حسن میاں نے اپنی زندگی کے آخری پل تک ان نصیحتوں پر عمل کیا اور استقامت علی الدین کی مثال قائم کی۔

بے بنیاد معرفت کے چکر میں انھوں نے کبھی شریعت کو پامال نہیں کیا، وہ پہلے شریعت کے عامل تھے اور پھر راہِ معرفت کے مسافر۔ شریعت ومعرفت کا یہی اسلامی نظریہ آج بھی اس خانقاہ میں رائج ہے اور سجادگان اس کے حامل ہیں۔ یہاں نہ نام نہاد تصوف ملتا ہے نہ شریعت سوز معرفت۔ یہاں حقیقی بنیادوں پر کھری کھری سچائیاں نظر نواز ہوتی ہیں، شریعت وطریقت کا وہی پیمانہ ہے جو امام احمد رضا قادری نے ''مقال عرفا باعزاز شرع وعلما'' میں تفصیل سے بیان فرمادیا ہے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اس جہان فانی میں اکہتر برس گزارے، چوّن سال تک برکاتی میں مستقل امام وخطیب رہے، دینی وتبلیغی اسفار بھی کیے، دینی اجلاس میں بھی شرکت کی لیکن کہیں بھی ان کا دامن خودفریبی اور دنیا پسندی سے آلودہ نہیں ہوا، دنیا ان کے قدموں میں پڑی رہتی ہے اور وہ بے نیازی کی چال چل جاتے تھے، وہ سچے عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کی سیرت وکردار کے دلداہ اور شمائل وخصائل کے عاشق، وہ سنت مصطفیٰ کے عامل رہے اور محبوب کی اداؤں میں ڈھل جانا انھیں محبوب تھا۔ اور جو طرز عمل، یا جو سوچ اس کے خلاف ہوا اس سے تاحیات دور ونفور رہے، یہی وجہ ہے کہ بدمذہبوں سے انھیں سخت نفرت تھی اور وہ اپنے مریدوں کو بھی یہی تعلیم وتلقین کیا کرتے تھے۔ انھیں حقوق اللہ اور

حقوق العباد کی تفصیلات از بر تھیں اور ان کی ادائیگی میں کبھی سست نہ رہے۔ نہ رشتہ اخوت پامال ہونے دیا نہ حق ہمسائیگی کو ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ ان کے حاضر باشوں اور فرزندان گرامی کے بیانات اس حقیقت کی توثیق کرتے ہیں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور یقین ہے کہ سچ سمجھتا ہوں کہ ایک تقویٰ شعار زندگی کے لیے یہ ساری چیزیں بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایک متقی مومن جہاں حرام، گناہ کبیرہ، صغیرہ سے پرہیز کرتا ہے وہیں ہر خلاف ادب کاموں بھی ان کا دامن محفوظ رہتا ہے۔ وہ کسی کو اذیت نہیں دیتا، حسد نہیں کرتا ہے، غلط سوچتا بھی نہیں۔ اور یہ سارے حقائق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی حیات میں نظر آتے ہیں۔

قرآن و احادیث میں ایک مرد مومن کی جو پہچان بتائی گئی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ایک مومن کی برگزیدگی کا جو معیار ہے وہ تقویٰ ہے، نہ کہ مال و جمال و خاندان کی کثرت و عظمت۔ خاندانی نجابت و شرافت اپنی جگہ ،اگر اس کے پاس زہد و تقویٰ کا خزانہ نہیں ہے، شرم نبی اور خوف خدا کی پونجی سے اس کا دامن خالی ہے تو وہ فقیر و مفلس ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وتزوّدوا فان خير الزاد التقوىٰ.** لوگو! توشہ بنالو، اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ مزید فرمایا: **ان اولیآء ہ الا المتقون.** متقی ہی اللہ کے دوست ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہوا: **انما يتقبل الله من المتقين .** اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ہی سے قبول فرماتا ہے۔

دینی عظمت کا ثبوت تقویٰ سے ہے نہ کہ سیادت سے اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے کبھی سیادت کا دھونس نہیں جمایا، بلکہ ہر آن شریعت کی برتری کی کوشش کی اور اسی پر عمل پیرا رہے، یہاں نہ بے حقیقت شریعت نظر آتی ہے، نہ بے شریعت طریقت، جو کچھ ہے جانچا پرکھا ہوا، نپا تلا، یہ سیادت بھی اور یجنل ہے اور تقویٰ بھی ریا سے پاک ہے۔ خلیفہ احسن العلماء، برکاتی مفتی، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا، میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، سیدین نمبر، ص: ۸۵۷)

آپ کے حاضر باشوں میں ایک نمایاں نام جناب محمد اکبر قادری برکاتی کا ہے وہ لکھتے ہیں:

''آپ پر فقہ و شریعت کا رنگ غالب تھا، سفر ہو یا حضر، آپ کوئی قدم شریعت کے خلاف اٹھانا پسند نہیں فرماتے تھے، اگر کہیں محفل یا دعوت میں جانا ہوتا تو جس نماز کا وقت ہوتا اول وقت میں ادا فرما لیتے، اور اپنے ہمراہ چلنے والوں کو بھی حکم دیتے کہ نماز پڑھ لو۔''

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص: ۹۵)

ایک متقی کی جو پہچان قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسا مومن ''**الحب فی الله والبغض فی الله**'' کے جلووں میں نہایا ہوتا ہے، وہ اللہ کے دوستوں کو اپنا دوست اور اللہ و رسول کے دشمنوں کو اپنا دشمن جانتا ہے اور اس سے کسی طرح رسم و راہ نہیں رکھتا۔ کسی سے اس کی محبت بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے اور دشمنی کا معیار بھی یہی ہوتا ہے۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی زندگی میں یہی معیار نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مولوی خلیل احمد بجنوری کا قضیہ سامنے آیا تو تحقیق حال کے بعد حضور احسن العلماء نے عرس

قاسمی میں قل شریف کے موقع پر اس سے اعلان براءت فرمادیا، یہ کہا کہ اب یہ شخص سنی نہیں رہا، اس کی امامت وخلافت ختم ہوگئی، میرے مریدین اور اہل سنت اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔''

اپنی خانقاہ کے کسی مرید وخلیفہ کے بدمذہب ہوجانے کے بعد اسے برداشت کرتے رہنا سراسر خلافِ شریعت تھا اور ''**الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ**'' کے مسلمہ اصول کے مخالف بھی، حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی غیرت ایمانی کو یہ کیسے برداشت ہوتا، اس لیے علی الاعلان اس بدذات سے خانقاہ اور اہل سنت کی براءت ظاہر فرمادی۔

ان کی تقویٰ شعار زندگی میں علما و مشائخ کا ادب واحترام، طالبان علوم نبوت کی عزت وتکریم، صحابہ کرام کا عشق، اولیاے کاملین سے عقیدت، مشائخ سلسلہ کی محبت، چشم وچراغ خاندان برکات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری سے والہانہ تعلق، تصلب فی الدین، خوش اخلاقی، اعلیٰ ظرفی، دینی حمیت، خدمت خلق، مہمان نوازی، سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل بارہا نظر نواز ہوتا رہا اور حاضرین کے لیے سبق آموز اور نصیحت آمیز بنتا رہا۔ سنت مصطفیٰ پر عمل ان کی زندگی کی آخری سانس تک جاری رہا، ان کے فرزند گرامی حضرت سید محمد اشرف مارہروی رقم طراز ہیں:

''فوراً ہی بعد مجھ سے کہا، چہرے پر ٹھنڈا پانی لگاؤ، میں نے پوچھا، کیا پیاس لگ رہی ہے؟ فرمایا: نہیں، میں نے پوچھا: گرمی لگ رہی ہے؟ فرمایا: نہیں، تب میرے اندر کا قلب دھڑکا، معاً ایک لمحہ کے دسویں حصے میں یہ خیال بجلی کی طرح کوندا کہ یہ وقت وصال کی سنت ہے، مجھ سے چہرے پر ٹھنڈا پانی کئی بار لگوایا، گردن پر بھی لگوایا، ملا جی رفیق نے مجھ سے اشارۃً منع بھی کیا مگر میں نہیں مانا، کیوں کہ اس عمل سے ان کو خوش گواری کا احساس ہورہا تھا۔ اب عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا، میں نے چند دوائیں پیس کر شہد میں ملا کر دیں، دواؤں کے نام سے بیزار تھے مگر شہد کی وجہ سے خوشی خوشی قبول کیں۔ انتقال والے روز یعنی اس دوشنبے کو ایک عجیب بات محسوس کی کہ عام دنوں میں وہ عموماً کھانے پینے سے پہلے ٹوپی ضرور پہن لیتے تھے، لیکن اس دن یہ اہتمام تھا کہ صبح سے لے کر وقت آخر تک ٹوپی نہیں اتاری۔''

(اہل سنت کی آواز، جلد دوم، ص:۳۹)

وقتِ آخر سنتوں کا یہ اہتمام یوں ہی نہیں تھا کہ زندگی میں یہ کام نہیں کر سکے تھے اس لیے اب کیا جارہا ہے، نہیں، ہرگز نہیں، ان کی زندگی کے صبح وشام سنت مصطفیٰ سے عبارت نظر آتے ہیں، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اسی پر نجات اخروی کی کامیابی موقوف ہے اور یہی راہِ جنت بھی ہے۔

یہ شہادتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ وہ ایک متقی، پرہیزگار، اعلیٰ ظرف اور متصلب فی الدین اور عامل بالسنہ مرد مومن تھے اور انھیں روحانی تصرفات بھی حاصل تھے، جس کے مظاہر ان کی بارگاہ میں رہنے والوں کے سینوں میں مجلّا ہیں اور ان کے وارثین بھی ان روحانی امانتوں کے امین ومحافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے امثال زیادہ کرے، آمین۔ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ ان کی بارگاہ میں نغمہ سنج ہیں:

حق پسند و حق نوا و حق نما ملتا نہیں
مصطفیٰ حیدر حسن کا آئنا ملتا نہیں
پیکر صدق وصفا، وہ شمع راہِ مصطفیٰ
جو مجسم دین تھا، وہ کیا ہوا، ملتا نہیں
وہ امینؔ اہل سنت، رازدارِ مصطفیٰ
اشرفؔ و افضلؔ، نجیبؔ باصفا ملتا نہیں

حضور احسن العلماء کی شعری و ادبی مہارت

از۔ مولانا محمد طفیل احمد

مرشد طریقت، رہبر شریعت، احسن العلماء حضرت علامہ و مولانا حافظ و قاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ اپنے خاندانی بزرگوں کی علمی و روحانی روایات کے امین و پاسبان تھے۔ دینی علوم وفنون کی بیشتر شاخوں پر دسترس حاصل تھی۔ آپ اپنے وقت جید عالم و فاضل، مایۂ ناز مفتی، بے نظیر صوفی، قابل رشک شیخِ طریقت اور بے مثال محقق و مفکر تھے۔ غیر معمولی قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ اردو اور فارسی زبان وادب کے اصول ومبادی پر گہری نظر تھے۔ شعر وسخن میں کامل عبور حاصل تھا۔ شعر گوئی وسخن فہمی دونوں میدان کے فاتح تھے۔ علاوہ ازیں اپنی ہمہ جہت دینی، ملی اور علمی خدمات کے باعث اہل سنت کے عوام وخواص میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔

ہم عصر علماء نے آپ کی خداداد ذہانت وصلاحیت، ملکۂ خطابت، فکر و تدبر، ملی قیادت اور سیاسی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ ہمت و جرأت، استقامت علیٰ الشریعت، اوراد و ظائف، عبادت الٰہی، ذکر خداوندی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیائے کرام، طریقۂ آباء واجداد پر سختی سے عمل، جذبۂ دعوت و تبلیغ، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، اخوت و بھائی چارگی اور سخاوت وفیاضی جیسے اوصاف وکمالات میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے علمی جاہ وجلال اور ادبی فضل وکمال مسلّم ہے۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری بریلوی، ریحان ملت حضرت ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ، پیر طریقت حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان مبارک پوری علیہم الرحمہ جیسے جید اور مستند علمائے کرام ان کے علمی، ادبی اور روحانی کمالات کے معترف و مداح ہیں۔ خانقاہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کے جملہ مشائخ کی دینی، علمی، ادبی اور روحانی قدریں آپ کی ذات میں سمٹ آئی تھیں۔

حضرت احسن العلماء بحیثیتِ ادیب وشاعر: حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا علمی تبحر، فنی رچاؤ، زبان وبیان پر کامل گرفت اور ادبی وشعری مہارت کے نمونے ان کی تقدیسی شاعری میں ہمیں جا بجا نظر آتے ہیں۔ سلاست ونفاست، بیان کی عمدگی، پُر تاثیر لب و لہجہ، معنی ومفہوم کی گہرائی اور الفاظ کی موزونیت ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ویسے تو ان کی ذات پیکرِ محاسن تھی۔ ایک ذات میں بہت سارے اوصاف وکمالات جمع ہوگئے تھے۔ لیکن مومنِ کامل و مرشدِ کامل، جید عالم وفاضل اور بے مثال داعی ومصلح کی حیثیت سے آپ زیادہ مشہور تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد دین و مذہب کی تبلیغ، امت مسلمہ کی ہدایت و اصلاح اور مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت تھا۔ پوری زندگی انہیں خطوط پر کام کرتے رہے اور

نئی نسل کے لیے نمونۂ عمل بن کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اپنے دینی و روحانی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے تحریر اور تقریر دونوں کا سہارا لیا۔ کتابیں بھی لکھیں اور اپنے گراں قدر خطبات و ملفوظات سے انسانی قلوب و اذہان میں انقلاب برپا کیا۔ دعوت و تبلیغ کے زمرے میں لامحالہ زبان و ادب کی خدمت و اشاعت بھی ہو جایا کرتی ہے۔ ایک کامیاب داعی و مبلغ کو مدعو قوم کی زبان کا عالم و ماہر ہونا ضروری ہوتا ہے، تا کہ اس کی تبلیغ مؤثر، نفع بخش اور کامیاب ہو سکے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کے ہمہ جہت اوصاف و خدمات کا زرّیں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب کے ممتاز عالم و محقق ہونے کے ساتھ ان زبانوں کے خدمت گزار بھی تھے۔ اردو تو خیر اپنی مادری زبان تھی، عربی و فارسی میں بھی غیر معمولی دسترس رکھتے تھے۔ گلشنِ اردو ادب کو اپنے خونِ جگر سے سینچنے اور پروان چڑھانے والے ملک کے ممتاز ادباء و شعراء اور نام ور محققین کی صفوں میں ایک اہم نام حضرت احسن العلماء کا بھی ہے۔ آپ جتنے بڑے عالم و فاضل اور مرشد کامل تھے، اتنے ہی بڑے ادیب و شاعر بھی تھے۔ اپنے خطبات اور دینی مجالس میں حسبِ موقع بلا تکلف عربی، فارسی اور اردو کے اشعار پیش کرتے۔ قدیم اساتذہ سخن کے دواوین و کلیات پر ان کی گہری نظر تھی۔ اردو زبان کے محاورات و ضرب الامثال، الفاظ کے مواقعِ استعمال اور اس کے متروکات و مستعملات پر ناقدانہ حیثیت سے گفتگو فرماتے تھے۔ غرض کہ آپ کے دینی، علمی، روحانی اور ادبی کارنامے آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

کلامِ رضا کے ماہر و شارح: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے کلامِ بلاغت نظام کو کما حقہ سمجھنا، ہر ایرے غیرے کا کام نہیں۔ اس کے لیے بڑی علمی وسعت اور ادبی و فنی مہارت کی ضرورت ہے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت کا نعتیہ مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' نہ صرف یہ کہ زبانی یاد تھا، بلکہ اس کے مشکل مقامات، گنجلک مفاہیم اور دشوار معانی سے بھی آگاہی حاصل تھی۔ ''کلامِ رضا کے ماہر و شارح'' کی حیثیت سے آپ کا نام کافی نمایاں ہے۔

اس تعلق سے مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنی محبت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنی تقریر و تدریس اور خلوت و جلوت میں جب اعلیٰ حضرت کا ذکر فرماتے تو ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہتے اور فرماتے کہ ''میاں! اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھنا اور سمجھنا کوئی کھیل نہیں ہے۔ اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے علم چاہیے۔''

غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے جب آپ پاکستان تشریف لائے، ان دنوں راقم الحروف (مفتی احمد میاں برکاتی) دار العلوم امجدیہ، کراچی میں زیرِ تعلیم تھا تو تقریباً ہر روز ہی حضرت کی زیارت کا موقع ملتا رہا۔ آپ نے جمعہ کی نماز حضرت استاذی علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر اخوند مسجد کھارادر میں پڑھائی۔ حضرت قاری صاحب ان دنوں اخوند مسجد میں خطیب و امام تھے۔ جمعہ کے بعد قاری صاحب قبلہ نے دعا فرمائی اور مناجات میں اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھی پڑھا:

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلّم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

حضرت قاری صاحب نے لفظ ''غم زدہ'' میں زاء پر زبر

پڑھا۔ حضرت احسن العلماء سید حسن میاں قدس سرہ کے ساتھ نجی محفل میں جب فقیر بیٹھا تو آپ نے فرمایا: احمد میاں! اعلیٰ حضرت کے اس شعر میں جو قاری صاحب نے آج پڑھا زاء پر پیش ہے، زبر نہیں۔ اس لیے کہ زبر کے ساتھ معنی ہیں:

''غموں کا مارا ہوا'' اور جب نبی خود غم کے مارے ہوں گے تو فریادرسی کیسے فرمائیں گے؟ زبر کے ساتھ ''زدن'' سے بنے گا، جب کہ پیش کے ساتھ ''غمزُ دہ'' ...... ''زدودن'' مصدر سے ہوگا، جس کے معنیٰ ہیں: ''صاف کیا ہوا، قلعی کیا ہوا'' جو شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔ پھر فرمایا: میاں یہ وہ اسرار ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں۔ آپ قبلہ قاری صاحب سے عرض کر دیجیے گا۔ فقیر نے دوسرے دن سبق پڑھتے ہوئے حضرت قاری صاحب سے یہ گفتگو عرض کی تو آپ نہایت خوش ہوئے اور اس بات کو کئی جگہ بیان فرمایا۔ چنانچہ اسی کا اثر ہے کہ آج حضرت استاذی قاری صاحب کے جانشیں اور تمام مریدین اس کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس طرح حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا فیض کلام رضا کی شرح میں عوام تک پہنچا۔ (سیدین نمبر، ص: 926-927)

انسان کی ادبی مہارت کا اندازہ اس کے خطبات (لیکچرز) اور تقاریر سے بھی ہوتا ہے۔ تحریر کی طرح حضرت احسن العلماء کی تقریر اور وعظ وخطاب بھی بڑے مدلل، معنی خیز اور ذہن وفکر کو اپیل کرنے والے ہوا کرتے تھے۔

آپ کے جوہرِ خطابت اور شیریں بیانی پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب سید محمد اشرف برکاتی مارہروی لکھتے ہیں:

حضرت احسن العلماء ایک بے مثال مقرر تھے۔ ان کے بیان میں سلاست، تلقین، خطابت اور تفہیم کے پہلو بہت روشن تھے۔ انہوں نے مسلسل ۵۴ر برس تک خانقاہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ) کی جامع مسجد کے منبر سے رہنمائی فرمائی...... اسلامی تاریخ ان کا مستقل موضوع تھا، جس پر وہ بے تکان تقریر کرتے تھے...... حضرت والا کی خطابت میں بڑی روانی تھی۔ ان کی آواز بلند اور گونج دار تھی۔ مائک کے بغیر ان کی تقریر دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ ان کی خطابت کا اعلیٰ ترین جوہر یہ تھا کہ وہ آیات قرآنی سے اپنے مدعا کی تائید وتصدیق کرتے جاتے تھے۔ قرآن کے متن اور مفاہیم پر ان کا استحضار ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے۔ دوسرا وصف جس کا بیان ضروری ہے کہ ان کی خطابت میں کہانی یا افسانے والی یکسوئی، یک رخا پن اور تسلسل نہیں تھا، بلکہ ان کی خطابت میں داستان جیسی علویت، پھیلاؤ اور گمبھیرتا تھی۔ لیکن وہ ''بات یہاں سے شروع ہوئی تھی'' فرما کر پھر تقریر کو اپنے موضوع پر لے آتے تھے۔ ان کی خطابت کا سامع ان کا مقتدی نہیں رہتا تھا، ہمسفر بن جاتا تھا اور جب وہ (سامع) ان کی خطابت کے میدان میں ان کے ساتھ داخل ہوتا تھا تو دیر تک ان کے ساتھ مختلف مقامات کی سیر کرتا تھا۔ کبھی توحید کی وادیوں سے گذر رہا ہے، کہیں حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلستانوں کی سیر کر رہا ہے، کہیں سلوک ومعرفت کے مرحلے ہیں، کہیں تاریخ وادب کے دریا بہہ رہے ہیں۔ کہیں فرائض و واجبات کے نظارے ہیں تو کہیں حقوق العباد کے مہ پارے ہیں۔ آواز کا زیر و بم، مقامی الفاظ کا بے تکلفانہ استعمال، جذبے کی شدت اور فکر کی حِدّت سامع کو ایک عجیب و غریب دنیا میں لے جاتی تھی...... وہ بہت واضح گفتگو فرماتے تھے۔ الفاظ پورے مخارج کے ساتھ ادا کرتے اور گفتگو کے تقاضے کے

مطابق لہجے میں اتار چڑھاؤ کا خیال رکھتے۔کوئی مشکل لفظ منہ سے ادا ہو جاتا تو فوراً اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے، تاکہ سامنے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔تقریر میں اکثر عربی، فارسی اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔عربی میں حضرت حسان بن ثابت، فارسی میں رومی و سعدی اور اردو میں میر تقی میر اور اعلیٰ حضرت (محدث بریلوی) کے اشعار بے تکان پڑھتے۔

(یادِ حسن، ص:............، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ)

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے وعظ وخطابت کے علاوہ نثر نگاری اور تصنیف و تالیف سے بھی اپنا رشتہ استوار رکھا۔ ''سیدین نمبر'' میں موجود ان کے گراں قدر مضامین و مقالات کافی اہمیت کے حامل ہیں، جن سے ان کے ملی درد، دینی تڑپ، جذبۂ تبلیغ اور قلمی مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ امین ملت پروفیسر سید شاہ امین میاں قادری برکاتی دام ظلہ کے بقول:

''رد وہابیہ میں ان کے کئی مضامین اور مختلف مستقل تصانیف ہیں۔علاوہ ازیں وہ نعت، غزل اور منقبت وغیرہ بھی کہتے تھے۔سخن فہمی میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔اعلیٰ حضرت اور ''اعلیٰ حضرتیات'' پر ہندوستان کے علماء ومشائخ میں وہ منفرد تھے''۔

(طریقۂ احسن یعنی ملفوظات احسن، ص:۷۶، مطبوعہ مارہرہ شریف)

بطورِ مثال ایک نثری نمونہ ملاحظہ کریں:

خدا و رسول اور ان کے محبوبوں کے ہو جاؤ اور ان کے دشمنوں، مخالفوں اور ان کے غیروں سے ناطہ توڑ لو پھر تمہیں ابدی راحتیں، ہمیشگی کا چین و آرام رب کریم کے فضل سے ملے گا۔تم اپنے دشمن پر غالب رہو گے۔تم اللہ سے ڈرو، سب تم سے ڈرنے لگیں گے۔ساری ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ:من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔

تم نہ حکومت وقت سے ٹکراؤ، نہ غداری وشوریٰ پستی کے پاس جاؤ۔بس صبر وتقویٰ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ظاہر و باطن اور قول و عمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو۔اللہ و رسول کے ہو جاؤ۔اسی میں حقیقی کامیابی ہے اور یہی سچی راہ نجات ہے۔(سیدین نمبر، ص:۱۲۲۹)

نعت گوئی ومنقبت نگاری: علمِ فلسفہ میں ہیولیٰ وصورتِ جسمیہ کی بحث آپ نے پڑھی یا سنی ہوگی۔علم فلسفہ کی طرح علمِ عروض یا بلفظ دیگر شعر وشاعری میں بھی یہ ہیولیٰ وصورت جسمیہ اپنے مختلف رنگ و روپ کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں، جو اپنی شعری اصطلاحات میں ''مادہ وصورت'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔کیا کہنا چاہیے؟ یہ مادہ ہے اور کیسے کہنا چاہیے؟ یہ صورت ہے اور انہیں دونوں کے مجموعے کا نام شاعری ہے۔حضرت احسن العلماء کی توجہ زیادہ تر دین متین کی خدمت اور بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت کی طرف رہی۔انھوں نے شاعری صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق وعقیدت اور بزرگانِ دین سے اپنے والہانہ لگاؤ کے اظہار کے طور پر کی۔یہی وجہ ہے کہ کمیّت و کیفیت کے لحاظ سے ان کی شاعری کے نمونے کم دستیاب ہیں، تاہم جو کچھ بھی ہے، وہ اردو ادب کے شاہکار کہے جانے کے لائق ہے۔اگر چہ ان کی شاعری حمد ومناجات اور نعت و منقبت یعنی تقدیسی شاعری کے ارد گرد گھومتی ہے، لیکن ایک کامیاب اور اعلیٰ درجے کی شاعری ہے۔ان کے کلامِ نعت ومنقبت سے ان کی قادر الکلامی اور شعری ہنر مندی ظاہر ہے۔

مولانا شمشاد حسین رضوی لکھتے ہیں:

حضرت احسن العلماء کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی انسان کو مکمل شاعر بناتی ہیں اور جو بڑے شاعر ہونے کی علامتیں ہیں۔ جب اس زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی شاعری میں تجربات، مشاہدات، جذبات اور تخیلات میں کو اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے اور عشق و محبت، والہانہ عقیدت کا اظہار کر کے شاعری کے قالب جان ڈال دی ہے۔ حضرت کا اندازِ بیان سہل اور آسان ہے۔ منظر نگاری بھی (ان کی شاعری میں) زوروں پر نظر آتی ہے...... حضرت احسن العلماء کو زبان و بیان پر عبور حاصل تھا اور کبھی وہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں تنگیِ داماں کے شکار نہ رہے۔

(سیدین نمبر، ص:956 ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور)

حضرت احسن العلماء کی شاعرانہ عظمت اور ادبی بصیرت کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، یہاں ان کی نعت گوئی و منقبت نگاری پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یوں تو انہوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی فرمائی ہے، لیکن نعت و منقبت سے زیادہ دلچسپی تھی۔ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی نے ’’دوائے دل‘‘ کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ ’’حضرت احسن العلماء میدان شعر و سخن کے بھی شہسوار ہیں۔ نعت و منقبت میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ ’’مدائحِ مرشد‘‘ کے نام سے آپ کی ایک تالیف شائع ہو چکی ہے، جس میں اولیائے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے حضور مختلف شعرا کے نذرانے جمع کیے ہیں‘‘۔

(دوائے دل، ص:۱۲؛ برکاتی پبلیشرز، کراچی)

حضرت احسن العلماء کی نعتیہ شاعری قرآن و حدیث سے مستفاد ہے۔ ہر ایک شعر اور مصرع کسی نہ کسی آیت، حدیث، اسلامی تاریخ یا واقعۂ سیرت کی طرف اشارا کرتا ہے، جس سے طرزِ رضا کی پیروی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عشق و وارفتگی کے ساتھ علمی گہرائی، فنی چابک دستی، سادگی و پرکاری، سلاست و روانی اور صفائی و برجستگی ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں اور راقم کے دعویٰ کی صداقت ملاحظہ کریں:

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسّر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے وہ سب کچھ میرے لب پر ہو

تمہارے در پہ جھکتے ہی مرے سر کا یہ رتبہ ہو
کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو

تمہارا حکم ہے جاری و ساری سارے عالم میں
نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائبِ خلّاقِ اکبر ہو

تمہاری ضوفشانی، عطر بیزی کا یہ عالم ہے
جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو، معطر ہو

منزّہ ہو فضائل اور محاسن میں شریکوں سے
اور حسنِ صورت و سیرت میں بھی بے مثل جوہر ہو

مرے دل سے گناہوں کا یہ سارا میل ڈھل جائے
اگر بارش تمہارے نور کی مجھ پہ بھی دم بھر ہو

حقیقت کو تمہارے بس خدا جانے کہ تم کیا ہو
ہمارا علم اتنا ہے سویٰ اللہ سب سے برتر ہو

قیامت میں مجھے اپنے گناہوں کا نہیں کھٹکا
خدا کے فضل سے جب تم شفیعِ روزِ محشر ہو

زبانیں پیاس سے جب عرصۂ محشر میں ہوں باہر
مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جامِ کوثر ہو
حسنؔ کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروزِ حشر جب وہ رو بروئے ربّ اکبر ہو
(یادِ حسن؛ص:۳۲۵)

قصیدہ بردہ شریف کے لافانی اور شاہکار قصیدہ ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب اس کے معانی کی گہرائی اور مضامین کی بلندی بھی ہے۔

عاشق رسول حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مُنَزّہ عَن شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِه
فَجَوهَرُ الحُسنِ فِيهِ غَيرُ مُنقَسِم

یعنی نبی کریم ﷺ اپنے محاسن وکمالات میں شریک سے پاک ہیں۔ان کی ذات پاک میں حسن وخوبی کا جوجوہر ہے وہ غیر منقسم (جزءالذی لایتجزی) ہے۔

فمبلغ العلم فيه انه بشر
وانه خير خلق الله كلهم !!

یعنی میرے علم کی انتہا یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں،لیکن اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ اور برتر وبہتر ہیں۔

قصیدہ بردہ کے یہ دونوں شعر نگاہوں میں رکھیں اور اسی کے ساتھ حضرت احسن العلماء کی مندرجہ بالا نعت کا پانچواں اور ساتواں شعر:

منزہ ہو فضائل اور محاسن میں شریکوں سے
اور حسنِ صورت و سیرت میں بھی بے مثل جوہر ہو
حقیقت کو تمہاری بس خدا جانے کہ تم کیا ہو
ہمارا علم اتنا ہے سویٰ اللہ، سب سے برتر ہو !!!

ملاحظہ کریں، دونوں میں آپ کو بڑی حد تک فکری یکسانیت نظر آئے گی۔حضرت احسن العلماء نے اپنے اس نعتیہ کلام کے پانچویں شعر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ ''امکانِ نظیر'' کو باطل قرار دیتے ہوئے ''مسئلۂ امتناعِ نظیر'' کو ثابت کیا ہے۔

چھوٹی بحر میں فصاحت وبلاغت اور عشق وعقیدت سے لبریز یہ دوسری نعت پاک بھی شاعر کے ادبی جمال اور فنی کمال کو ظاہر کرتی ہے۔

محمد آبروئے موموناں ہیں
محمد بادشاہِ مرسلاں ہیں
محمد شرحِ آیاتِ الٰہی!!!!
کتابِ رطب و یابس کا بیاں ہیں
خدا کی عظمت و قدرت کے جلوے
رخِ پُر نور سے ان کے عیاں ہیں
خدا نے عرش پر جن کو بلایا
یہی تو وہ معزّز میہماں ہیں
ہے پیدائش انہیں کی اصلِ عالَم
یہی بیشک بنائے ایں و آں ہیں
انہیں کے دم سے ہے ساری خدائی
یہی تو رونقِ بزمِ جہاں ہیں
جو سنگریزے حضوری میں ہیں حاضر
وہ رشکِ لعل و یاقوتِ جناں ہیں

محبّ ان کا، چہیتا ہے خدا کا
یہ محبوبِ خدائے دوجہاں ہیں
حسنؔ سن! ہاتفِ غیبی پکارا !!!
بہ فضلِ رب وہ تجھ پر مہرباں ہیں

(سالانہ مجلّہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ شریف، جلد:۲، اکتوبر ۱۹۹۵، ص:۱۰۹)

مذکورہ بالا نعت کا دوسرا بند ’’محمد شرحِ آیاتِ الٰہی‘‘ شعریت و معنویت میں اپنی مثال آپ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیاتِ الٰہی کے شارح و ترجمان ہیں، لیکن ’’زید عدل‘‘ کے مثل آپ کو بطور مبالغہ کلام ’’شرحِ آیاتِ الٰہی‘‘ کہنا، حسنِ کلام کا ایک نادر نمونہ ہے اور یہ وہی شاعر کہہ سکتا ہے جو زبان و بیان کی ادبی خوبیوں سے واقف ہو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت اور حضوری کا فیض اٹھانے والے سنگریزوں کو ’’رشکِ لعل اور یاقوتِ جناں‘‘ سے تعبیر کرنا بھی عمدگیِ زبان اور خوبیِ بیان کی اچھوتی مثال ہے۔

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا گھرانہ اولیائے کرام اور بزرگان دین کا گھرانہ ہے۔ خود بھی بزرگ صفت انسان تھے، یہی وجہ ہے کہ انہیں مشائخ طریقت، بزرگان دین اور اولیائے کاملین سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ اپنی مخصوص نشستوں اور دینی محفلوں میں ان کے احوال و کرامات کا تذکرہ بڑے ذوق و شوق سے فرماتے اور سامعین و حاضرین کے دلوں میں ان نفوس قدسیہ کی عقیدت و محبت جاں گزیں فرماتے۔ احسن العلماء نے بزرگان دین کی شان میں منقبتیں بھی لکھی ہیں اور خاندانی بزرگوں کی شان میں لکھے گئے مختلف شعراء کے مناقب جمع بھی کیے ہیں۔ ان کی منقبت نگاری کے رنگ و روپ بعینہ نعت گوئی جیسے ہیں۔ وہی عقیدت و الفت، انداز بیان کا وہی والہانہ پن، وہی سلاست و روانی اور زبان و بیان کی وہی عمدگی دونوں صنفوں میں قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔ سلطان الاولیاء، قطب الاقطاب، سرکار سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں انہوں نے نہایت خوب صورت منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اور ان کی شعر گوئی کی داد دیں:

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
مجھ سے نالائق کی یہ کج مج زباں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
سن ہی لیجے اے مرے قطبِ زماں
ہو ادھر چشمِ کرم پیرانِ پیر
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
واسطہ حسنین کا سن لیجیے
مشکلیں آسان میری کیجیے
کس سے مانگوں، ہاتھ پھیلاؤں کہاں
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں
کاش ہو جائے مرا ایسا نصیب
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب
زندگی میری وہیں جائے گزر
آپ کی چوکھٹ پہ ہی رکھا ہو سر
خاتمہ ہو آپ کی ہی یاد میں
بعدِ مردن ہو لحد بغداد میں

المدد یا غوث اعظم المدد
المدد یا قطبِ اکرم المدد
نرغۂ اعداء میں ہیں اہل سنن
دور کیجئے ان سے سب اہلِ فتن

(سیدین نمبر،ص:۱۱۰۶)

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئنہ ہے حق نما احمد رضا
غوثِ اعظم، مظہرِ شاہِ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
علم تیرا بحرِ نا پیدا کنار !!
ظلّ علمِ مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرتِ آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

(سیدین نمبر،ص:۱۱۰۷)

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ جہاں اپنے وقت کے جید عالم، باکمال مفتی، بے مثال شیخ طریقت اوراعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، وہیں ایک ممتاز محقق، قادرالکلام شاعراور بلند پایہ ادیب بھی تھے۔ان کی شعری وادبی مہارت مسلم ہے اور اس جہت سے ان پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے علمی و روحانی فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔

☆

''نازش اہل سنن ہو مصطفیٰ حیدر حسن''

از۔مفتی محمد معین الدین خاں برکاتی، منظراسلام بریلی شریف

ضو فشان پنجتن ہو مصطفیٰ حیدر حسن
نو بہار خانداں ہوں مصطفیٰ حیدر حسن
مسلکِ احمد رضا کے حامی و ناشر بھی ہو
''نازش اہل سنن ہو مصطفیٰ حیدر حسن''
تیرےالطاف وعنایت کی جہاں میں دھوم ہے
مجھ پہ بھی نظر سخا ہو مصطفیٰ حیدر حسن
دین و دنیا کی امانت کے امیں ہو مرشدی
رہزنوں سے اب بچا لو مصطفیٰ حیدر حسن
بحرِ عصیاں کے تلاطم میں پھنسا ہوں میں شہا
پار بیڑے کو لگا دو مصطفیٰ حیدر حسن
دو جہاں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو یہ غلام
ایسی نظر کیمیا ہو مصطفیٰ حیدر حسن
پہرہ دیتے ہیں ملائک تیرے در پہ صبح وشام
مجھ کو در کا سگ بنا لو مصطفیٰ حیدر حسن
اپنے، بیگانوں پہ یکساں لطف فرماتے رہے
آج بھی حاجت روا ہو مصطفیٰ حیدر حسن
جانشینی میں مجھے حضرت امیںؔ ایسے لگے
جیسے آقا! آپ ہی ہو مصطفیٰ حیدر حسن
گلبن برکاتیت کے اشرفؔ وافضلؔ ہیں گل
عطر تم پر خود فدا ہے مصطفیٰ حیدر حسن
خلف اصغر آپ کے ہیں حضرت سید نجیبؔ
اُن کی ادا تیری ادا ہو مصطفیٰ حیدر حسن
شاہ! شہزادوں کی اترن ہم کو بھی درکار ہے
اپنے برکاتیؔ کو دے دو مصطفیٰ حیدر حسن

احسن العلماء کے اخلاق حسنہ

از۔مولانا نور محمد حسنی قادری، جامعہ خدیجہ، پورن پور پیلی بھیت

خانوادہ مارہرہ مطہرہ کے رجل رشید، امام الاولیاء، احسن العلماء حضرت شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع صفات شخصیت کے مالک تھے۔بچپن سے ہی بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے نانا جان حضرت شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:''بیٹی! محمد میاں (تاج العلماء) میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اور حسن میاں (احسن العلماء) میری ذات کے سجادہ نشیں ہیں''۔آپ کی والدہ محترمہ آپ کے لئے اکثر دعا گو رہتی تھیں اور ان کی دعائیں آپ کی حق میں مقبول بھی ہوئی ہیں۔خانقاہِ مارہرہ مطہرہ کے لئے آپ کی عظیم خدمات ہیں۔ساری زندگی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ میں کوشاں رہے۔ آپ علیہ الرحمہ خاندنِ برکات کی برکتوں کے امینِ کامل تھے۔

خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ عظام اور خدام میں ایک خاص صفت پائی جاتی ہے اور وہ ہے اخلاقِ حسنہ۔خانقاہ برکاتیہ کے افراد جس طرح اپنے مریدین، محبین کی اصلاح فرماتے ہیں اس کا جواب ہی نہیں۔گلشنِ برکات کے مہکتے پھول حضور احسن العلماء سید حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی ذات مقدسہ ایک عالمگیر شخصیت تھی۔آپ سیرت و کردار میں اپنے نانا جان رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا رہتے تھے۔عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اور تصوف میں آپ کی ذات پاک ایک نمایاں حیثیت کی مالک تھی۔

مہمان نوازی میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔سرکار احسن العلماء علیہ الرحمہ کی وہ ذات گرامی ہے جو بے شمار فضائل و مناقب کی حامل اور اوصاف حمیدہ کی جامع ہے۔آپ اپنے آبا وَاجداد کے سچے جانشین ہونے کے ساتھ ساتھ گلشن برکات کے باعمل مبلغ و ناشر تھے۔ آپ کی یہ خاص عادت طیبہ تھی کہ آپ کی مجلس میں جتنے لوگ بھی ہوتے سب سے ملاقات کرتے اور اپنے اسلاف کے واقعات بیان فرماتے اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔جیسا کہ آپ کے جدا علیٰ شمس مارہرہ حضور اچھے میاں علیہ الرحمہ اپنے مریدین و محبین کی روحانی تربیت فرمایا کرتے تھے۔

آپ نجیب الطرفین سید تھے۔خاندان اہل بیت کے کمالات آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔یعنی امام حسن کی سیادت، امام حسین کی شجاعت، اور خاندان بنی ہاشم کی سخاوت کی جھلکیاں آپ کی ذات ستودہ صفات میں دیکھی جا سکتی تھیں۔ان کے سینے میں سب کیلئے شفقت و محبت کی نہریں بہتی تھیں۔اعزہ ہوں کہ احباب، علمائے کرام ہوں کہ مشائخ عظام، خدام ہوں کہ عوام، بزرگ ہوں کہ نوجوان، ان کی محبتوں کا فیضان عام تھا۔کسی کو پریشان دیکھتے تو خود بے چین ہو جاتے اور جب تک اس کی پریشانی دور نہ ہوتی بے سکون رہتے۔

ملکی حالات ہوں یا بین الاقوامی معاملات، سب پہ گہری

نظر تھی۔ خانقاہوں کے زوال اور ان کے اسبابِ زوال سے خوب واقف تھے۔ اگر پیر زادے جاہل ہوں تو خانقاہ کا روحانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اور سب سے زیادہ نقصان مذہب و مسلک کا ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ اکثر خانقاہوں کا نظام ناخلف سجادوں کی وجہ سے تباہ ہو گیا اور مسلک و مذہب کا عظیم نقصان ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی اولاد کو دینی و دنیاوی تعلیمات سے آراستہ کیا تاکہ جہالت کا اژدہا خانقاہی عظمتوں کو نہ نگل سکے۔ آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بفضلہٖ تعالیٰ اپنے بازو کی کمائی سے کھائے اور مریدین کی جیبوں پر نظر نہ رکھے۔ اپنی اولاد و متعلقین کو خودی کا درس دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ آپ کی اولاد نے آپ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ خانقاہ اور اداروں کو چار چاند لگا دئے۔ جن سے مسلک حق کی ترویج و اشاعت میں دن بدن خوب ترقی ہو رہی ہے اور خانقاہ برکاتیہ سے ایک جہاں منور و فیض یاب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں میں مزید اضافہ فرمائے۔ (آمین)

حضور حسن العلماء کا حسن خلق: خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ عظام اور خدام میں ایک خاص صفت پائی جاتی ہے اور وہ ہے اخلاق حسنہ۔ دیار برکات میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مہمان نوازی کے ساتھ روحانی جام بھی پینے کو ملا۔ ہم نے دیگر خانقاہوں کا محاسبہ کیا ہے۔ مگر خانقاہ برکاتیہ کے افراد جس طرح اپنے مریدین، محبین کی اصلاح فرماتے ہیں اس کا جواب ہی نہیں۔

ایک اہم واقعہ: ضلع پیلی بھیت میں ایک قصبہ پورن پور ہے۔ اس قصبہ سے چار کلو میٹر پر ایک بستی شیر پور ہے۔ الحمد اللہ! اس بستی میں سب سنی صحیح العقیدہ ہی رہتے ہیں۔ اسی شیر پور میں ایک برکاتی دیوانہ جناب رفیق قریشی صاحب بھی رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اس طرح بیان ہے۔ تقریباً پچیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ رفیق بھائی مرید ہونے کی نیت سے پہلی بار خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے۔ عرس کا موقع تھا۔ خانقاہ برکاتیہ کی روحانیت دیکھ کر دیوانگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ پہلی بار حضور سید حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ اپنے مریدین اور محبین سے محبت کے ساتھ مصافحہ و معانقہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرما رہے ہیں۔ یہ ادا ان کے دل کو بھا گئی۔ خانقاہ کی رسم کے مطابق خرقہ پوشی کی رسم کا وقت آ گیا۔ لوگ اچھل اچھل کر برکاتی دولھا اور تبرکات کی زیارت کر رہے ہیں کہ اچانک لوگوں میں شور مچ گیا کہ کوئی کنویں میں گر گیا ہے۔ رفیق بھائی برکاتی کنویں میں گر گئے تھے۔ جب یہ خبر سرکار احسن العلماء کو ہوئی تو آپ نے فوراً جلوس کو روکنے کا حکم دیا اور فوراً دعا فرمانے لگے اور فرمایا کہ جب تک ہمارے مہمان کو راحت و سکون نہ حاصل ہو جائے، جلوس کو آگے نہ بڑھایا جائے۔ جب رفیق صاحب کو کنویں سے باہر نکالا گیا تو لوگوں نے دیکھا وہ بخیر و عافیت ہیں اور ان کے بدن پر کہیں بھی چوٹ کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ ع

بلائیں ٹال دیتی ہے دُعا روشن ضمیروں کی

سبحان اللہ! یہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی دعا کا اثر تھا کہ کنویں میں گرنے کے باوجود بھی محفوظ رہے۔ اس واقعہ کو جناب رفیق بھائی نے فقیر قادری سے خود بیان فرمایا۔ جس کے گواہ حضرت مولانا یعقوب حسین صاحب برکاتی اور حافظ محمد ندیم خاں صاحب برکاتی ہیں۔

احسن العلماء کے آخری سفر کا آنکھوں دیکھا حال

از۔مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۱۵ر ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء بروز منگل رات ۸ر بجکر ۵۰ر منٹ پر حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے لاکھوں عقیدتمندوں کو سوگوار حالت میں چھوڑ کر اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔آپ کا وصال بلاشبہ جماعت اہل سنت کے لیے خاص کر خانوادۂ برکاتیہ اور خانوادۂ رضویہ کے لیے ایک عظیم و جانکاہ صدمہ تھا۔پورے عالم سنیت میں ایک کہرام برپا ہو گیا تھا۔دور دراز اور ملک و بیرون ملک سے بیشمار عقیدتمند اس موقع پر آپ کی آخری رسوم کی ادائے گی میں شرکت کرنے کے لیے مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے تھے۔حضرت صاحب سجادۂ آستانۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب تو آپ کو اپنے والد کی جگہ سمجھتے تھے،آپ کو اپنا سرپرست مانتے تھے۔حضرت بھی آپ سے اپنے بچوں کی طرح پیار فرماتے تھے۔اس لیے آپ کے وصال کی خبر نے حضرت صاحب سجادہ کو بھی نڈھال کر دیا تھا۔سوگواری کی حالت میں آپ مارہرہ مقدسہ تشریف لے گئے۔جلوس جنازہ میں شرکت کی۔تدفین میں شرکت فرمائی۔پھر فاتحہ سوئم اور عرس چہلم میں بھی تشریف لے گئے۔آپ کے اسی سفر اور حضرت احسن العلماء کے اسی سفر آخرت کی تفصیلات پر مشتمل ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب کی مرتب کردہ ایک روداد ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ماہ جولائی، اگست، ستمبر اور اکتوبر ۱۹۹۵ء چار مہینوں کے مشترکہ شمارے کے صفحہ نمبر ۱۲۵ر تا ۱۳۳ر پر شائع ہوئی تھی۔چار ماہ کا یہ مشترکہ شمارہ نومبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا تھا۔اس کے ساتھ ہی عرس چہلم کی مفصل روداد ماہ نومبر اور دسمبر ۱۹۹۵ء کے مشترکہ شمارے میں شائع ہوئی تھی جن میں نماز جنازہ، تدفین شرکاء، فاتحہ سوئم اور عرس چہلم کی تفصیلات اور ان مواقع پر حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات و خدمات کے حوالہ سے جن جلیل القدر علما اور مشائخ نے سوگوار انداز میں اپنے قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا تھا انہیں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ہی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی جو کارکردگی، دل بستگی، دلچسپی اور اعلیٰ حضرت سے انہیں جو محبت والفت تھی ان سب کو سوئم کی فاتحہ اور عرس چہلم میں شہزادگان احسن العلماء خاص کر سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ امین ملت حضرت سید ڈاکٹر پروفیسر محمد امین میاں صاحب قادری مدظلہ العالی نے جس والہانہ انداز میں بیان کیا تھا اس کے کچھ اقتباسات بھی اس روداد میں شامل کیے گئے ہیں۔اب قند مکرر کے طور پر یہ تفصیلی روداد احسن العلماء نمبر میں پیش کی جا رہی ہے۔(محمد سلیم بریلوی)

حضرت احسن العلماء کا سفر آخرت ایک رپورٹ:اس فرش گیتی پر روزانہ ہزاروں انسان پیدا ہوتے ہیں اور اسی حساب سے لوگ موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں اور زمانہ سے ان کا نام صفحۂ ہستی سے ایسا مٹتا ہے کہ گویا ان کا کبھی وجود ہی نہ رہا ہو۔لیکن کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا نام زندہ و جاوید رہتا ہے۔یہی نہیں بلکہ ان کا نام مزید روشن ہو جاتا ہے اور ایسا روشن ہوتا ہے کہ ہر کس و ناکس کی زبان زد ہو جاتا ہے۔انہیں ہستیوں میں سے ایک نام حضرت احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ

الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ آپ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں۔ مجلس علماء میں آپ ''احسن العلما'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور عوام میں ایک پیر کامل کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کی طبیعت کافی دنوں سے علیل تھی۔ مستقل علاج ہو رہا تھا۔ وصال سے تقریباً ۲۰؍روز قبل مرض میں اضافہ ہو گیا تھا۔ فوری طور پر آپ کے شہزادگان نے آپ کو دہلی میں دل کے سب سے بڑے اسپتال میں بھرتی کرایا۔ وہاں پر آپ کا مسلسل علاج ہوتا رہا۔ لیکن اس بار خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وصال، نماز جنازہ اور تدفین: آخر کار لاکھ جتن کے بعد بھی وہی ہوا جو ہر نفس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ''کل نفس ذائقة الموت'' کے اٹل فیصلے کے مطابق ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۵ء پیر کا دن گزار کر منگل کے رات ۸؍بجکر ۵۰؍منٹ پر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ رٰجعون۔ وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً شہر و بیرون شہر، ملک و بیرون ملک پھیل گئی۔ عقیدت مند وارادت مند حضرات جوق درجوق آپ کے آبائی وطن مارہرہ شریف کی جانب ٹوٹ پڑے۔ اِدھر آپ کا جسد خاکی دہلی سے آخری آرام گاہ کی طرف چل پڑا۔ تقریباً ۱۰؍بجے دن آپ کا جسد خاکی مارہرہ شریف بذریعہ کار پہنچا۔ بہت کچھ سوچنے کے بعد اسی وقت آپ کے شہزادگان نے اعلان کرادیا کہ بعد نماز ظہر نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور عصر و مغرب کے درمیان تدفین کی آخری رسم عمل میں آئے گی۔ اس خبر کے ملتے ہی مختلف مقامات سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں شمع کے اردگرد مثل پروانہ حاضر ہو گئے۔ چہرۂ انور کی جھلک دیکھنے اور اپنی اشک بار آنکھوں کی تسلی اور قلب حزیں کے اطمینان کے لیے لوگ بے خود ہو رہے تھے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ مولانا الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ بھی جامعہ منظر اسلام میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کرانے کے بعد اپنی کار سے حاضر بارگاہ ہوئے۔ ان کے ساتھ جامعہ کے پرنسپل حضرت علامہ نعیم اللہ خاں صاحب قبلہ اور راقم الحروف بھی شریک سفر تھا۔

جب ہم لوگ مارہرہ شریف پہنچے اور لوگوں کا اژدہام نظر آیا تو مجھے بے حد حیرت ہوئی کیونکہ قیاس سے بالا آدمیوں کا ہجوم تھا۔ وصال سے لے کر تجہیز و تکفین تک صرف ۱۶؍گھنٹے حضرت احسن العلماء کا جسد خاکی ہماری نظروں کے سامنے رہا۔ اتنے قلیل عرصہ میں ممبئی، گجرات اور دیگر دور و دراز مقامات سے عقیدتمندوں کا مارہرہ شریف حاضر ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ صرف ولایت کی کشش تھی کہ لوگ اپنی اپنی جگہ سے کھنچے چلے آرہے تھے۔ اسے تصرف ولایت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

بہر حال تقریباً ساڑھے چار بجے حضرت علامہ مولانا سید حسنین میاں قبلہ عمت فیوضه نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بعد نماز جنازہ جلوس کی شکل میں جنازہ کو لے کر مختلف گلی کوچے عبور کرتے ہوئے ان کے شہزادگان مخصوص علمائے کرام کے ساتھ خانقاہ برکاتیہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہوئے۔ نعت و منقبت کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر کے لیے صدر دروازہ بند ہو گیا۔ باہر ہزاروں کی تعداد میں لوگ باادب دست بستہ کھڑے نعت و منقبت کے اشعار

پڑھ رہے تھے۔ جب اندر تدفین کا کام مکمل ہوگیا تو دروازہ کھول دیا گیا۔ یکے بعد دیگرے لوگ قبر انور پر مٹی ڈال کر واپس ہو رہے تھے۔ اسی بھیڑ میں راقم الحروف بھی حاضر ہوا اور آخری رسم اور فاتحہ خوانی مکمل کر کے ان کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ پھر صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کی ہمراہی میں تمام بزرگان سلسلہ برکاتیہ کے مزارات پر حاضری دی۔ تقریباً ۸ر بجے رات وہاں سے بریلی شریف کے لیے ہم لوگ روانہ ہوئے۔ ۱۱ر بجے رات بریلی شریف پہنچے۔

فاتحہ سوئم: دوسرے دن یعنی جمعرات کو ۴ر بجے صبح صاحب سجادہ سوئم کی فاتحہ میں شرکت کے لیے بریلی شریف سے روانہ ہوئے۔ راقم الحروف بھی شریک سفر تھا۔ تقریباً ساڑھے سات بجے ہم لوگ مارہرہ شریف پہنچ گئے۔ وہاں کا منظر قابل دید تھا۔ ارادت مند وعقیدتمند حضرات کا ہجوم تھا۔ کلمۂ طیبہ کا ورد اور قرآن مجید کی تلاوت (قرآن خوانی) ہو چکی تھی۔ خانقاہ شریف میں تقریری پروگرام ہو رہا تھا۔ (امین ملت) حضرت مولانا ڈاکٹر سید امین میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے صاحب سجادہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور حاضرین نے ان کا خیر مقدم کیا۔ نعت ومنقبت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ شہزادگان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات رواں تھے۔ یہ حالت زار دیکھ کر مریدین ومتوسلین کے جذبات آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ لیکن کسی کو آہ وفغاں کی اجازت نہیں تھی۔ دل مسوس کر رہ جاتے تھے۔ پھر بھی چشم گریاں سے آنسو کے قطرات مسلسل بہہ رہے تھے۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ کی تقریر سے لوگوں کی ڈھارس بندھی۔ حاضرین مجلس کے چہروں سے حسرت وافسردگی ہویدا تھی۔ اسی ماحول غم میں حضرت مولانا سید حسنین میاں قبلہ دام ظلہم علینا نے حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ کو دعوت سخن دی کہ حضرت ہمارے زخم پر مرہم رکھ دیں۔ موصوف نے فرمایا کہ:

''زخم خوردہ دوسرے کے زخم پر مرہم نہیں رکھ سکتا۔ حضرت احسن العلماء کے وصال سے جو زخم آپ حضرات کے دلوں میں پیدا ہوا ہے وہی زخم میرے نہاں خانۂ دل میں ٹیس بن کر اُبھر رہا ہے۔ البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے یہی کہنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا اس وقت کیا منظر رہا ہوگا؟ صحابۂ رسول کے سینے غم مفارقت سے پاش پاش ہو رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ بعض صحابہ کرام میں تو جنون کی کیفیت پائی جارہی تھی۔ ایسے ماحول میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند کلمات نے وہ اثر دکھایا کہ سارا غم کائی کی طرح چھٹ کر دور ہو گیا۔ لہٰذا میں بھی آپ حضرات کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے یاد دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت احسن العلماء ہمارے درمیان سے روپوش ہو گئے ہیں لیکن ان کا مشن ہمارے درمیان باقی ہے۔ اب ہمیں ان کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے مشن کو آگے بڑھانا ہوگا۔ اس بات سے حاضرین وسامعین کے اندر ایک نیا ولولہ اور جذبہ بیدار ہوا اور نعرۂ تکبیر کی صدا سے مجمع گونج اٹھا''۔

مفتی صاحب کی تقریر کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر سید امین میاں قبلہ دام اقبالہ (امین ملت) نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ:

''یہ سچ ہے کہ حضرت احسن العلماء ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اولیا مرتے نہیں بلکہ ان کی زندگی کو دوسری زندگی مل جاتی ہے اور ان کی دنیا وسیع سے وسیع تر ہو جاتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

فنا کے بعد بھی زندہ ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

ڈاکٹر صاحب قبلہ نے فرمایا کہ:

''احسن العلماء کا مشن ''مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ'' تھا۔ وصال سے دو دن قبل انہوں نے میرے چھوٹے بھائی جناب سید نجیب میاں کو اسی بات کی تلقین کی تھی اور کہا تھا کہ ''تم اعلیٰ حضرت کو جانتے ہو؟'' حضرت نجیب میاں نے کہا تھا کہ ''ابا! اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا؟'' اس پر احسن العلماء نے فرمایا تھا کہ ''بیٹا! تم ان کا دامن تھامے رہنا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کرتے رہنا''۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ احسن العلماء کو اعلیٰ حضرت سے بے پناہ عقیدت تھی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ ان کا مشن تھا۔ لہٰذا ہم برادران ان کے سوئم میں یہ عہد کرتے ہیں کہ: ''ہم لوگ اسی مسلک پر ہمیشہ کاربند رہیں گے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور فروغ کے لیے جسم کا آخری قطرہ دینے میں ہرگز دریغ نہیں کریں گے''۔

آپ حضرات سے اپیل ہے کہ آپ ہمارا تعاون کریں بالخصوص احسن العلماء کے مریدین سے میری درخواست ہے کہ وہ حضرات ہمارے دست و بازو بن کر ہماری اعانت کریں کیونکہ احسن العلماء نے بارہا فرمایا ہے کہ ''میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے سر مو تجاوز کرے گا یا اس پر عمل پیرا نہیں ہوگا میں اس کی ذمہ داری نہیں لیتا ہوں اور نہ ہی وہ میرا مرید تصور کیا جائے گا'' اس بات سے دن کے اجالے کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ احسن العلماء کو اعلیٰ حضرت سے بے حد الفت و محبت تھی۔ آخر ایسی محبت کیوں نہ ہوتی جبکہ ان کے جد کریم سید آل رسول علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ: ''بروز محشر اگر مجھ سے میرے خدا نے پوچھا کہ آل رسول تم میری بارگاہ میں کیا لائے ہو؟ تو میں امام احمد رضا کو پیش کردوں گا۔'' اعلیٰحضرت سے بے پناہ محبت والفت کا راز انہیں کلمات میں مضمر ہے''۔

ڈاکٹر صاحب (حضرت امین ملت) نے تاکیداً فرمایا کہ:

''احسن العلماء کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے عزم محکم پیدا کرنا ہوگا''۔

اسی طرح کی بات ڈاکٹر صاحب (حضرت امین ملت) کے دوسرے برادران یعنی حضرت سید اشرف میاں صاحب قبلہ و حضرت سید نجیب میاں صاحب قبلہ نے بھی کہی۔ آخر میں صلوٰۃ و سلام پھر فاتحہ خوانی ہوئی اور حضرت علامہ سید امین میاں صاحب قبلہ کے دعائیہ کلمات پر سوئم کی محفل کا اختتام ہوا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت مشترکہ شمارہ ماہ جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۱۲۵ / تا ۱۲۹ مطبوعہ بریلی شریف)

☆☆☆

ادارتی نوٹ: از۔ محمد سلیم بریلوی

حضور احسن العلماء کا عرس چہلم: مورخہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ / اکتوبر ۱۹۹۵ء کو خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں تین روزہ عرس قاسمی کا انعقاد کیا گیا۔ زائرین کی سہولت کے پیش نظر اسی میں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کا عرس چہلم بھی ضم کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اسی عرس چہلم کے موقع پر شہزادۂ احسن العلماء، امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب قبلہ قادری مدظلہ النورانی کے سر مبارک پر خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی سجادگی کا تاج زرّیں بھی رکھا جانا تھا۔ اس وجہ

سے ملک و بیرون ملک سے بیشمار عوام وخواص اس عرس چہلم میں شرکت کرنے کے لیے والہانہ انداز میں مارہرہ مقدسہ کی سرزمین پر حاضر ہوئے تھے۔ جماعت اہل سنت کے جلیل القدر علماء اور مشائخ کا ایک عظیم قافلہ سرزمین مارہرہ مقدسہ پر غلامانہ انداز میں رونق افروز تھا۔ راقم الحروف اس وقت جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ ہم تقریباً ۴۰ رطلبہ نے اس عرس چہلم میں شرکت کے لیے ایک پوری بس بک کرائی تھی۔ اسی بس کے ذریعہ ہم تمام طلبہ کچھوچھہ مقدسہ، بہرائچ شریف، پیلی بھیت شریف اور مرکز اہل سنت بریلی شریف حاضری دیتے ہوئے مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے تھے۔ حضرت امین ملت مدظلہ النورانی کے سراقدس پر جب تاج سجادگی رکھ دیا گیا اور آپ خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے قدیمی اور موروثی تبرکات حسب روایت زیب تن کیے ہوئے تھے اسی خاص موقع پر حویلی سجادگی میں راقم الحروف کو مرشد گرامی حضرت امین ملت مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ بہت دنوں سے یہ عزم مصمم تھا کہ مرشد اعظم حضور سیدنا احسن العلماء علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کروں گا۔ مگر جب بھی مارہرہ مقدسہ اس غرض سے جانے کا ارادہ کیا تو پتہ چلا کہ حضرت دہلی میں زیر علاج ہیں۔ یہ سوچ کر رہ جاتا کہ جب طبیعت اعتدال پذیر ہو جائے گی تو بارگاہ عالیجاہ میں حاضر ہو کر نسبت بیعت وارادت کی سعادت حاصل کرلوں گا۔ لیکن اسی درمیان یہ ہوش ربا خبر موصول ہوئی کہ حضرت اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ کچھ مخلص اساتذہ سے اپنی اس حرماں نصیبی کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ نہ سہی، ان کے جانشین اور ان کے شہزادے حضرت امین ملت سے ہی مرید ہو جاؤ۔ اسی خاص مقصد کو لے کر یہ فقیر راقم الحروف اس عرس چہلم میں حاضر ہوا تھا اور الحمدللہ فقیر کا یہ مقصد بحسن وخوبی پورا بھی ہوگیا۔

بہرحال اس عرس چہلم کے موقع پر صاحب سجادہ آستانۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی اپنے کچھ معتمد علماء اور اپنے دونوں شہزادگان کے ساتھ مارہرہ مقدسہ تشریف لے گئے۔ اس موقع پر وہاں علماء نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا، وہاں رسم سجادگی کس طرح ادا کی گئی، اس موقع پر حضور احسن العلماء اور خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے خلفاء کو کن کن اعزازات سے نوازا گیا۔ ان تمام تفصیلات کی مکمل رپورٹ پیش کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے شمارہ ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۵ء کے صفحہ ۵۴ تا ۵۸ پر تحریر فرمایا ہے جسے ہم دوبارہ احسن العلماء نمبر میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔

(محمد سلیم بریلوی)

☆☆☆

حضور صاحب سجادہ کی عرس چہلم میں شرکت، از۔ مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی: حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس چہلم وعرس قاسمی کا سہ روزہ پروگرام نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں منایا گیا۔ جس کا آنکھوں دیکھا حال سپرد قلم کر رہا ہوں۔ عرس چہلم میں ملک اور بیرون ملک کے مشاہیر علمائے کرام، و مشائخ عظام نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ عقیدتمندوں و ارادتمندوں کا ایک میلا لگا ہوا تھا۔ ہر ایک

زائر دل کی گہرائیوں کے ساتھ حضرت احسن العلماء کے لیے دعا کر رہا تھا اور بزرگان مارہرہ کے طفیل و وسیلہ سے اپنے خالی دامن کو گوہر مراد سے بھر رہا تھا۔اسی مقصد کے پیش نظر خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ دام ظلہ علینا بھی بریلی شریف سے ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ تقریباً ساڑھے دس بجے بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ اُن کے ہمراہ اُن کے دونوں صاحبزادے عزیزم احسن میاں سلمہ و عزیزم نوری میاں سلمہ اوران کے اتالیق مولانا ابرار حسین تھے۔ان کے علاوہ شیر قادریت حضرت مولانا مختار احمد صاحب قبلہ اور راقم الحروف بھی شریک سفر تھا۔تقریباً ڈیڑھ بجے دن کو ہم لوگ خانقاہ مارہرہ شریف میں پہنچے۔اس وقت علمائے کرام کی تقریریں ہو رہی تھیں۔''احسن البرکات'' کے فیض کا باڑا لوٹنے صاحب سجادہ اسٹیج پر رونق افروز ہوگئے۔ہم لوگ بھی ان کے جلو میں بیٹھ گئے۔ہم لوگوں کے پہنچنے سے قبل بہت سے علما نے حضرت احسن العلماء کی سیرت اور ان کی حیات و خدمات پر روشنی ڈال دی تھی۔فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قبلہ نے بھی مختلف پہلوؤں پر مختلف حیثیت سے روشنی ڈالی۔ان کے بعد شہزادۂ احسن العلماء جناب سید اشرف (میاں) صاحب قبلہ نے بھی احسن العلماء کے وصال سے قبل کے واقعات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا۔یہاں پر قبل وصال کے واقعات کی بات آگئی تو قارئین کی معلومات کے لیے ایک اچھوتا واقعہ جو عموماً مشائخ عظام اپنی رحلت سے قبل اپنے مریدین وخلفاء کو اپنی مخصوص امانت سے سرفراز کردیا کرتے ہیں بعینہ وہی واقعہ وصال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ پیشتر صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ کے ساتھ درپیش آیا۔میں اسے سپرد قلم کر رہا ہوں۔میرے خیال سے یہ احسن العلماء کی نگاہ بصیرت ہی نہیں بلکہ ایک کھلی کرامت تھی جو منصۂ شہود پر آئی۔واقعہ یوں ہے کہ امسال عرس رضوی سے قبل محلّہ سوداگران ایک بحرانی دور سے گزر رہا تھا۔ خانوادۂ رضویہ کے تمام افراد پر بہتان تراشی کی یلغار ہو رہی تھی بالخصوص صاحب سجادہ پر بے بنیاد الزامات اور رکیک حملے پوسٹر و اشتہار کے ذریعہ ہو رہے تھے۔ایسے نازک موڑ اور ابتر حالات سے کبیدہ خاطر ہوکر ایک تحریری استغاثہ خانقاہ برکات کے سجادہ نشین حضرت احسن العلماء کی خدمت میں صاحب سجادہ نے پیش کر دیا۔ احسن العلماء نے صاحب سجادہ کو خصوصی طور پر اپنے در دولت پر بلایا اور تنہائی میں ملاقات کا شرف بخشا اور اپنے دستخط کے ساتھ اپنی خانقاہ کے ہونے والے سجادہ نشین (مولانا ڈاکٹر سید امین میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ) کے دستخط کے ساتھ ایک دستاویز عنایت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا اور اپنے گلے کا تعویذ بھی عطا فرمایا۔راقم الحروف اس وقت وہاں موجود تھا۔صاحب سجادہ کی احسن العلماء سے یہ آخری ملاقات تھی۔ جب صاحب سجادہ مارہرہ شریف سے بریلی واپس ہوئے تو چند دن کے اندر وہ طوفان بدتمیزی کی کالی گھٹا کافوری شمع کی چکاچوند روشنی سے مٹتی چلی گئی اور عرس رضوی نہایت ہی آن بان اور شان وشوکت سے اختتام پذیر ہوا۔حاسدین منھ تکتے رہ گئے۔بقول احسن العلماء: ''سبحانی میاں تم گھبراؤ نہیں، تم ہمت سے کام لو! خانقاہ رضویہ نوریہ حامدیہ کے تم سجادہ نشین ہو اور آئندہ بھی تم ہی رہو گے''۔احسن العلماء کی یہ بات درست ثابت ہوئی لہٰذا اسے کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بہرکیف میں یہ لکھ رہا

تھا کہ اس عرس چہلم میں کس نے کیا کہا؟ شہزادۂ احسن العلماء کے بعد سید العلماء کے صاحبزادے حضرت مولانا سید حسنین میاں قبلہ نے اپنی گرجدار آواز میں مجمع عام کو خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ کسی کم بخت نے بمبئی میں احسن العلماء کے وصال پر کہا تھا کہ اب مارہرہ خالی ہوگیا۔ اس کے جواب میں حضرت حسنین میاں نے لوگوں کو مخاطب فرمایا کہ آپ لوگ بتائیں کہ خالی ہونا کیا اسی کو کہتے ہیں کہ آج مارہرہ کی درگاہ میں علماء وفضلا، مشائخ وعوام کی اس قدر بھیڑ ہے کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں ہے؟ اس جملہ پر ''احسن العلماء زندہ آباد'' کے نعرے بلند ہونے لگے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہوجاتے ہیں یعنی عالم فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر جاتے ہیں اور جب نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں تو ان کا فیض بھی عام ہوجاتا ہے۔ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ''کل نفس ذائقة الموت'' کے اصول کو اپنا کر حیات دوام کے مستحق ہوجاتے ہیں۔ اسی کو شاعر یوں بیان کرتے ہیں۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

بہر حال ان کی تقریر دل پذیر کے بعد احسن العلماء کے خلفا کو مخصوص رنگ کا جبہ وعمامہ پیش کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت احسن العلماء کے خلفاء و جید علمائے کرام خانقاہ شریف کے اندر پہنچیں۔ اعلان کے مطابق صاحب سجادہ کی ہمراہی میں ہم لوگ مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید امین میاں صاحب قبلہ نے فاتحہ پڑھی اور حاضرین وغائبین سب کے لیے دعا کی۔ دعا کے بعد محفل اس اعلان کے ساتھ برخاست ہوئی کہ حضرت احسن العلماء کے خلفا حضرات جبہ وعمامہ میں ملبوس ہوکر بعد نماز عصر خانقاہ شریف پہنچیں کیونکہ خانقاہ شریف ہی میں رسم سجادگی ادا کی جائے گی۔ اعلان کے مطابق ہم لوگوں نے مسجد برکات میں نماز ظہر ادا کی پھر نماز عصر بھی ادا کی۔ بعد عصر صاحب سجادہ کے ساتھ ہم لوگوں نے طعام ما حضر تناول کیا۔ وقت چونکہ ہوگیا تھا اور بار بار اعلان بھی ہورہا تھا۔ اس لیے صاحب سجادہ نے فوراً مخصوص لباس کرتہ وعمامہ جو خانقاہ برکاتیہ سے عطا ہوا تھا زیب تن کیا اور ہم لوگوں کو ساتھ لے کر خانقاہ شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت تک وہاں بہت سے خلفا و علما پہنچ چکے تھے۔ سرفہرست حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں، حضرت مولانا جمال رضا خاں صاحب قبلہ، حضرت مولانا سید عارف صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب قبلہ، حضرت مولانا جیش محمد صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب قبلہ اور دیگر مخصوص علمائے کرام جن کے نام اس طرح سے ہیں: محدث کبیر حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبد الہادی صاحب افریقہ، حضرت مولانا مختار احمد صاحب، حضرت قاری صغیر احمد صاحب، حضرت مولانا صغیر صاحب ان کے علاوہ اور بہت سے علمائے کرام حاضر تھے جن کے نام میرے ذہن میں حاضر نہیں۔ راقم الحروف بھی حاضر تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شہزادگان حضرت احسن العلماء تبرکات ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ صاحب سجادہ حضرت مولانا الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو ان لوگوں نے

قریب تر کرلیا۔انتظار بسیار کے بعد وہ وقت سعید آ ہی گیا جس کا ہم سب لوگ بصد شوق و ذوق انتظار کر رہے تھے۔حضرت سید العلماء کے شہزادۂ گرامی جناب مولانا سید حسنین میاں قبلہ دام ظلہم علینا نے سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جبہ شریف اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلاہ مبارک شریف اور حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا جبہ شریف جانشین احسن العلماء حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سید امین میاں صاحب قبلہ کو زیب تن کرایا۔رسم سجادگی ادا کرنے کے بعد دعا خوانی ہوئی۔پھر اعلان ہوا کہ خلفا حضرات اپنی ہمراہی وجلو میں سجادہ نشین درگاہ مارہرہ شریف کو حویلی سجادگی میں لے جائیں گے۔لہٰذا سبھی حضرات براہ کرم گھیرا بنا لیں اور راستہ دے دیں۔حسب حکم سب نے گھیرا بنا لیا اور جانشین احسن العلماء اور ان کے برادران کو نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ حویلی سجادگی میں لے جایا گیا۔وہاں پہنچ کر مخصوص رسم ادا کی گئی اور آخر میں دعائیہ کلمات پر وہ مخصوص محفل بھی اختتام پذیر ہوئی۔

یہاں پر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ رسم سجادگی کے فوراً بعد سجادہ نشین مارہرہ نے صاحب سجادہ حضرت مولانا سبحانی میاں صاحب کے دونوں شہزادگان کو دست حق پرست پر مرید کر کے شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اس سے دونوں خانقاہوں کی عبقریت اور آپس میں عقیدت ومحبت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔پھر ہم لوگ بعد نماز مغرب صاحب سجادہ کی ہمراہی میں بریلی شریف واپس ہوگئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی حاضری اور عرس چہلم میں شرکت قبول فرمائے اور فیض کا سلسلہ جاری وساری رکھے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔"

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۵ء مطبوعہ بریلی صفحہ ۵۴ تا ۵۸)

"شارح فکر رضا، ان جیسا اب کوئی نہیں"

از۔محمد سلمان رضا فریدی صدیقی

فخر ملت، نازش اہل سنن، حیدر حسن
عظمتوں کی اک تجلی، اک کرن حیدر حسن

سارا پیکر روشنی، اس گوہر برکات کا
برتر از در عدن، لعلِ یمن حیدر حسن

زندگی ان کی نقیب عظمت سادات ہے
فیض حیدر، عکس شبیر وحسن حیدر حسن

خود جہانِ حسن بھی، ان کی وجاہت پر نثار
لالہ رخ، زہرہ جبیں، اور سیم تن، حیدر حسن

شارح فکر رضا، ان جیسا اب کوئی نہیں
رنگ رضویات کے نادر چمن، حیدر حسن

پیکر تقویٰ، روایات سلف کے وہ امیں
علم اور اخلاق کی اک انجمن حیدر حسن

دیکھئے روئے امیؔن واشرفؔ وافضلؔ نجیب
ان گلوں کو دے گئے کیا بانکپن حیدر حسن

ہو کرم، سید امان و سیدی عثمان پر
جن کے ہیں جد مکرم، ذو المنن، حیدر حسن

ان کے رنگ وبو سے یہ گلشن رہے گا تازہ دم
پھول بن بن کر رہیں گے خندہ زن حیدر حسن

بحر حق میں گم ہوئے تو وہ بھی دریا بن گئے
اب رہیں گے تا قیامت موجزن حیدر حسن

محفل برکات کی اس شمع تاباں کو سلام
فضل مولیٰ اور عطائے پنجتن حیدر حسن

اے فریدیؔ ان کو عرصہ ہو گیا رخصت ہوئے
جان ودل میں اب بھی ہیں جلوہ فگن حیدر حسن

احسن العلماء۔ خزینۂ برکات

از۔ قاری عبدالرحمٰن خان قادری، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایک عالم مطاع تھے۔ بڑے بڑے علماء ان کی بارگاہ علم وفضل میں زانوئے ادب تہہ کرتے۔ ان سے اکتساب فیض کرتے اور ان کی وہ ''نگاہِ کیمیا اثر'' کی کرامتوں سے اپنی حیات کی زلف پریشاں سنوارتے۔ وہ لوگوں کے بالخصوص علمائے اہل سنت کے سماجی وعلمی، معاشی مسائل حل فرماتے۔ سبھی سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ ان کا ''باب نوازشات'' ہر خورد وکلاں اور ہر غریب و امیر کے لیے کھلا رہتا۔ بیزاری وکراہت اور ناگواری ودل شکنی کا ان کے ''صحن محبت'' میں گزر کہاں؟ وہ شفقت و پیار اور محبت وخلوص کا ایسا بادل تھے جو بلا امتیاز خویش وبیگانہ سبھی پر برستا۔ مہمان نوازی اور صلہ رحمی میں ان کا ثانی نہ تھا۔ خوردہ نوازی ان کا وصف خاص تھا۔ وہ دینی طلبہ پر شفقت و پیار کی شبنم تھے۔ طلبہ کی ضرورت پوری کر کے انہیں قلبی مسرت ہوتی جس کا اظہار ان کے رخ تاباں سے ہونے لگتا۔

حضور احسن العلماء ایک نغمہ سنج، فن آشنا اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نبض شناس، حالات آشنا، باعلم و باکمال، بالغ نظر، نہایت محتاط، مسحور کن خطیب بھی تھے۔ ان کے وعظ و بیان کے دوران بھلا مجال کیا کہ کوئی سرگوشی یا نقل وحرکت کر سکے۔ ہر شخص ہمہ تن گوش، ہر سامع آپ کی اداؤں کے سمندر میں غوطہ زن اور ہر زائر ان کے جادو پر نثار، راقم الحروف (عبدالرحمٰن خان قادری) نے ان کی محفل میں بیٹھ کر ان کی کئی تقریریں سنیں جو سالہا سال بیت جانے کے باوجود آج تک کانوں میں رس گھول رہی ہیں۔ ذکر اعلیٰ حضرت اور کلام اعلیٰ حضرت ان کا خاص عنوان تھا۔ خانقاہ برکاتیہ کے صحن روحانی کی ایک محفل خاص میں دورانِ تقریر فرماتے ہیں:

''جو مولانا، ''اعلیٰ حضرت'' کا وفادار اور ان کے مسلک کا تابع دار ہے وہ واقعی مولانا ہے یعنی مددگار رہے۔ قابل عزت واحترام ہے اور جو اعلیٰ حضرت کا حاسد و معاند ہے، مسلک اعلیٰ حضرت سے متنفر و بیزار ہے وہ ''مولانا'' نہیں۔ ''مولیٰ۔نہ'' ہے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ کوئی ہو کہیں کا ہو۔ ہم صرف اور صرف اسی کو گلے لگاتے ہیں اور اپنی مجلسوں میں جگہ دیتے ہیں جو اعلیٰ حضرت والا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند ہے اور جو اعلیٰ حضرت کا نہیں اس پر خانقاہ برکاتیہ کا دروازہ بند ہے۔ اس پر ہر روحانی منظر بند ہے کیونکہ اس کے گلے میں شیطانی 'کمندٗ ہے۔''

راقم الحروف (عبدالرحمٰن خان قادری) اس محفل سعید میں حاضر تھا۔ علماء وفضلا کی کثرت تھی۔ بڑے بڑے علما نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ واقعی بڑا وہی ہے جو ان کے قدموں میں پڑ جائے۔ حضور احسن العلماء اپنے خاص رنگ وانداز میں سفید لباس زیب تن کیے ہوئے منبر پاک پر جلوہ افروز۔ روحانی علمی بیان کرتے ہوئے اپنی والہانہ ''عقیدت اعلیٰ حضرت'' کا ذکر فرما رہے ہیں۔ صحن برکاتیہ زائرین

سے لبریز ہے۔گیٹ پر بھی لوگوں کا جم غفیر ہے۔علما وارادت مند خوب محظوظ ہورہے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت ایک خدارسیدہ اور عاشق صادق ہستی کا نام ہے۔دنیا نے انہیں کہاں پہچانا؟ان کی عظمت وبرتری اور بلندی وکمال کی دہلیز تک ہمارے فہم وادراک کی رسائی کہاں؟ وہ سچے نائب غوث اعظم ہیں۔جس نے ان سے محبت کی اس پر سرکار غوث اعظم کے فیوض و برکات اورالطاف وعنایات کی برسات ہوگئی۔جوان سے کٹ گیا وہ حق سے ہٹ گیا بلکہ یوں کہیے کہ اس کا سب کچھ سمٹ گیا۔اے برکاتیو!میں تمہیں خاص تاکید کرتا ہوں کہ دامن اعلیٰ حضرت مضبوطی سے پکڑے رہنا۔اس دامن سے جنت کی ہوا آتی ہے۔اگر فلاح دارین چاہتے ہوتو اعلیٰ حضرت کے مسلک پر قائم و دائم رہو یہی مسلک دونوں جہان میں کامیابی کا زینہ ہے۔میں اپنے بزرگوں کے آستانہ مبارک پر کھلے طور پراعلان کرتا ہوں کہ میرا وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کا ہے۔جو اعلیٰ حضرت کا نہیں میں اس سے اپنی برأت و بیزاری کا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔میرا مرید وہی ہے جس کے دل میں عشق رضا کی شمع روشن ہے۔جوان کا نیاز مند ہے اس فقیر کو وہی پسند ہے''۔

میں عارفِ عالم ہوں: ایک بار ایک عالم صاحب نے راقم الحروف سے کہا کہ ہم بریلی شریف کے ماننے والے، مارہرہ شریف کے سچے نیاز مند ہیں۔پابندی سے مارہرہ شریف حاضر ہوتے ہیں۔حضور احسن العلماء سے نیاز حاصل کرتے ہیں۔حضور احسن العلماء دامت برکاتہم العالیہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور برکاتیت کے سچے علمبردار ہیں۔وہ بہت سے علوم وفنون کے ماہر ہیں۔''مگر باقاعدہ فارغ شدہ عالم نہیں''۔ان کا یہ جملہ مجھے کھٹکا۔میں نے اس پر اعتراض بھی کیا۔یاد رہے کہ وہ صاحب،حضور احسن العلماء کے مداح تھے،مخالف نہیں۔حضور احسن العلماء کو وہ ایک عظیم روحانی شخصیت مانتے تھے اور بوقت حاضری دعاؤں کے خواستگار ہوتے تھے۔بات آئی گئی ہوگئی۔چند ہفتے گزرنے کے بعد مارہرہ شریف حاضری کا اتفاق ہوا۔عالم موصوف بھی ہمراہ تھے۔آستانۂ معلیٰ میں حاضری ہوئی اور خوش نصیبی کہ حضرت احسن العلماء کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوگیا۔حضرت نہایت خندہ پیشانی سے ملے۔دعاؤں سے نوازا۔خیریت دریافت کی۔بریلی شریف کے کئی حضرات کا حال چال معلوم کیا اور اسی دوران ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''فقیر باقاعدہ عالم تو نہیں مگر عارف عالم ہے''،عالم برحق کو پہچانتا ہے کون عالم برحق؟ جسے دنیا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے''۔

حضرت کی زبان حق بیانی سے یہ جملہ سن کر ہم دونوں ہکا بکا رہ گئے۔گویا حضرت نے ایک جملہ ارشاد فرما کر روحانیت کی ایک عظیم تاریخ ہمارے سامنے آشکارا کردی۔ہمارے ذہن پر اپنی روحانی چشم کرامت سے روحانیت کا ایک مکمل باب رقم فرمادیا۔

واقعی اللہ والے اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ان کے لیے دور ونزدیک یکساں ہیں۔وہ آن واحد میں یہاں سے وہاں جا بھی سکتے ہیں اور دور دراز سے کلمات سن بھی سکتے ہیں۔ان پر ظاہر و باطن کے حالات یکساں ہوتے ہیں۔اسی لیے فرمایا گیا کہ''عالم کی محفل میں اپنی زبان پر قابو رکھو۔کہیں کوئی نامناسب لفظ صادر نہ ہو جائے اوراللہ والے کی محفل میں زبان و دل دونوں پر کنٹرول رکھو''۔اس

لیے کہ اللہ والا زبان کے الفاظ بھی سنتا ہے اور دلوں کے خیالات بھی دیکھتا ہے''۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ چند خصوصیات:

☆ وہ ''حدائق بخشش'' کے تقریباً حافظ تھے۔اشعار اعلیٰ حضرت کی ایسی شاندار تشریح فرماتے کہ جس کی مثال نہیں۔ بہت سے حضرات کو اعلیٰ حضرت کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے سنا مگر جو بات ان کی تشریح میں تھی وہ بات کہاں؟

☆ وہ نہایت سنجیدہ اور پُر مغز خطاب فرماتے۔جس کا دلوں پر فوراً اثر ہوتا۔ان کے بیان میں نامناسب چٹکلوں اور لطیفوں کا گزر نہیں۔ان کی نصیحت جس طرح ان کے مرید مانتے تھے اسی طرح دوسرے سنی حضرات بھی۔

☆ وہ انگریزی لکھنے اور بولنے کی قدرت رکھتے تھے۔دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے بھی حامی تھے۔''جامعۃ البرکات'' انہیں کے خوابوں کی تعبیر ہے۔

☆ آپ حکومت، حاکموں اور سیاستدانوں سے بہت دور رہتے تھے۔کبھی کسی کا رعب قبول نہیں کیا۔ بڑے بڑے منسٹر اور گورنر حضور احسن العلماء سے مارہرہ آکر ملنا چاہتے تھے لیکن حضور احسن العلماء معذرت کر لیتے۔(حوالہ تذکرہ مشائخ مارہرہ،ص۸۳ر)

☆ تبلیغی دورے کرنا اور لوگوں کو محبت اولیا کے جام پلانا،غربا کی مالی امداد کرنا،علما کی خیر خبر لیتے رہنا،مہمانوں کی خاص ضیافت کا بھی خیال رکھنا،''حدائق بخشش'' پڑھنا اور اہل خانہ واہل ارادت کو اس کا درس دینا آپ کی زندگی کا حسین مشغلہ تھا۔

☆ عربی،فارسی،گرامر پر آپ کو ملکہ حاصل تھا،زبان وادب پر بہت مضبوط گرفت تھی۔

☆ آپ کی ذات علما کی مرکز نظر تھی۔علما کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہوتا تو آپ نہایت دانشمندی کے ساتھ بہت جلد دور فرما دیتے اور ایسا فیصلہ کرتے جو سبھی کو قابل قبول ہوتا۔

☆ انتقال سے پہلے اپنے صاحبزادوں سے مسکرا کر فرمایا''ہم چلے پیا کے دیس'' گویا اپنے سفر آخرت کا اشارہ کر دیا اور مسکرا کر موت کو گلے لگایا کیونکہ اب ''زیارت محبوب'' سے شادکام ہونے کی گھڑی آرہی ہے۔

☆ آپ نے ساری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کا درس دیا اور اپنے اہل خانہ واہل ارادت کو اسی پر کاربند رہنے کی تاکید کی چنانچہ آخری وقت میں حضرت رفیق ملت سے فرمایا کہ:''مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم رہنا۔''(تذکرہ مشائخ مارہرہ ص۸۸)

☆ آپ شاعر و ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ مدرس و مصنف بھی تھے۔آپ نے مدرسے میں درس بھی دیا اور کئی مضامین اور تقریباً نصف درجن روحانی کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔

(تذکرۂ مشائخ مارہرہ)

☆ فقہ وفتاویٰ کے میدان میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔اہل سنت کی آواز کے قدیمی شماروں میں آپ کے ۲ر تفصیلی فتاویٰ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

☆ آپ ایک عظیم دانشور،فراست مومنانہ رکھنے والے ایک دور اندیش صوفی صفت شخصیت کے مالک تھے۔اپنے یہاں آنے والوں سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے۔بلندی اخلاق آپ کا امتیازی طرہ تھا۔

☆

عمدہ تر تاریخی مادّے (۱۹۹۵ء)

از۔مفتی محمد انور علی رضوی،استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

بروفات حسرت آیات، یادگار سلف وخلف،گل گلزار سیادت،آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت ،ناشر اہل سنت، احسن العلماء حضرت علامہ الحاج الشاہ حافظ وقاری مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن صاحب قبلہ مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان ۔

وصال ۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۵ء بروز دوشنبہ مبارکہ

"نحن اقرب الیه من حبل الورید"۔سال وفات۔(۱۴۱۶ھ)

ان رحمة الله قریب من المحسنین۔ (۱۴۱۶ھ)

"ان المتقین فی جنٰت و نعیم۔" باد۔ (۱۴۱۶ھ)

"لاتقنطوا من رحمة الله"۔ہے (۱۴۱۶ھ)

بالله۔وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ!انتقال پر ملال کنز حیاء قدس سرہ۔ (۱۴۱۶ھ)

تاجدار،مجمع البرکات۔ (۱۴۱۶ھ)

والاصفات مجمع البرکات۔ (۱۴۱۶ھ)

پیرومرشد،مشہور زمانہ۔ (۱۴۱۶ھ)

فیضان سیادت۔ (۱۴۱۶ھ)

فیضان نکہت۔ (۱۴۱۶ھ)

آداب حضرت۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ رخصت عالی جاہ۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ رخصت سنی۔ (۱۴۱۶ھ)

اشرف۔وقوموالله قانتین۔ (۱۴۱۶ھ)

نوری نظر۔ (۱۴۱۶ھ)

نورمنزل برکاتیت۔ (۱۴۱۶ھ)

میرمجلس برکاتیت۔ (۱۴۱۶ھ)

عجب گل گلزار برکاتیت۔ (۱۴۱۶ھ)

مہ اہل اقبال،الفراق،الفراق۔ (۱۴۱۶ھ)

عزیز خلق،سلطان العارفین۔ (۱۴۱۶ھ)

زین خانقاہ،سلطان العارفین۔ (۱۴۱۶ھ)

کعبۂ حسن رضی اللہ عنہ۔ (۱۴۱۶ھ)

عزیز خلق سرکار عالی۔ (۱۴۱۶ھ)

ذی فہم،علامہ روزگار۔ (۱۴۱۶ھ)

عزیز خلق،نادر الوقت۔ (۱۴۱۶ھ)

بالاتفاق گلشن عرفان۔ (۱۴۱۶ھ)

کعبۂ انوار،ذیشان۔ (۱۴۱۶ھ)

ذیشان،جوہر علما۔ (۱۴۱۶ھ)

بدیع الزماں،رضی اللہ عنہ۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ رخصت صاحب حیا۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ رخصت ماہ جمال۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ رونق احمد رضا۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ اہل معانی بہار رضا۔ (۱۴۱۶ھ)

گنج اقبال بہار رضا۔ (۱۴۱۶ھ)

قاضی شہر۔ (۱۴۱۶ھ)

ذی فہم، معنی شناس۔ (۱۴۱۶ھ)

سخن فہم، کرم فرما۔ (۱۴۱۶ھ)

خدا کی قسم! قدوۂ سادات۔ (۱۴۱۶ھ)

عزیز خلق، لاثانی۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ! صاحب والاحسب رضی اللہ عنہ۔ (۱۴۱۶ھ)

آہ! وصف احسن العلماء مصطفیٰ حیدر حسن صاحب مارہروی علیہ الرحمہ۔ ۱۹۹۵ء

آہ! نوائے احسن العلماء حیدر حسن مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۵ء

مشہور زمانہ گل گلزار برکاتیت۔ ۱۹۹۵ء

عظمت شرعیہ۔ ۱۹۹۵ء

نکہت اعلیٰ حضرت۔ ۱۹۹۵ء

سطوت اعلیٰ حضرت۔ ۱۹۹۵ء

عظیم الشان صاحب امانت۔ ۱۹۹۵ء

صاحب کمالات عظیم الشان۔ ۱۹۹۵ء

فیاض زمانہ، شیخ کامل۔ ۱۹۹۵ء

فیاض، شیخ کامل، اولاد نبی۔ ۱۹۹۵ء

آہ! محبوب خلق رضی اللہ عنہ۔ ۱۹۹۵ء

”مجھ کو بھی کر دو حسن، مصطفیٰ حیدر حسن“

از: مولانا محمد ریاض الحسن منظری، موریشس

خوبیوں کا اک چمن مصطفیٰ حیدر حسن
بحر عرفاں، علم، فن مصطفیٰ حیدر حسن

تیرے نامِ پاک سے، صاف تیری برتری
رحمت وجرأت امن مصطفیٰ حیدر حسن

مصلحت جس میں رواں، آب الفت موجزن
خُلق کے گنگ و جمن، مصطفیٰ حیدر حسن

آسماں کے مہر ومہ، فرش کی روشن شمع
زیارت اہلِ عدن، مصطفیٰ حیدر حسن

ایسی قدرو منزلت، شان و وقعت دیکھ کر
دنگ ہیں اہل زمن مصطفیٰ حیدر حسن

شرع تیری دست گہ، راہ حق کے رہنما
دو نَفس در یک بدن، مصطفیٰ حیدر حسن

تم امینِ شاہ دیں، اشرف و افضل تمہیں
اپنے حیدر کا وطن، مصطفیٰ حیدر حسن

سیدوں کا ناز ہے، عالموں کا ساز ہے
عزت اہل سنن، مصطفیٰ حیدر حسن

اپنی ہراولادیں، بلکہ کل برکات میں
ہو تمہیں جلوہ فگن، مصطفیٰ حیدر حسن

اس جہاں سے دور ہو، خلد میں مسرور ہو
تم سے جو رکھّے لگن مصطفیٰ حیدر حسن

مسلک احمد رضا کو مل گئی ان سے ضیاء
سل گئے کتنے دہن مصطفیٰ حیدر حسن

باکرامت، باشرع، پیر کامل، پارسا
خرق عادت تو شدن ،مصطفیٰ حیدر حسن

بد ہوں لیکن آپکے، نام کا منگتا ہوں میں
مجھ کو بھی کر دو حسن، مصطفیٰ حیدر حسن

احسن العلماء کے وصال پر تعزیتی محفلیں

پیشکش۔سید محمد آصف میاں برکاتی، فرزند نسبتی حضرت سبحانی میاں صاحب

چونکہ حضرت احسن العلماء کے وصال پُر ملال کے اندوہناک حادثہ نے پوری جماعت اہل سنت کو ہلا کر رکھ دیا تھا اس لیے ملک و بیرون ملک ہر جگہ آپ کے وصال پر تعزیتی اجلاس کا ایک دراز سلسلہ قائم ہو گیا۔ان تعزیتی اجلاس میں سے کچھ کی تفصیلات ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے شماروں میں بھی شائع ہوئیں جنہیں ہم نذر قارئین کررہے ہیں۔(محمد سلیم بریلوی)

(۱) محمدی ضلع لکھیم پور میں جلسۂ تعزیت: ۱۲؍ستمبر بروز اتوار ۱۹۹۵ء کو حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر سنتے ہیں الجامعۃ الرضویہ فیض الرسول قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور میں تعطیل کر دی گئی۔قرآن خوانی کے بعد جامعہ کی انجمن ''رضائے برکات'' کے زیر اہتمام جلسۂ تعزیت کا انعقاد ہوا۔آخر میں حضرت مولانا یونس صاحب رضوی مہتمم جامعہ نے تقریر کی۔ بعدہ قل شریف صلوٰۃ وسلام پر محفل کا اختتام ہوا۔المعلن محمد غلام علی رضوی، مدرس الجامعۃ الرضویہ فیض الرسول محلّہ سرئیاں قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری یوپی۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۳۸)

(۲) رودولی شریف میں جلسۂ تعزیت: دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف میں ''انجمن گلشن حق'' کے زیر اہتمام احسن العلماء حضرت علامہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی یاد میں ایک جلسہ تعزیت کا انعقاد کیا گیا۔تلاوت کلام پاک سے جشن کا آغاز ہوا۔شعرائے اسلام نے منظوم گلہائے عقیدت پیش کیے۔علمائے کرام نے خانوادۂ برکات کی فضیلت وعظمت وکرامت پر مشتمل ایمان افروز خطاب فرمایا۔آخر میں صدر اجلاس حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب صدیقی نے خانقاہ برکاتیہ کی عظمت نیز حضرت احسن العلماء علامہ مولانا مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب کی حیات کے اہم نکات بیان فرمائے۔صلوٰۃ و سلام، دعا و فاتحہ کے ساتھ جلسے کا اختتام ہوا۔رپورٹ: ارکان انجمن گلشن حق دارالعلوم مخدومیہ ردولی بارہ بنکی۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹)

(۳) دھاروار کرناٹک میں جلسۂ تعزیت بنام وفات حسرت آیات: آج بتاریخ ۲۰؍ستمبر ۱۹۹۵ء استاذنا المکرّم حضور امام علم وفن خواجۂ ملت کا درد وغم سے بھرا ہوا مکتوب وفات حسرت آیات بنام مولانا ابواللیث رشیدی پڑھنے کو ملا۔بیحد رنج وافسوس ہوا کہ ولی کامل، عارف باللہ، احسن العلماء حضور حسن میاں قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف ہم اہل سنت کو روتا بلکتا چھوڑ کر بزبان حضرت آسی علیہ الرحمہ یہ پیغام دیتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

اب تو پھولیں نہ سمائیں گے کفن میں آسیؔ
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولا تبارک وتعالیٰ ان کی قبر پر رحمت ونور کی بارش برسائے اور جملہ اہل خاندان مریدین و معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔بعد نماز فجر دارالعلوم میں برائے

ایصال ثواب قرآن و فاتحہ خوانی کی گئی۔ رپورٹ: نور عین احمد نوری پورنوی، خادم دار العلوم عربیہ جیلا نیہ شاہ نور ضلع دھارواڑ کرنا ٹک۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

(۴) کانپور میں عرس چہلم شریف: مؤرخہ یکم جمادی الآخر شریف بروز جمعرات ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو مسجد محمدیہ قصبہ بارا (ضلع کانپور دیہات) میں احسن العلماء حضور حسن میاں صاحب برکاتی علیہ الرحمہ کی یاد میں عرس چہلم شریف منایا گیا جس میں مولانا عبد الستار صاحب قادری، مولانا صادق علی خاں رضوی، مولانا وجاہت رضا برکاتی اور دیگر شعرائے نعت نے شرکت فرمائی۔ علمائے کرام نے سیدی وسندی و مرشدی سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی کی تعلیمات و مسلک اعلیٰحضرت پر قائم رہنے کی تلقین کی و مسلک اعلیٰ حضرت پر چلنے کی اپنے رب کی بارگاہ میں دعا بھی کی۔ الرسل محمد یٰسین صاحب، بزم گلستان رضا، قصبہ بارا تحصیل اکبر پور ضلع کانپور دیہات۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۲۹)

(۵) جام نگر گجرات میں محفل چہلم شریف: حضور احسن العلماء سید حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پُر ملال پر دار العلوم انوار مصطفیٰ رضا میں ایک عظیم الشان پروگرام منعقد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں مقامی لوگوں کے علاوہ کچھ افریقی مہمانوں نے بھی سعادت شرکت حاصل کی۔ المعلن حافظ محمد اڈّا رضوی، ناظم اعلیٰ دار العلوم انوار مصطفیٰ رضا، دھرول ضلع جام نگر گجرات۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۳۴)

تعزیتی مکتوب: حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ادارہ "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" کو مختلف خطوں سے تعزیتی مکتوب موصول ہوئے تھے۔ انہیں مکتوبات میں سے ایک مکتوب ہم قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ مکتوب نگار ایک بہترین شاعر ہیں جو شہیر رضوی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ موصوف کا تعلق کھیری ضلع لکھیم پور سے ہے۔ جناب حضور صاحب سجادہ کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب میں حضرت احسن العلماء کے وصال سے جماعت اہل سنت میں پیدا ہو جانے والے خلا اور اپنے قلبی حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"پیر طریقت، آبروئے سنیت الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعدہ دست بوسی۔ قومی آواز لکھنؤ ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۵ء میں میرے ہی لیے نہیں۔ تمامی سنیوں کے لیے حرکت قلب بند کر دینے والی خبر شائع ہوئی تھی۔ حضرت قیصر وارثی کے حوالے سے چھپنے والی خبر میں سنیت کا ایک جہان اپنی ظاہری زندگی کو خیر آباد کہہ گیا۔ ہمارے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا یعنی سید مصطفیٰ حیدر حسن صاحب قبلہ کا وصال عالم سنیت کے لیے ایک عظیم حادثہ ہے۔ دنیا آپ کی کمی محسوس کرتی رہے گی۔ امام الاصفیاء، سراج السالکین، معراج العارفین حضرت علامہ مولانا مفتی سید مصطفیٰ حیدر حسن صاحب قبلہ کی حیات ظاہری کی کمی سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر ہونا میرے قیاس سے بہت مشکل ہے کیونکہ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے آپ کے مرقد انور پہ تا قیامت ابر رحمت برساتا رہے۔ (آمین) آپ کے خانوادوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین فقط شہیر رضوی کھیروی، سیدواڑا، کھیری یوپی"

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۴۴)

آسمان برکاتیت کا آفتاب درخشاں غروب ہوگیا

ازمولانا سعید جیلانی کانپوری مرحوم، سابق ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پُر ملال کے موقع پر جماعت اہل سنت کے اہل قلم حضرات نے آپ کی بارگاہ میں اپنے اپنے انداز میں قلمی وتحریری خراج عقیدت پیش کیا تھا۔اس موقع پر جماعت اہل سنت کے متعدد رسائل وجرائد میں بہت سے مضامین شائع ہوئے تھے۔ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں بھی آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے کئی مضمون شائع ہوئے۔سردست ہم عالیجناب محترم مولانا سعید جیلانی کانپوری مرحوم کا ایک مضمون بعنوان ''آسمان برکاتیت کا آفتاب درخشاں غروب ہوگیا'' اپنے اس خصوصی شمارے میں دوبارہ شائع کررہے ہیں۔یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ موصوف نے اپنا یہ مضمون اپنے انتقال سے چندروز پہلے ہی تحریر فرمایا تھا۔آپ کا تحریر کردہ یہ مضمون آپ کے انتقال کی خبر کے ساتھ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۵ء کے مشترکہ شمارہ میں شائع ہوا۔مولانا سعید جیلانی کانپوری مرحوم نے کافی دنوں تک ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی ادارت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔آپ کا انتقال مؤرخہ ۳؍دسمبر ۱۹۹۵ء کو ہوا۔(محمد سلیم بریلوی)

خدائے ذوالجلال کا فرمان مقدس ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔کل نفس ذائقة الموت۔ مرنا برحق ہے۔لیکن دنیا میں ان نفوس قدسیہ کی موت سے کہرام مچ جاتا ہے جو پوری زندگی دوسروں کے لیے جیتے ہیں۔ کہرام برپا ہونا بھی چاہیے کہ جو شخص لاکھوں انسانوں کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز جمیل ہوتا ہے اور اچانک وہ مرکز فضاؤں میں تحلیل ہوجائے تو ظاہر ہے لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کے روشن چراغ بجھ جاتے ہیں اور انسان اپنے کو اندھیرے میں محسوس کرنے لگتا ہے۔لیکن ہزاروں بار دُرود وسلام اس آقائے کونین علیہ السلام پر جن کی روحانی توانائیوں کی بدولت نئے نئے ستارے چمکنے لگتے ہیں۔جس سے لوگوں کی آس بندھ جاتی ہے اور ایک حد تک غموں کا مداوا بھی ہوجاتا ہے۔

وہ دیکھیے !۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کی تاریخ آئی اور'' آسمان برکاتیت کا آفتاب درخشاں غروب ہوگیا''۔دوشنبہ مبارکہ کا دن ہے۔ اے لوگو! رات کے ۸؍بجکر ۵۰؍منٹ ہوئے ہیں اور آخرت کا مسافر ''یا اللہ، یارحمٰن ، یارحیم'' کا ورد کرتا ہوا داعی اجل کو لبیک کہہ رہا ہے۔اے عزرائیل !خوش آمدید۔اے عزرائیل ! مرحبا اھلا وسہلا مرحبا۔وہ دیکھئے لبوں پر تبسم نمودار ہوگیا۔جی ہاں! آج شب وصال ہے۔ نبی محترم ﷺ کے جلوۂ زیبا کو دیکھنے کا وقت آرہا ہے۔غالباً مسکراہٹ اسی تصور کی آئینہ دار ہے۔ ؎

جس کی عظمت کا ہے چرچا اک مکمل داستاں

بن کے دنیا سے وہ حُسنِ داستاں جاتا رہا

۱۱؍ستمبر ۱۹۹۵ء کی تاریخ ہمارے حافظہ میں ہمیشہ محفوظ رہے گی کیونکہ اسی تاریخ میں چمنستان رسالت ﷺ کا ایک عظیم پھول موت کے جھونکے سے مرجھا گیا۔ہاں ہاں ! جسے دنیا ''حسن میاں''

کے نام سے جانتی تھی۔ جی ! چاند سا چہرہ ۔انداز گفتگو جیسے پھول جھڑتے ہیں۔امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام کا ''شارح عظیم'' ہاں ہاں! وہ روحانی پیشوا۔تاجدار اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی چمن کا نگہبان چلا گیا۔ چلا گیا۔ چلا گیا۔ چلا گیا۔آہ! اب کبھی وہ چاند سا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔آہ! اب ہم اس کو کہاں تلاش کریں ؟ کدھر جائیں ؟ کہاں ڈھونڈھیں ؟ ہاں! کیا کریں؟ کیا کریں؟ ہاں ہاں تو سنو! اے میرے برکاتی بھائیو سنو! وہ دیکھو دل کی دنیا بہت وسیع ہے۔دلوں پر حسن میاں کا راج ہے۔دلوں کا سوئچ آن تو کرو۔جلوہ نظر آئے گا۔ہاں ہاں! گردن جھکاؤ۔تصور کرو۔سچا تصور کر کے تو دیکھو۔دلوں کی دنیا ان کے جلووں کی تاوانی سے روشن و تابناک نظر آئے گی ۔ہاں ہاں! اے لوگو! حضرت علامہ حسن میاں علیہ الرحمہ بظاہر دنیا سے تشریف لے گئے لیکن دلوں کی دنیا میں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔تصورات وخیالات کی دنیا میں وہ آفتاب و ماہتاب بن کے جلوہ گر رہیں گے اور ہمارا یہی تصور ہماری زندگی کے ہر محاذ پر رہنمائی کرے گا۔ ؎

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی

ہر نقشِ ما سوا کو مٹاتی چلی گئی

جہاں تک ہمارا علم اور مشاہدہ ہے تو وہ یہی ہے کہ مخدوم گرامی سید حسن میاں علیہ الرحمہ کی زندگی کے آخری شب وروز میں تھوڑی دیر آرام کے سوا کوئی لمحہ یاد الٰہی اور دینی باتوں کے کہنے اور سننے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔تسلیم و رضا۔محبت الٰہی۔ذکر وعبادت۔سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام بلاغت نظام کی تشریح تو ان کی خصوصیت وامتیاز میں داخل تھی۔مسلک اعلیٰ حضرت سے لگاؤ ایک عشق کی منزل تک نمایاں تھا۔وصال سے کچھ دیر پہلے چھوٹے شہزادے سید نجیب حیدر سلمہ سے پوچھا: ''بریلی کے مولانا احمد رضا خاں کو جانتے ہو؟'' نجیب میاں یہ سوال سن کر حیرت زدہ ہو گئے ۔فوراً عرض کیا حضور! ان کو کون نہیں جانتا۔ان کو تو ہر سنی مسلمان جانتا ہے۔فرمایا: ''سنو! جو اعلیٰ حضرت کا ہے وہ میرا ہے اور جو مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹا اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔میں قیامت میں اس کا ذمہ دار نہیں۔''

وصال شریف کے وقت گھر کے جو افراد حضرت علیہ الرحمہ کے پاس موجود تھے ان کا بیان ہے کہ انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود نماز واوراد ووظائف جو روزانہ کے معمولات میں شامل تھے برابر ادا ہو رہے تھے۔آخری رات کا وہ وظیفہ جو نصف شب گزرنے کے بعد پڑھتے تھے آج بعد عشا پورا فرما لیا۔ایسا لگتا تھا کہ سفر آخرت کی مکمل تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔شہزادگان کو خود حیرت تھی کہ کمزوری کے باوجود اوراد و وظائف کے لیے خدا جانے کہاں سے طاقت وتوانائی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔وصال سے قبل تلاوت قرآن کا مشغلہ بھی شہزادگان کے حافظہ میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور مزید یہ کہ شہزادے سے بھی تلاوت قرآن سن کر سفر آخرت کا توشہ تیار کرتے رہے ؎

آنسوؤں کا چاند ڈوبا غم کی گہری جھیل میں

درد کی وادی میں ہم اے دوست تنہا رہ گئے

جب بھی بیماری کا حملہ ہوتا اور ہم لوگوں کو خبر ملتی دل دھڑکنے لگتا کہ اب یہ چراغ سحری بجھا۔مرض کے مقابلہ کی طاقت بظاہر نہ تھی۔صرف ایک یقین،عزم محکم،خدمت دین کا جذبہ اور اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت تھی جس کے سہارے حضرت حسن میاں علیہ الرحمہ اپنے معمولات پابندی سے ادا فرما رہے تھے۔حضرت حسن

میاں چلے گئے اور اپنی یادوں کے نقوش چھوڑ گئے۔ نورانی چہرہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ الحمدللہ! دل ان کی یاد سے جگمگا رہا ہے۔ ان کی روحانیت ان شاء المولیٰ تعالیٰ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ دل کے کانوں سے سنو سنو! وہ دیکھو روحانیت کے بادلوں سے آواز آ رہی ہے ؎

جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے جلا کے دل سرعام رکھ دیا

کبھی کبھی عالم تغیر میں سوچتا ہوں کہ خداوند قدوس کی بچھائی ہوئی اس زمین پر مارہرہ شریف کی یہ روحانی چوکھٹ نہ ہوتی تو عشق و محبت کا سوز و گداز ہم کہاں سے حاصل کرتے۔ دل کا ٹوٹا ہوا آبگینہ بھی ایک قیمتی ہیرا ہے۔ بھیگی پلکوں کے چلمن سے چھلکنے والی بے تابی شوق کو خدا سلامت رکھے جس نے سکون قلب کا سامان فراہم کر دیا ہے۔ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۵ء کو عرس چہلم میں حاضری اور سیدی حسن میاں کے آستانۂ مبارک پر بوسہ دینے کے بعد روحانی کرنوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خدا سلامت رکھے ہمارے اسلاف کے ان آستانوں کو جن پر نظر پڑتے ہی غموں کے سائے دور ہوتے ہیں اور ایمان و یقین کی نئی تازگی محسوس ہوتی ہے۔ سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جب اس منزل سے گزرے تھے جب ہی ان کے ذہن کی سطح پر یہ شعر نمودار ہوا تھا ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

روحانی تصورات کی لہریں اور دائمی سکون کے لیے اولیائے کرام کے آستانے ایک مرد مومن کے لیے نشان راہ ہیں۔ کفر کی یلغار، صحرائے منافقت کے خونخوار درندوں، دردناک اضطراب، موسم غم و آلام کے بادلوں میں کھو جانے کے بعد بزرگوں کی یاد کا سورج بھی ہماری رہنمائی کا مینار ہے۔ ہزاروں بار درود و سلام آقائے دوعالم ﷺ پر، جن کی آل اولاد سے ہمارا رشتہ روحانی جوڑ دیا گیا ورنہ اس دینی افلاس کے دورِ جدید میں غموں کے مارے کہاں جاتے؟ آخر میں اپنی جگہ پر خوش ہوں کہ سید گھرانے کے ایک عظیم رہبر و رہنما کی بارگاہ عالیجاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے چند صفحات پر مشتمل دل کا خراج پیش کر رہا ہوں۔ حضرت حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ کرم سے دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ شمع جب تک خاموش رہتی ہے تنہا رہتی ہے اور جب روشن ہو جاتی ہے تو لاکھوں چاہنے والے اسے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں۔ فطرت الٰہی کا یہی قانون اور یہی اصول انسانوں کی دنیا میں جاری ہے۔ یہاں بھی ہر غم کے پیچھے خوشیوں کے قافلہ ترتیب پاتے ہیں۔ دنیا میں سکون کے لیے تڑپنا ضروری ہے۔ وصال کی آرزو سے پہلے فراق کی خوفناک گھاٹیوں کو عبور کرنا مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔ قانون فطرت کا یہ جلوہ ہم نے ماتھے کی آنکھوں سے ۲۱، ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو مارہرہ شریف میں دیکھا اور زندگی بھر دیکھتے رہیں گے۔ چودھویں صدی کے مجدد مولانا احمد رضا خاں جن کو دنیا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے انہوں نے بہت خوب فرمایا ہے ؎

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۳۹؍تا ۴۲ مطبوعہ بریلی شریف)

حیات احسن العلماء۔ ایک نظر میں

از۔ مفتی محمد افروز عالم نوری، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

نام: سید شاہ مصطفیٰ حیدر بن حضرت سید شاہ آل عباء بشیر حیدر قادری قدس سرہٗ۔

عرفی نام: (حضرت علامہ حافظ و قاری سید شاہ) حسن میاں صاحب۔

خطاب: احسن العلماء۔

ولادت: ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/ ۱۳ر فروری ۱۹۲۷ء۔

وفات: ۱۵ر ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۵ء شب سہ شنبہ، مزار پر انوار درگاہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

بیعت وخلافت وسجادگی اور جملہ سلاسل کی اجازت: بدست اقدس نانا جان حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ ۱۹۲۸ء بعمر چودہ ماہ۔

خلافت: واجازت جملہ سلاسل ورسم سجادگی: از تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمہ شب پنجشنبہ ۲۲ر صفر ۱۳۶۳ھ

مسند نشینی و تولیت جملہ اوقاف خانقاہ عالیہ برکاتیہ: ۳ر شعبان ۱۳۷۵ھ/ ۱۷ر مارچ ۱۹۵۶ء بروز چہلم شریف خال محترم تاج العلما قدس سرہٗ

تکمیل حفظ: بعمر بارہ سال تقریباً ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء۔

علوم دینیہ: از تاج العلماء قدس سرہٗ، شیخ العلما حضرت مولانا غلام جیلانی گھوسوی علیہ الرحمہ، مفتی سندھ پاکستان خلیل العلما حضرت مولانا خلیل احمد برکاتی، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہم الرحمہ۔

عقد مسنون: ۲۰ر جنوری ۱۹۴۹ء

اولاد و امجاد: (۱) سید محمد جمیل مرحوم (۲) سید محمد خالد مرحوم (۳) امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری صاحب (۴) سید محمد اشرف صاحب (۵) سیدہ قادریہ مرحومہ (۶) سیدہ ثمینہ خاتون صاحبہ (۷) سید محمد افضل صاحب (۸) سید شاہ مولانا نجیب حیدر نوری صاحب۔

حلیہ مبارک: وجیہ بارعب چہرہ، سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت، گلابی ہونٹ۔

لباس: سفید کرتا و پاجامہ، شیروانی یا صدری، عمامہ شریف کالا یا صندلی رنگ۔

اوصاف: خوش الحان مسحورکن حافظ وقاری، فصیح و بلیغ شیریں بیان خطیب وامام، شعروسخن کا ذوق لطیف، استقامت فی الدین، علما وفضلا کی عزت وتوقیر۔ عاشق غوث اعظم فرماتے تھے ہم توان کے موروثی غلام ہیں۔ اولیائے کرام سے عشق ومحبت رکھتے اور شیدائے اعلیٰ حضرت تھے۔ حد درجہ فیاض وسخی، قانع ومستغنی، مہمان نواز، کشادہ ظرف نرم خو، عالی اخلاق، خدمت دین کا وافر جذبہ، حکمت وتدبر سے بھرپور، اصاغر نوازی۔

حضرت احسن العلماء بحیثیت نائب رسول کریم ﷺ

(مشاہدات ومطالعہ کی روشنی میں)

از: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری رضوی، سرپرست اعلی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

این شرح بے نہایت کز حسن یار گفتہ
حرفیست از ہزاراں کا ندر عبارت آمد

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: لِلَّذِینَ اَحسَنُو الحُسنیٰ وَزِیَادَة. (سورہ یونس۱۰: ۲۶)

ترجمہ: بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔ (ترجمہ کنز الایمان)

یعنی اللہ تعالی کے جو نیک بندے تقرب الٰہی کے حصول اور حسنات و خیرات کے حصول کے ابلاغ کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی اس کے بدلے میں اس سے کہیں زیادہ اجروثواب بخشتا ہے اور دنیا وآخرت میں بے شمار فتوحات عطا فرماتا ہے۔

حجۃ الاسلام ابوحامد امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''احیاء العلوم'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جن امور سے اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ تین ہیں: (۱) صرف علم، وہ علم مکاشفہ ہے۔ (۲) صرف عمل، جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگوں کو مجتمع انتظام سے رکھنا۔ (۳) عمل وعلم سے مرکب، وہ آخرت کا علم ہے۔ جو اس علم کا جاننے والا ہے وہ عالم اور عامل دونوں کا جامع ہے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز مزید فرماتے ہیں کہ جو علماء تیسری صفت سے متصف ہوتے ہیں وہ علم وعمل کا پیکر ہوتے ہیں ان میں مندرجہ ذیل پانچ خصلتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں:

(۱) عابد ہوتے ہیں۔ (۲) زاہد ہوتے ہیں۔ (۳) علوم آخرت کے ماہر ہوتے ہیں۔ (۴) خلق خدا کے ہمدرد اور ان کی بہتری کے سمجھنے والے ہوتے ہیں، اور (۵) اپنی فقہ کی ترویج واشاعت میں رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ ''**إن أکرمکم عند الله اتقکم**'' (حجرات۔۴۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے (ترجمہ کنز الایمان) کی سچی تصویر ہوتے ہیں۔

دور حاضر قریب میں جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو شیخ الاسلام، عارف باللہ، بحرالعلوم، احسن العلماء مولانا مولوی، حافظ، قاری مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن المعروف بہ حسن میاں صاحب قدس سرہ العزیز، سابق زیب سجادہ درگاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف، وصی وجانشین حضور تاج العلماء قدس سرہ، خلف اکبر حضرت آل عبا ابن حضرت سید حسین حیدر شاہ رحمہا اللہ ہیں۔ واضح ہو کہ یہ درگاہ شریف درگاہ شاہ برکت اللہ نور اللہ مرقدہ (مارہرہ شریف) کے نام نامی سے موسوم ہے۔ دنیائے سنیت کی کوئی ذی علم شخصیت ایسی نہیں جو اس درگاہ اور وابستہ خانقاہ و دارالعلوم کی دینی، علمی، روحانی و معاشرتی خدمات کی معترف نہ ہو۔ راقم ہیچمدان کو فخر حاصل ہے کہ

اس کے جد کریم حضرت مولانا مفتی سید ہدایت رسول لکھنوی ثم رامپوری علیہ الرحمہ کا سلسلہ بیعت وخلافت بھی اسی خانقاہ کے عظیم شہزادے عارف باللہ، ولی کامل حضرت علامہ الشاہ السید ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی علیہ الرحمہ الرضوان سے تھا۔ **الحمد للہ علی ذالک۔**

کیسے آقاوں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

غرض خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، یہ وہ عظیم وقدیم خانقاہ قادریہ ہے جہاں سے شیخ الاسلام والمسلمین، مجدد دین سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، برکاتی، ماتریدی نوراللہ مرقدہ شرف بیعت رکھتے ہیں۔ آج اس کا فیضان پوری دنیا کے اکثر ممالک میں پھیل چکا ہے اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اہل اسلام اس سے مستفیض ہورہے ہیں۔

احسن العلماء حضرت سید حسن میاں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت ۱۳۴۵ھ-۱۹۲۷ء وفات ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء) نے ناظرہ اور حفظ کی تکمیل جستہ جستہ اپنی والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ، پھر کے بعد دیگرے مارہرہ شریف کے مشہور حفاظ حضرت سلیم الدین قریشی اور ان کے بعد حافظ عبدالرشید کلو صاحبان مرحومین سے کی۔ درس نظامی اور دیگر مروجہ علوم کی تکمیل اپنے دور کے مشہور ومعروف درج ذیل اساتذۂ کرام علیہم الرحمہ سے کی:

(۱) تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں برکاتی۔
(۲) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی۔
(۳) سید العلماء سید آل مصطفیٰ سید میاں برکاتی، مارہروی۔
(۴) شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی حشمت علی خان قادری رضوی برکاتی۔
(۵) خلیل العلماء حضرت مولانا مفتی خلیل احمد خان قادری برکاتی مارہروی۔ (مفتی اعظم سندھ)، وغیرہم آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔

حضرت خلیل العلماء کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مستقل مارہرہ شریف ہی میں رہ کر حضرت احسن العلماء کو مختلف علم دین کی کتب کا درس دیتے تھے لیکن ایسا بھی ہوتا کبھی حضرت تاج العلماء قدس سرہ کو کوئی سفر درپیش ہوتا اور احسن العلماء بھی ان کے ہمراہ ہوتے تو حضرت خلیل العلماء بھی بحیثیت استاد تمام ضروری درسی کتب کے ساتھ ہوتے تاکہ احسن العلماء کی تعلیم اور درس کا ناغہ نہ ہو۔

سبحان اللہ! کیسے مرشدان طریقت تھے کیسے مربیان اولاد تھے اور کیسے بے لوث اساتذۂ ذی وقار تھے کہ ان کو اپنی اولاد، مرید باصفا کی تعلیم وتربیت کے تسلسل کا خیال سفر وحضر دونوں میں یکساں رہتا۔ یہ ہے مرشد کامل، خاص طور پر خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے سجادگان طریقت کا مرید باصفا کی یہ تعلیم وتربیت کا انداز۔ اگر پیر طریقت عالم وفاضل ہو، ظاہری اور باطنی علوم کا حامل وعامل ہو تو معاشرے میں پھر احسن العلماء جیسے باصلاحیت انسان ساز افراد ہی پیدا ہوں گے جن کا وجود وطن، معاشرہ اور ملت کے لیے فیض بخش، کردار ساز اور افراد کے قلوب میں خشیت الٰہی پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔ وگرنہ معاشرے میں منافقت اور شریعت سے مخالفت کینسر کی طرح اپنے پنجے گاڑلے گی۔ یہ ہے عرفان محبت اور فروغ علم نافع وشافع کا ایک عظیم سبق جو احسن العلماء کی حیات مبارکہ میں ملتا ہے۔

حضرت مفتی احمد میاں، حافظ برکاتی زید مجدہ نے کیا خوب

فرمایا۔ ع

وہ جس میں آپ اسوہ خیر البشر کی ہے
اک ایسا آئینہ ہیں سراسر حسن میاں

حضرت احسن العلماء کو تمام سلاسل خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، قدیمہ وجدیدہ نیز جملہ اذکار و اوراد، اشغال ومراقبات ومسلسلات ومصافات اوراسانید قرأت قرآن حکیم وروایات حدیث نبوی وادعیہ معمول خاندان برکات کی اجازات مع بیعت وخلافت اپنے خال محترم حضرت تاج العلماء، شاہ محمد میاں قدس سرہ العزیز سے ہے۔ آپ کی ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت کے اتنے تاباں و منور پہلو ہیں کہ قرطاس وقلم اور وقت کی پابندیوں کے ساتھ آپ کی سیرت وکردار پر قلم اٹھانے والا شخص حیران رہ جاتا ہے کہ کس خوبی کو تحریر میں لائے اور کسے ترک کرے۔

برصغیر پاک و ہند کی سب سے بڑی اور سب سے قدیم خانقاہ کے پیر طریقت کے منصب کو دیکھیں اور پھر اس پیر طریقت کے حسن سلوک، عاجزی وانکساری اور مریدان باصفا پر داد ودہش کی برسات اور در دولت پر آئے ہوئے علماء ومشائخ کے اکرام واعزاز کا جو منظر چشم فلک نے احسن العلماء کے زیر انتظام منعقدہ عرس قاسمی میں دیکھا ہے وہ کسی اور خانقاہ میں کم ہی نظر آتا ہے۔ فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت (احسن العلماء) کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علماء کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت (احسن العلماء) خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علماء کرام تخت پر''۔

اس حقیر پُر تقصیر کو بھی الحمدللہ برصغیر کے متعدد اعراس کی محافل میں شرکت کا موقع میسر آیا ہے مگر عرس قاسمی مارہرہ شریف کے امتیازات کیا کہنے!

ادیب شہیر، رئیس القلم، ماہر رضویات، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ ارشد القادری نور اللہ مرقدہ نے اپنے خوب صورت اسلوب میں اعزاز علماء اور عشق رضا کا ایک واقعہ یوں قلم بند فرمایا ہے:

''ایک بار صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خوردہ نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پر تکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انہوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد نے انہیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سال ہا سال کی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک ومعرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھیں رکھے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمے دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے ملتا ہے۔ شرابور ہونے کے لیے الطاف و عنایات کی اتنی بارش بہت تھی، اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت

ہونے لگے تو حضرت (احسن العلماء) نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا: رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔ باہر جا کر کھولا تو اس میں پانچ پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔''

اس کے بعد حضرت رئیس القلم نے بڑے تاریخی جملے ارشاد فرمائے جس پر شاید آج تک کسی نے غور نہ کیا ہوگا۔ فرماتے ہیں:

''واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اوپر ہی سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔ تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی: **انما انا قاسم واللہ یعطی** ۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والے کا ہے۔

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک جہاں دیدہ جید عالم اور صاحب شریعت وطریقت بزرگ تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انہوں نے عالم اسلام اور یورپ وافریقہ کے متعدد تبلیغی اسفار کیے ہیں۔ وہ جب یہ فرماتے ہیں تو یقیناً اس میں سچائی اور حقیقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے:

''اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس (عظیم) خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے''۔

اب علامہ موصوف کی زبانی احسن العلماء کے ''عشق رضا'' میں سرشاری کے وہ کلمات سنے جو تمام آنے والی اہل سنت کی نسلوں کے لیے ان کی طرف سے آخری پیغام ہے:

''آخری زیارت کا شرف مجھے ۲۴ر اگست ۱۹۹۵ء (وصال سے تقریباً ۱۵ر دن پہلے) کو حاصل ہوا جب کہ حضرت دہلی کے جی۔ بی۔ پنت ہسپتال میں دل کے آپریشن کے لیے خصوصی وارڈ میں صاحب فراش تھے۔ ان کے اعلیٰ وقار صاحبزادگان کی معیت میں ہم ان کے کیبن میں داخل ہوئے۔ حضرت کے نورانی چہرے پر جیسے ہی نظر پڑی، رقت طاری ہوگئی اور ہم آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت پہ بھی اس وقت کچھ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی۔ حضرت نے اس عالم میں بھی ''کل ہندسنی کانفرنس'' (۲۶ر اگست ۱۹۹۵ء دہلی) کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی، اس کمترین کو حوصلہ افزا کلمات اور دعاؤں سے نوازا اور اس وقت وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا (جو میرے لیے لائحہ عمل ٹھہرا) ''مسلک اعلیٰ حضرت پہ ڈٹے رہیے۔''

حضرت رئیس القلم کے یہ جملے کس قدر فکر انگیز، رقت آمیز ہیں:

''آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انہیں اپنے خاندان کی نہیں صرف ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی فکر دامن گیر تھی۔

علامہ ارشد القادری کے یہ جملہ جہاں اہل عشق ومحبت کے لیے باعث تشویق وترغیب ہیں وہیں اسلاف کرام کی ناخلف اولاد کے لیے ایک تازیانے سے کم نہیں۔ غرض کہ حضرت احسن العلماء اور ان کے تتبع میں آج خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے سجادگان ذی وقار روایات اسلاف کے امین ہیں۔

اخلاق عالیہ میں اسوۂ حسنہ کے عکس جمیل تھے۔ جود وسخا اور مہمان نوازی میں اپنے آبائے کرام کی سچی یادگار اور ان کے صحیح وارث تھے۔ مزاج میں استغناء کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضرت

احسن العلماء اپنے نانا جان حضور سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن قادری برکاتی علیہ الرحمتہ کی سیرت وکردار کی صورت میں ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' کی روشن مثال تھے۔ ان کی ایک نصیحت کو حرز جاں بنایا ہوا تھا۔''لا ردّ ولا کد''یعنی جو خدمت کرے اسے قبول کرلو دوسرے یعنی منگتا نہ بنو۔

اعلی حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ سے غایت درجہ عشق تھا۔ اس کی ایک مثال بھی حضرت علامہ ارشد القادری کے واقع میں گزری۔ دوسری مثال حضرت فقیہ ملت جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ کی زبانی سنیے:

''اعلیٰ حضرت سے عشق کا یہ عالم تھا کہ ''حدائق بخشش'' کے تینوں حصوں کے حافظ تھے۔ اکثر ان کے اشعار نجی محفلوں اور جلسوں میں نہایت محبت کے ساتھ پڑھتے پھر ان کی بہترین شرح فرماتے۔ انداز بیان بڑا والہانہ اور پرکشش ہوتا تھا۔ ان کا مشن تھا اسلام وسنیت اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت۔''

حضرت احسن العلماء جب پاکستان آئے تو حضرت علامہ مولانا مصلح الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ کی مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے۔ راقم مولانا ہی کی مسجد میں جمعہ پڑھا کرتا تھا۔ اس لیے احسن العلماء کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ حضرت کے ساتھ اکثر حضرت مولانا ریاست علی قادری، بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے ہمراہ اس نشست میں بھی شرکت کا موقع ملتا جس میں کبھی وہ حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد یا علامہ شمس بریلوی یا دونوں کبھی ایک ہی محفل میں ہوتے اور وہاں ''شعر رضا'' کا تذکرہ چھڑا ہوتا۔ تینوں حضرات علیہم الرحمہ ''شعر رضا'' کی تفہیم میں اپنا مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا کہ ''احسن العلماء'' کی شرح پر ہی اتفاق ہوتا۔ وہ دونوں حضرات اس امر سے اچھی طرح واقف تھے کہ حضرت حسن میاں علم شاعری اور اس کے لوازمات کا بہترین علم رکھنے کے علاوہ علوم اسلامیہ کے علاوہ، عربی، فارسی، اردو اور ہندی ادب سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ اس لیے حضرت کی بات آخر کار بحث وتمحیص کے بعد دلائل کی بنیاد پر تسلیم کر لی جاتی تھی۔

''یاد حسن'' کے قابل وفائق مصنف، شہزادۂ احسن العلماء، ادیب شہیر، شاعر خوش کلام حضرت سید اشرف قادری برکاتی مارہروی حفظہ اللہ الباری، کہ انہوں نے احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ، اوصاف کریمانہ، عائلی حالات، ان کے خانقاہی معاملات اور دینی، مذہبی ومسلکی خدمات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ علوم اسلامیہ میں ان کی دسترس، معاملہ فہمی، سیاسی بصیرت، دور بینی اور قائدانہ صلاحیت کی روشن مثالیں پیش کی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر قاری ششدر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کتاب کے اختتام پر آپ کی نعتیہ اور منقبتیہ شاعری کے چند نمونے اور مقالہ نویسی اور خطابت کا ایک ایک نمونہ بھی محفوظ کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے جہاں آپ کے اعلیٰ شعری ذوق کا اندازہ ہوتا ہے وہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عشق، ائمہ اہل بیت، اولیائے کرام، بالخصوص غوث اعظم سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ اور اعلی حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہ سے شیفتگی کی حد تک محبت اور لگاؤ کا مظہر ہے۔ طوالت کی جا نہیں، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(ا) مقالہ بعنوان ''حقیقی کامیابی کا راز''۔

''واضح ہوا کہ بنی نوع انسان کا ہر فرد، اور افراد سے مل کر ہر جماعت

بجائے خود اپنی کامیابی وترقی کے اسباب سوچا کرتے ہیں۔ ترقی اور کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے جو اس راہ آڑے آئے، اجتناب، اور اس کی ہر ممد و معاون شے کو اختیار کرنا چاہیے۔ جب یہ واضح ہوگیا کہ ہر شخص اپنی اس فانی زندگی کے لیے اس فانی عالم میں کامیابی اور ترقی کے ذرائع ووسائل سوچا کرتا ہے تو لامحالہ ایک مسلمان کو جس کا ایمان اس فانی دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی کے علاوہ ایک اور ابدی عالم اور اس کی دائمی حیات پر ہے، اس عالم کی دائمی زندگی کے لیے بھی (جس سے ہر ایک شخص کو ضرورتاً دو چار ہونا ہے) ترقی اور کامیابی کے ذرائع اور وسائل سوچ کر اسی دارالعمل میں ان پر عمل کرلینا پڑے گا۔''

یہ پورا مقالہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سارے عالم اسلام کے لیے اس میں بحیثیت مسلمان زندہ رہنے، اپنا تشخص برقرار رکھتے ہوئے معاشی اور معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے ترقی پذیر رہنے اور عالم جاودانی میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہونے کا ایک واضح لائحہ عمل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مقدس، قرآن حکیم اور سب سے اعلیٰ واولیٰ اور سب سے آخری نبی محتشم ومحترم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا عصر عصیر ہے۔

آخر میں ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ شہادت امام عالی مقام شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا پر خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں کی گئی حضرت احسن العلماء کی ایک تقریر دل پذیر ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔ آپ نے نہایت سادہ انداز میں یوم شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باقاعدہ طور پر ہر سال منانے کا سبب اور اس عظیم شہادت کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ بات بھی وضاحت سے سمجھائی ہے کہ ہم وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو پابندی کے ساتھ بیان شہادت سننے کے کیا دنیوی وروحانی فوائد ہیں۔ اس کو قرآن حکیم میں بیان کردہ ''شجرة طيبة'' اور ''شجرة خبيثة'' کی مثال دے کر نہایت دل پذیر انداز میں ان حاضرین کو سمجھانے کی سعی کی ہے جن میں شرکائے اکثریت کا کھیتی باڑی سے تعلق تھا۔ ایک اہم انکشاف یہ بھی ہے کہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے بزرگوں کے پاس سلسلہ قادریہ کے دو طرق سے بیعت وخلافت کی سندات ہیں۔ ایک سلسلہ قادری قدیمہ ہے دوسرا سلسلہ قادریہ جدیدہ ہے۔ احسن العلماء بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارا شجرۂ طریقت حسینی ہے۔ ہمارے مخدوم حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری چشتی بلگرامی واسطی، مارہروی نوراللہ مرقدہ، جب وہاں سے تشریف لائے تو جو سلسلہ قادریہ لے کر آئے وہ ہمارا سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ ہے۔ سرکار مرتضیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے بڑے محبوب مرید وخلیفہ اور تلمیذ رشید سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے جاری تھا۔ جب صاحب البرکات مارہرہ شریف تشریف لائے تو گھر سے کئی کئی طرح سے قادریت لے کر آئے تھے لیکن سیری نہیں ہوتی تھی۔ اسی شوریدہ سری اور بے تابی میں آپ نے بارگاہ قادریت میں درج ذیل اشعار کہے: ؎

آخر الامر کزیں شورش و بے تابی دل
سر خود را چوں نثار شہ جیلاں کردم
حالت رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ
شور منصور ز ہر پردہ ہویدہ گشتہ

پھر کالپی شریف سے سلسلہ قادریہ کالپویہ عطا ہوا جسے ہم سلسلہ قادریہ

جدیدہ برکاتیہ کہتے ہیں‘‘۔

یہ شجرہ شریف نشرواشاعت کا ذریعہ کیسے بنا؟ اس کے لیے احسن العلماء ایک تاریخی انکشاف کرتے ہیں جس کا علم ہم جیسے بہت سے لوگوں کو آج تک نہیں تھا۔

’’شاید یہ بھی سیدنا حضرت شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ایک کرامت تھی کہ جب وہ آپ سے بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے تو آپ کی نظریں اس شجرۂ شریف پر پڑیں تو سرکار مرشد نے اس کا نام رکھا ’’سلسلة الذهب‘‘ (سونے کی زنجیر)۔ اب جو ہم شجرہ مریدین اور بیرون خاندان خلفاء کو دیتے ہیں یہ سب سلسلة الذهب القادرية الجديدة کے ہیں۔ اس کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے مرشد کریم کے حکم پر عربی (نثر) اور اردو (نظم) میں تحریر فرمایا۔ اب یہی شجرۂ قادریہ برکاتیہ مبارک محفل میں قل سے قبل پڑھا جاتا ہے‘‘

کاش کہ ’’یاد حسن‘‘ میں اس کی بھی رونمائی کر دی جاتی تو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو جاتا۔ ’’یاد حسن‘‘ میں احسن العلماء کے نعتیہ کلام کے چند نمونے بھی دیے ہیں۔ ایک کیف آگیں نعت کا مطلع اور مقطع یہ ہے:

محمد آبروئے مومناں ہیں
محمد بادشاہ مرسلاں ہیں
حسنؔ ہاتف غیبی نے پکارا
بفضل رب وہ تجھ پہ مہرباں ہیں

دوسری نعت کے اشعار بھی عشق سرکار کی سرشاری سے معمور ہیں مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو:

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو
تو جو کچھ میرے دل میں ہے
وہ سب کچھ میرے لب پر ہو
حسنؔ کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا
بروز حشر جب وہ رو بروئے رب اکبر ہو

اب راقم حضرت احسن العلماء کی اعلیٰ حضرت پر لکھی گئی ایک منقبت کے چند اشعار پیش کر رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو امام احمد رضا سے کس قدر محبت اور عقیدت تھی اور یہ محبت وعقیدت آباء و اجداد سے ان کو ورثے میں ملی تھی اور جن کا علمی وروحانی مقام ان کی نگاہ میں کس قدر بلند و بالا تھا۔ عنوان ہے: ’’آئینہ حق نما‘‘ یہ عنوان خود بول رہا ہے کہ ’’مخمور جام عشقم‘‘ کا رنگ و آہنگ اس کے ہر مصرعہ سے جھلکتا ہے۔ ؎

چہرۂ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا
غوث اعظم مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
علم تیرا بحر ناپیدا کنار
ظل علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول
ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ
تجھ کو نوریؔ نے کیا احمد رضا

سنیوں پر یہ ترا احسان ہے
اپنے دامن میں لیا احمد رضا
سنیت کی آبرو دم سے ترے
اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا
جب بھی کوئی مرحلہ آکر پڑا
تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا
نام لیوا دید کے مشتاق ہیں
کھول دے چہرہ ذرا احمد رضا
یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسنؔ
اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

ملاحظ فرمائیں! زبان کس قدر سادہ، شستہ اور شائستہ لیکن اثر پذیری میں تیز تر۔ عشق ومحبت کے جذبات ہر مصرعہ سے جھلکتے نظر آتے ہیں۔ آپ کی نعتوں میں عقیدے اور عقیدت کی وارفتگی کے باوصف محتاط انداز پایا جاہے۔ آپ نے روح وقلب کی گہرائیوں سے ادب کے گہرے دریا کی شناوری کرتے ہوئے عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس ولحاظ اور عبد ومعبود کا فرق ملحوظ رکھ کر ہوش وخرد کے ساتھ اس گہرے سمندر سے ایسے ایسے گوہر ہائے آب دار چنے ہیں جو قرآن وسنت کے متقاضی ہیں۔ آپ کی زبان وقلم شائستہ، ذہن وفکر پاکیزہ، جذبہ وتخیل اعلیٰ اور افکار ورجحان میں طہارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کی زیریں رو میں افراط وتفریط اور کذب آمیز مبالغہ آرائی کو کہیں بھی جگہ نہیں مل سکی۔ آپ کے مرقومہ مناقب وقصائد میں اپنے ممدوحین کے تئیں محبت کا جو انداز دکھائی دیتا ہے وہ مخلصانہ رویوں کا حامل ہے۔ کاش کہ کوئی ادیب محقق ان کی منظومات کو اکھٹا کر کے اپنے بھرپور مقدمے کے ساتھ شائع کرے اور تاریخ اردو ادب میں احسن العلماء کے کارنامے کو محفوظ کر دے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک عالم وفاضل انسان میں جتنی خوبیاں اور خصوصیات ہونی چاہئیں وہ احسن العلماء میں موجو تھیں تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ فقیر قادری اپنی بے بضاعتی، کم ہمتی اور طویل علالت کے باعث احسن العلماء پر یہ چند سطور لکھ پایا۔ اس ناچیز کو اعتراف ہے کہ ان کے مقام ومرتبہ کے شایان شان لکھنے سے قاصر رہا لیکن ضرور ہے کہ اپنے اور اپنے ''اب وجد'' کے آقایان نعمت کے خوشہ چینوں کی فہرست میں نچلے درجے میں نام لکھانے والوں میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔

ان کے جلوے ہیں امیںؔ، اشرفؔ، نجیبؔ باماںؔ
صبرا ے جان حزیں! ہیں ان کی تصویریں بہت

اپیل

جامعہ رضویہ منظر اسلام اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ ایک علمی دانش گاہ ہے۔ الحمد للہ! اس وقت یہ دانش کدہ اپنے نظم ونسق، معیار تعلیم وتعلم اور اپنے حُسنِ کارکردگی کی بنیاد پر عوام وخواص کا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔ اس کے تعلیمی بانکپن کو مستحکم رکھنے میں آپ حضرات ہمارا تعاون فرمائیں تا کہ اعلیٰ حضرت کی یہ علمی یادگار یونہی علم وفن اور مذہب ومسلک کی خدمت کی شاہراہ پر تیز رفتاری کے ساتھ گامزن رہے۔

(ادارہ)

خوشخبری

آپ کو یہ جان کر بے حد مسرت ہوگی کہ ''البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ علیگڑھ'' میں چلنے والے ۲ رسالہ کورس ''ایڈوانس ڈپلومہ ان اسلامک اسٹڈیز اینڈ پرسنالٹی ڈیولپمنٹ'' کا ۵ رواں بیچ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ/ اپریل ۲۰۲۰ء میں فارغ ہو رہا ہے۔ ہمارے تربیت یافتہ علمائے کرام اہل سنت و جماعت کے معروف ادارے ''جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، جامعۃ الرضا بریلی شریف، جامعہ اسلامیہ رونا ہی، جامع اشرف کچھوچھہ شریف، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف'' سے امتیازی نمبروں کے ساتھ فارغ التحصیل ہیں اور اس ادارے سے ۲ رسالہ تربیتی کورس مکمل کیا ہے۔ان ذی شعور، بالغ نظر حساس علمائے کرام کو مندرجہ ذیل علوم وفنون میں مہارت حاصل ہے:

(۱) تدریس (درس نظامی کا مکمل کورس پڑھانے کی صلاحیت)

(۲) تنظیم (کسی بھی طرح کی دینی وملی تنظیم میں کام کرنے کی لیاقت)

(۳) تبلیغ دین اسلام (دعوت وتبلیغ کے اصولوں کی معلومات کے ساتھ عملی تجربہ)

(۴) تحریر (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں مضامین، رسالے اور کتابیں لکھنے میں مہارت)

(۵) تقریر (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں دینی واصلاحی تقریر کرنے کا عمدہ طریقہ)

(۶) امامت (مساجد میں امامت کا عملی تجربہ، عمدہ قرأت اور شاندار خطابت کے ساتھ ہفتہ وار درس قرآن، درس حدیث کی صلاحیت)

(۷) عربی زبان وادب کی تدریس (مدارس میں عربی زبان وادب پڑھانے کی مکمل صلاحیت)

(۸) اسلامک ٹیچنگ (عصری اداروں میں اسلامیات پڑھانے کی صلاحیت)

(۹) صحافت (روزنامہ، ہفت روزہ، ماہنامہ وغیرہ اخبارات وجرائد میں رپورٹر وایڈیٹر بننے کی لیاقت)

(۱۰) انگلش ٹیچنگ (دینی وعصری اداروں میں انگریزی پڑھانے کی صلاحیت)

(۱۱) ترجمہ نگاری (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں لٹریچر، رسالہ اور کتابیں ترجمہ کرنے کی صلاحیت)

(۱۲) کمپیوٹر سائنس (کمپیوٹر ٹیچر، ویب سائٹس اور بلاگ منیجر، اردو، عربی اور انگلش کمپوزنگ، گرافک ڈیزائننگ اور ملٹی میڈیا)

(۱۳) آن لائن اسلامک کورس (آن لائن اسلامک ڈپلومہ اور درس نظامی وغیرہ کورسیز کرانے کی صلاحیت)

(۱۴) شخصیت سازی ورک شاپ (مدارس کے طلبہ کی شخصیت میں نکھار پیدا کرنے کے لیے ورک شاپ کرانے کی اہلیت)

نوٹ:۔ جن حضرات کو اپنے مدرسہ، اسکول، مسجد، تنظیم، آفس یا میگزین کے لیے ایسے باصلاحیت علمائے کرام کی ضرورت ہو وہ مندرجہ ذیل پتہ یا فون کے ذریعہ ہم سے فوراً رابطہ کریں۔

رابطہ کا پتہ: سید محمد امان قادری، ڈائرکٹر البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ۔ پوسٹ ADF انوپ شہر روڈ جمال پور علی گڑھ یوپی ۲۰۲۱۲۲۔ موبائل:93591146872

حضور احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عرف عام میں ''مرشد اعظم ہند'' کے معروف خطاب سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ خطاب متفقہ طور پر علماء و مشائخ کے درمیان مقبول و محبوب ہے۔ وہ بلا شبہ مرشد اعظم ہند تھے کیوں کہ حضور احسن العلماء کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا ہند و بیرون ہند میں بڑے پیمانے پر اجرا ہوا۔ خانوادۂ برکاتیہ کی تینوں شاخوں کے پیران طریقت جن سے سلسلہ قادریہ میں بیعت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے وہ سب حضور احسن العلماء کے خلفا میں سے ہیں۔ صاحبزادگان خانوادۂ برکات کے علاوہ ہندوستان و بیرون ہند کے معروف علما و مشائخ جو سلسلۂ قادریہ میں بیعت فرماتے ہیں ان میں اکثر مرشد اعظم ہند کے خلفاء ہیں۔ اگر صاحبزادگان خانوادۂ برکات اور دیگر مشائخ کے خلفا کے حوالے سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ کے مریدین و متوسلین کا اعداد و شمار کیا جائے تو سواد اعظم اہل سنت کا ایک بڑا حصہ حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دامن سے وابستہ دکھائی دے گا۔ اسی وجہ سے حضور احسن العلماء کو مرشد اعظم ہند کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان کو زیبا بھی ہے۔

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی

شعبۂ جغرافیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ